سندھی، پشتو، اردو

کے

لسانی روابط

تحقیقی مقالہ

خالد خان خٹک

ایم - اے اردو (گولڈ میڈلسٹ)

ایم - اے (اسلامیات)

ایل - ایل - بی

زیر نگرانی

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ایم - اے، ایل - ایل - بی

پی - ایچ - ڈی، ڈی لٹ

پروفیسر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی

سندھی، پشتو، اُردو
کے
لسانی روابط

تحقیقی مقالہ

خالد خان خٹک
ایم ۔ اے ۔ اُردو (گولڈ میڈلسٹ)
ایم ۔ اے (اسلامیات)
ایل ۔ ایل ۔ بی

نمبر ۹
14.7.73

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں
ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی
پی ۔ ایچ ۔ ڈی، ڈی ۔ لٹ
پروفیسر شعبۂ اُردو سندھ یونیورسٹی

سندھ یونیورسٹی کے نام

فہرست

ابتدائیہ

زبان اِنسان کے جذبات واحساسات کے اظہار کی ارتقائی صورت ہے۔ اور یہ صرف ضروریاتِ زندگی میں سے نہیں بلکہ اِنسانی تہذیب معاشرت اور ثقافت کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے۔ اور قومی تہذیب کی تمام ارتقائی شکلیں، ثقافت کی تمام روایتیں اور ذہنی وابستگیوں کی تمام تاریخ زبان میں محفوظ ہوجاتی ہے۔ اس لئے دو زبانوں کے درمیان ربط دراصل اُن زبانوں کے بولنے والوں میں تہذیبی، ثقافتی اور ذہنی روابط کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے "سندھی، پشتو اور اُردو کے لسانی روابط" اس مقالے کا موضوع ہے۔

سندھی، پشتو اور اُردو کا موجودہ وطن ایک وسیع خطۂ زمین ہے۔ جس میں متفرق تاریخی ادوار کے ثقافتی ورثے بکھرے پڑے ہیں۔ اِن کو سمیٹ کر ایک ہم آہنگ صورت دینے سے ہی ایک منظم ملت اُبھر سکتی ہے۔ اور یہ ہم آہنگی لسانی روابط کو فروغ دینے کے بغیر کوئی متعین صورت نہیں لے سکتی۔ اس لئے اِن روابط پر تحقیق کرنا اور اِن ہم آہنگیوں کو نمایاں کرنا صرف علمی فریضہ نہیں ایک ملی فریضہ بھی ہے۔

اِس تحقیقی اثر میں سندھی، پشتو اور اُردو کے تاریخی، ثقافتی اور ذہنی وابستگیوں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس پر مزید کام کرنے کیلئے مضبوط بنیادیں رکھی گئی ہیں۔

اس کوشش میں شاید کئی کمزوریاں نظر آئیں۔ جو صرف پشتو اُردو یا سندھی اُردو کے روابط ظاہر کرنے میں نظر نہ آئیں۔ اس کی

بنیادی وجہ یہ ہے۔ کہ میرے پیشروؤں میں بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں۔ جو بیک وقت تینوں زبانوں پر نظر رکھ سکے ہوں۔ لشتو اور سندھی کو ایک طویل تاریخی یکجہتی کے بعد خارجی سیاست نے ایک دوسرے سے اتنا دور رکھا ہے کہ دونوں زبانوں کے عالم بہت کم ایک ساتھ بیٹھ سکے ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے مجھے سندھ آنا پڑا۔

بدقسمتی سے ملک کے کسی ایک صوبے میں دوسرے صوبے کی زبان سیکھنے کی سہولتیں موجود نہیں۔ جتنے مختصر وقت کیلئے میں سندھ آسکا ہوں اس میں سندھی جیسی پرانی اور جامع زبان کے تمام پہلوؤں پر عبور حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور ممکن ہے، بہت سے گوشے میری نظروں سے پوشیدہ رہ گئے ہوں۔ پھر بھی بنیادی چیزیں جن پر زبانوں کی ساخت کا دارومدار ہوتا ہے، اس تحریر میں آسکی ہیں۔

اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی صاحب سندھی اردو کے لسانی روابط پر ایک مفید تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ مگر جیسا عرض کیا جاچکا ہے تینوں زبانوں کے روابط جاننے کے لیے قدیم دور کا جاننا ضروری ہے۔ جس کے لیے راستے میں کوئی نقش قدم نہیں مل سکا ہے۔ مجھے امید ہے اس کو پہلی کوشش کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے گا اور اس کی فروگذاشتوں کو دیکھتے وقت ان دقتوں پر بھی نظر رہے گی جو ہر پہلی کوشش میں پیش آیا کرتی ہیں۔

میرے استاد محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب

کی رہنمائی ہی سے مجھے یہ حوصلہ عطا ہوا ہے کہ میں اِس مشکل موضوع پر قلم اُٹھاؤں اور پھر اُن کی صحیح رہنمائی نے ہی میرے لئے اس مشکل کام کو بھی آسان بنایا ۔ یہ کوشش بذاتِ خود اُن کا شکریہ ہے ۔

شعبۂ سندھی کے صدر جناب ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب نے جس طریقے سے میری مدد کی اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اُس کے لیے میں اُن کا شکرگزار ہوں ۔ اسی طرح جناب عبدالجبار جونیجو صاحب نے جس خلوص اور محبت سے مجھے سندھی سیکھنے میں مدد دی ہے ۔ اس کے لیے میں اُن کا احسان مند ہوں ۔

پشتو کے سلسلے میں جناب سید تقویم الحق کاکاخیل صاحب اگر میری رہنمائی نہ کرتے تو آج یہ مقالہ آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوتا ۔ انہوں نے ضروری مواد فراہم کرنے کے علاوہ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا ۔

زبان

مشترک آریائی زبان

اور

زبانوں کی تقسیم

"زبان" کیا ہے؟

زبان فکر و خیال کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو ایک انسان کو حیوان سے تمیز کرتی ہے۔
یہاں ماہرین لسانیات کے الفاظ میں مختصراً اس کی تعریف پیش کی جاتی ہے
ڈاکٹر محی الدین قادری زور صاحب لکھتے ہیں:۔
"زبان اِنسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی اِن تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اِشاروں کا نام ہے۔ جن میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے۔ اور جن کو ایک دوسرا اِنسان سمجھ سکتا ہے۔ اور جس وقت چاہے، اپنے ارادے سے دُہرا سکتا ہے"۔ (۱)
امریکی ماہرین لسانیات بلاخ اور ٹریگر (Bloch & Trager) نے زبان کی تعریف یوں کی ہے۔
"زبان اپنی مرضی سے قبول کیا ہوا آوازوں کا وہ نظام ہے جو معاشرے کے افراد کو آپس میں مربوط کرتا ہے" ——(۲)
انگریز مصنف چارلس باربر لکھتا ہے۔
"زبان ایک اشارتی نظام ہے۔ اور اس کا مواد آوازیں ہیں"۔ (۳)
اِن چند اقتباسات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ زبان آوازوں کا

---

(۱) ہندوستانی لسانیات ص ۲۶ نسیم بکڈپو لکھنؤ مارچ ۱۹۶۰ء
(2) Outlines of Linguistic Analysis P. 5 Baltimore 1942.
(3) The Story of Languge P. 5 London 1965

ایک مجموعہ ہے۔ جس کے ذریعے ہم اپنا مفہوم دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس میں انسان کی اپنی مرضی شامل ہوتی ہے۔

زبان صرف آوازوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کسی قوم کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اور دُنیا کے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے اور اُن میں رابطہ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ صدیوں کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہوتی ہے۔

زبان کیونکر بنی۔

یہ بات ایک عرصے سے مسئلہ بنی ہوئی ہے کہ زبان کیوں کر وجود میں آئی۔ کیوں کہ یہ خصوصیت صرف انسان کو حاصل ہے۔ کہ وہ بول سکتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی وحشی اور غیر مہذب کیوں نہ ہو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اِنسان پیدا ہوتے ہی سانس لینا اور کھانا پینا شروع کرتا ہے۔ یا کچھ عرصے کے بعد چلنا پھرنا سیکھ لیتا ہے۔ تو پھر کیوں وہ بغیر کسی کی مدد کے بولنا نہیں سیکھ سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ سانس لینا، کھانا پینا اور چلنا پھرنا فطری صلاحتیں ہیں۔ اور زبان انسان کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔

اِنسان ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتا۔ وہ مختلف ضروریات کی بنا پر اس کیلئے مجبور ہے۔ کہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھے اور یہی چیز زبان کے وجود کا باعث بنی۔

زبان کے وجود میں آنے کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ یہاں مختصراً

اِن کا ذکر کیا جاتا ھے ۔

(۱) بو ۔ وُو نظریہ (The Bow-Wow Theory)

اس نظریے کے مطابق اِنسان نے جانوروں کی بولیوں کی نقل کرتے کرتے بولنا سیکھا ھے ۔ اور پھر زبان کو موجودہ معیار تک پہنچایا ھے ۔

(۲) پو ۔ پو نظریہ (Pooh-Pooh Theory)

یہ نظریہ اس بات کی وضاحت کرتا ھے ۔ کہ اِنسان خوشی یا خوف کے موقع پر جو مختلف قسم کی آوازیں مُنہ سے نکالتا ھے ۔ اِنہی آوازوں نے بعد میں منظم صورت اختیار کی اور زبان وجود میں آئی ۔

(۳) ڈِنگ ڈانگ نظریہ (Ding Dong Theory)

اِنسانی زبان کی آوازوں کا مفہوم کے ساتھ گہرا تعلق ھے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ھے ۔ کہ اِنسان پر بیرونی دُنیا کے جو اثرات پڑتے ہیں ۔ اس سے گھونگرُوں کی طرح مناسب آوازیں پیدا ہوئی ہوں گی ۔ جو بعد میں زبان کی صورت اختیار کر گئیں ۔ اس نظریے کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی ھے ۔

(۴) یو ۔ ھی ۔ ھو نظریہ Yo-He-Ho Theory

یہ نظریہ اُنیسویں صدی کے ایک عالم نوئری (Noire) نے پیش کیا ھے ۔ وہ کہتا ھے ۔ کہ جب انسان مل کر کام کرتا ھے ۔ تو کام کے وقت

مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ یہی آوازیں بعد میں زبان کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔

(۵) اشارات کا نظریہ The Gesture Theory

اس نظریے کے مطابق کہا جاتا ہے۔ کہ انسان پہلے اشاروں کے ذریعے ایک دوسرے تک اپنے خیالات پہنچاتا تھا۔ آج بھی گونگے اپنا مطلب اشاروں کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ بعد میں انہی اشاروں سے تصویری زبان وجود میں آئی۔ اور پھر آہستہ آہستہ بول چال کی زبان بنی۔

اگر اس نظریے کو درست مان لیا جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ انسان ۳۵۰۰ ق م سے پہلے بول نہیں سکتا تھا۔ یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو انسان زبان جیسے بنیادی وسیلے کے بغیر کیوں کر وہ قدیم اعلیٰ تہذیبیں قائم کر سکتا۔ جن کے آثار مہر گڑھ (بلوچستان)، بنوں، موہنجوڈرو اور ہڑپہ میں ملے ہیں۔

(۶) موسیقی والا نظریہ Musical Theory

اس نظریے کا بانی ڈنمارک کا مشہور ماہر لسانیات اوٹو یسپرسن (Otto Jesperson) ہے۔ اُس کا خیال ہے۔ کہ مندرجہ بالا نظریات زبان کے ایک حصے کے بارے میں تو صحیح ہیں۔ مگر پوری زبان کے لیے قابل قبول نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ کہ زبان کی آوازیں پہلے بہت طویل تھیں۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ مختصر ہوتی گئیں۔ اور آخر کار یہ موجودہ صورت میں ڈھل گئیں۔

(۷) میل جول کا نظریہ (The Contact Theory)

یہ جدید قابل قبول نظریہ ہے۔ جس کو ایمسٹرڈام کے پروفیسر جے۔ ریویس (J. Reves) نے پیش کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہی وابستگی وہ بنیاد ہے۔ جس کے نتیجے میں زبان وجود میں آئی۔ اور مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ صورت میں ظاہر ہوئی انسان اپنی مختلف ضروریات کے لیے دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔ اسی لئے اس نے آوازیں نکالنا شروع کیا۔ اور پھر ان آوازوں سے الفاظ وجود میں آئے۔ اور زبان کا ایک نظام تشکیل ہوا ——— (۱)

خداوند عظیم نے زبان کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔

" وَمِنْ آیاتہٖ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیت للعالمین "

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں جہانوں کیلئے نشانیاں ہیں۔" ——— (قرآن پاک سورۃ روم آیت ۲۲)

ان چند مشہور نظریات کو سامنے رکھکر ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ زبان

---

(۱) ۱ سے ۷ تک کا مواد چارلس باربر کی کتاب The Story of Language (Charles Barber) London/1965 کے صفحات 31 سے 39 تک سے لیا گیا ہے۔

انسان کے ہزاروں سالوں کے تجربات اور مشاہدات کے بعد موجودہ شکل میں سامنے آئی
ہے - تو اب موجودہ وقت میں ایک قوم کتنی ہی پسماندہ اور غیر مہذب کیوں نہ ہو -
اور اُن کی زبان تحریر میں نہ آئی ہو - یا اُس میں ادب نہ ہو - تو ہم یہ نہیں کہہ
سکتے - کہ یہ ابتدائی حالت میں ہے -

آر - ایچ - رابنس (R.H. Robins) لکھتا ہے :- "لسانیات کی رو سے کوئی زبان بھی
ابتدائی حالت میں نہیں ہے" ----- (1)

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے - کہ کوئی قوم، گروہ، یا معاشرہ ثقافت کے ابتدائی
درجے میں ہے - کیونکہ زبان معاشرتی ترقی کے ساتھ اپنے بنیادی ڈھانچے کو
نہیں بدلتی - اور یہ قواعد کے لحاظ سے اُتنی ہی پیچیدہ ہوتی ہے - جتنی ایک
ترقی یافتہ قوم کی زبان -

---

(1) General Linguistics R.H. Robins Page = 13 London 1964

علم لسانیات اور اُس کے شعبے

لسانیات وہ علم ہے۔ جس میں زبان کے مختلف مسائل یعنی زبان کی بناوٹ ابتداء، خصوصیات، ارتقائی تبدیلیوں اور دوسرے مسائل کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

لسانیات کو اب ایک سائنس کی حیثیت سے تسلیم کیا جاچکا ہے۔ اور مغربی ممالک میں اس کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

لسانیات کے تین بڑے شعبے ہیں۔

۱۔ تشریحی لسانیات ۲۔ تاریخی لسانیات ۳۔ تقابلی لسانیات

تشریحی لسانیات، لسانیات کی وہ بڑی شاخ ہے۔ جس میں کسی خاص دور میں کسی زبان میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں زبان کی ماضی یا مستقبل کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

اس کی چھوٹی شاخیں یہ ہیں۔

(i) صوتیات (Phonology)

اس کے دو حصے ہیں (الف) علم آواز Phonetics

(ب) علم صوتیہ Phonemics

(ii) علم صرف Morphology

(iii) علم نحو Syntax

(iv) معنویات Semantics
(v) لسانی جغرافیہ Linguistic Geography
(vi) علم لغت Lexicography

II تاریخی لسانیات

اِس میں اُن تبدیلیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے ~~۔ اس میں زبان کی ماضی یا مستقبل~~
جو وقت کے ساتھ ساتھ زبانوں میں آتی ہیں۔

III تقابلی لسانیات

اس میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا آپس میں موازنہ کیا جاتا ہے۔
اور اُن کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور روابط کے بارے میں معلوم
کیا جاتا ہے۔

———— × ————

بناوٹ کے لحاظ سے دنیا کی زبانوں کی تقسیم

دنیا کی زبانوں کو بناوٹ کے اعتبار سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اِن کے تین بڑے گروہ بنائے گئے ہیں۔

ایک گروہ ایسی زبانوں کا ہے جنہیں تجریدی زبانیں کہا جاتا ہے۔ اِن زبانوں کا ہر لفظ بذاتِ خود ایک مکمل اکائی ہوتا ہے۔ یہ نہ کسی سے بنا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس سے دوسرے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ البتہ ایک ہی لفظ کئی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اِن معنوں کا فرق جملے کی بناوٹ سے معلوم کیا جاتا ہے۔ ایسے الفاظ کا سیکھنا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ اِن زبانوں میں الفاظ الگ الگ اکائی ہوتی ہے۔ اِن میں گرامر اور اشتقاق کی پیچیدگیاں نہیں ہوتیں۔ اس گروہ کی زبانوں میں چینی زبان سب سے اہم ہے۔

دوسرے گروہ میں وہ زبانیں شامل ہوتی ہیں۔ جن میں اشتقاق ہوتا ہے۔ ایک لفظ دوسرے لفظ سے بنتا ہے۔ لیکن ایسے مرکبات اور مشتقات میں اجزائے مرکب میں کسی قسم کی اندرونی تبدیلی نہیں ہوتی۔ عام طور پر اجزاء سابقوں اور لاحقوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور ہر جزو اپنی مستقل شکل و صورت قائم و برقرار رکھتا ہے۔ اس گروہ کی زبانوں کو ترکیبی یا (Agglitinative) زبانیں کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ترکی ہے

تیسری قسم کی زبانیں وہ ہیں۔ جن میں اشتقاق کثرت سے ہوتا ہے۔ کبھی دو لفظوں کو ملا کر ایک نیا مرکب لفظ بنایا جاتا ہے۔ اور کبھی خود کسی لفظ میں اندرونی تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ اس تبدیلی سے لفظ کی اندرونی ساخت بدل جاتی ہے۔ اور وہ خاص معنے دینے لگتا ہے۔ اس قسم کی زبانیں

میں اشتقاق کثرت سے ہوتا ہے۔ اور اس طرح الفاظ کا سرمایہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ سامی اور آریائی زبانیں اسی گروہ سے ہیں۔ اور پشتو، سندھی اور اردو تینوں زبانیں بناوٹ کے لحاظ سے اسی گروہ میں شامل ہیں۔ اور تینوں میں مکمل اشتراک پایا جاتا ہے۔

تاریخی اور نسلی اعتبار سے دنیا کی زبانوں کو آٹھ بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ تقسیم اس بنیاد پر کی گئی ہے۔ کہ ہر خاندان سے ظاہر ہو۔ کہ اس کے بولنے والے خاص قبیلے کے افراد ہیں۔ جن میں سے بعض اس وقت ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں۔ لیکن زبان میں وہی اشتراک باقی ہے۔ آٹھ بڑے خاندان یہ ہیں۔

(۱) سامی (۲) ہند یورپی یا انڈو جرمنک (۳) ہند چینی (۴) دراوڑی (۵) مونڈا (۶) امریکی (۷) ملایا (۸) افریقہ کی بانتو —— (۱)

سامی زبانیں سامی قوموں کی زبانیں ہیں۔ جن میں آشوری، فنیقی، سریانی اور عبرانی زبانیں شامل ہیں۔ عربی اس خاندان کی زندہ زبان ہے اور عبرانی کو از سر نو زندہ کیا جا رہا ہے۔

ہند یورپی جن کو انڈو جرمنک یا آریائی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ گروہ ہے۔ جس میں یورپ اور ایشیاء کی آریائی زبانیں شامل ہیں۔ یورپ کی بیشتر زبانیں مثلاً انگریزی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی وغیرہ اسی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی طرح ایشیاء کی بیشتر زبانیں مثلاً روسی، فارسی، پشتو، سندھی، سنسکرت اور اردو وغیرہ اسی گروہ میں شمار ہوتی ہیں

---

(۱) ہندوستانی لسانیات (محی الدین قادری زور) ص ۶۳ مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۶۱ء

هند یورپی زبانوں کو مزید چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو اس طرح سے ہیں۔

(۱) ہند آریائی (۲) ہند ایرانی (۳) ارمنی (۴) بلقان سلانی
(۵) البانوی (۶) اطالوی (۷) ٹیوٹونی

اس تقسیم کے تحت سندھی اور اردو واضح طور پر ہند آریائی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جبکہ پشتو ایک طرف ہند آریائی گروہ سے وابستہ ہے تو دوسری طرف ہند ایرانی شاخ سے گہرے روابط رکھتی ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

الفاظ اور مخارج کے اعتبار سے ہند یورپی زبانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) ستیم گروہ (۲) سنٹم گروہ

اس تقسیم کے لیے سو کے لفظ کو معیار بنایا گیا ہے۔ اور تمام ہند یورپی زبانوں میں "سو" عدد کیلئے جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو سامنے رکھتے ہیں۔ جن الفاظ میں "ن" آیا ہے اس کو سنٹم گروپ میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے لاطینی کا "سنٹم"، فرانسیسی کا سانت، انگریزی اور جرمن کا ہنڈرڈ اور یونانی کا ہکاتون وغیرہ۔ جن زبانوں میں "سو" کیلئے استعمال ہونے والے لفظ میں "ن" نہیں آتا۔ انہیں ستیم گروپ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے اردو کا "سو"، سندھی کا "سئو"، پشتو کا "سل"، فارسی کا "صد"، روسی کا "ستو" اور سنسکرت کا ستیم وغیرہ اس تقسیم کے اعتبار سے سندھی، پشتو اور اردو تینوں "ستیم" گروپ میں آتی ہیں۔

اِن دونوں گروہوں کی زبانوں میں بہت سے بُنیادی الفاظ مشترک ہیں جیسے نیچے دیئے گئے نقشے سے ظاہر ہوتا ہے۔

پشتو	سندھی	اُردو	سنسکرت	فارسی	انگریزی	جرمن	فرانسیسی
پلار	پیُو	باپ	پاتری	پدر	فادر	واتر	پییر
مور	ماءُ	ماں	ماتری	مادر	مدر	موتر	میر
خور	بھیڻ	بہن	سواچر	خواہر	سسٹر	شوسٹر	سور
ورور	ڀاءُ	بھائی	بھراتر	برادر	بردر	برودر	فریئر

زبانوں کا یہ اشتراک محض اتفاقی نہیں۔ بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ اصلی آریائی سرزمین میں، وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ایک مشترکہ زبان بولی جاتی تھی۔ جس کے بولنے والے حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر حصولِ معاش کے لیے مختلف خطوں میں بکھر گئے۔ اور پھر مختلف جغرافیائی اثرات اور دوسری زبانوں کے ساتھ آمیزش کی وجہ سے متفرق زبانوں میں تقسیم ہو گئے۔ اُس اصلی زبان کے مشترک اثرات اب تک بالکل واضح اور نمایاں ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں۔ کہ بالکل ابتدائی دور میں بھی آریائی زبان بولنے والوں کے ساتھ سامی زبانوں والے آتے جاتے تھے۔ کبھی تجارتی مقاصد کے لیے اور کبھی مستقل نقل مکانی کے طور پر۔ سندھ کے موہنجوداڑو میں سامی اثرات پائے گئے ہیں۔ جس کا اثر یقیناً سندھ کی قدیم زبان پر بھی پڑا ہوگا۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اِن اثرات کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے۔

"خاص سندھ کی قدیم زبان کی ابتدائی تشکیل میں سمیر اور بابل کے تمدن والی زبانوں اور دوسری سامی صفت زبانوں کے کئی اجزاء شامل ہیں۔ سندھ

کی اس اولین زبان کے ٹوٹے ہوئے نقوش ہمیں موہنجوڈارو کی مہروں میں ملتے ہیں" (۱)
سندھی کی طرح پشتو بھی اپنے ابتدائی دور میں سامی اثرات سے محفوظ نہیں رہی۔ بلکہ اس پر سامی زبانوں کا کافی اثر پڑا ہے۔ خود پشتونوں کو ایک عرصے تک بنی اسرائیل کہا جاتا رہا۔ سر اولف کیرو لکھتا ہے:۔
"جب بنی اسرائیل میں افراتفری پھیلی تو افغانوں کے یہودی النسل اسلاف محکومی کے دور کے بعد مشرق ہی میں رہ گئے۔ اور بیت المقدس واپس نہیں گئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے غور کی پہاڑیوں میں پناہ لی"۔۔۔ (۲)
(William Jones) (Olaf Caroe)
آگے اولف کیرو نے ولیم جونز کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ افغان وہی دس اسرائیلی گم شدہ قبائل ہیں۔ جن کے متعلق پیغمبر عذرا نے کہا ہے۔ کہ وہ قید سے بھاگ گئے تھے۔

خود لفظ "پشتو" کے بارے میں محققین کا خیال ہے۔ کہ یہ عبرانی کے لفظ پاشت سے مشتق ہے۔ جس کے معنے تقسیم شدہ کے ہیں۔ گویا یہ بنی اسرائیل کا ایک جزو منقسم ہے۔ اسی طرح پشتو کے غر (پہاڑ) اور عبرانی کے گور (پہاڑ) میں بھی لفظی مشابہت ہے۔
ان سامی اثرات کی وجہ سے زبان کے ابتدائی محققین نے پشتو اور سندھی دونوں زبانوں کو سامی اثرات کے تحت سامی زبانوں میں شمار کیا ہے۔ جن مورخوں نے پشتونوں کو بنی اسرائیل سے منسوب کیا ہے۔ اُن میں مخزن افغانی کے مولف نعمت اللہ بھی شامل ہے۔ جو افغانوں کے

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ۔ ص ۱۹ حیدرآباد ۱۹۹۲ء
(۲) پٹھان (ترجمہ دی۔ پٹھانز) ص ۲۱ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۹۲ء

قدیم ترین مورخ ہیں ۔ اور جہانگیر کے دور سے تعلق رکھتے ہیں ۔ (۱)
اسی طرح حال میں مولوی ابوالجلال ندوی نے یہ دعویٰ کیا ۔ کہ موہنجودڑو
کے لوگ عبرانی اور عربی بولتے تھے ـــــ (۲)
ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ بھی موہنجودڑو کی قدیم بولی کو سامی صفت
زبانوں میں سے سمجھتے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں :۔
"آثار قدیمہ سے ملے ہوئے مواد اور معلومات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے ۔
کہ سندھ کی قدیم بولی کسی سامی صفت زبانوں کے گروہ سے تھی ـــ (۳)
جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے ۔ کہ پشتون نسلاً آریہ
ہیں ۔ اور ان کی زبان پشتو ایک خالص آریائی زبان ہے ۔ جو اصل آریائی
زبان سے پیدا ہوئی ۔ اسی طرح جدید سندھی بھی اصلاً خالص آریائی زبان
ہے ۔ جبکہ اُردو کے آریائی ہونے میں کسی محقق کو اختلاف نہیں ۔

---

(1) Afghan Dynasties (Elliot & Dowson) P. 92 Calcutta 1955

(۲) سندي بولي (سراج) ص ۱۲۳ — حیدرآباد ۱۹۶۴ع

(۳) سندي بوليءَ جي مختصر تاريخ ص ۱ — حیدرآباد ۱۹۶۲ع

آریہ کہاں سے آئے۔ اس کے بارے میں مختلف محققین نے مختلف نام لئے ہیں۔ کسی نے آسٹریا اور ہنگری کو آریاؤں کا مرکز کہا ہے۔ تو کسی نے سائبیریا کے میدانوں کو۔ لیکن اکثر محققین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ برصغیر کی طرف ہجرت کر کے آنے والے آریاؤں کا مرکز موجودہ افغانستان اور ایران کے درمیان کہیں تھا۔

آبادی بڑھ جانے کے بعد آریا تین حصوں میں بٹ گئے۔ ایک حصہ ایران کی جانب چلا گیا۔ جہاں مشترک آریائی زبان "آریک" نے اوستا (ژندکی زبان) کی صورت اختیار کی اور بعد میں پہلوی دور سے گزر کر موجودہ فارسی بنی۔ دوسرا گروہ درہ خیبر کے راستے برصغیر میں داخل ہوا۔ اس گروہ کی زبان نے قدیم سنسکرت (ویدوں کی زبان) کی صورت اختیار کی اور جو قبائل کہیں نہیں گئے اور اپنے اصل علاقے قدیم آریانا (موجودہ افغانستان) میں رہ گئے اُن کی زبان وہی آریک رہی۔ جس نے سنسکرت، اوستا اور دوسری زبانوں کے اثرات کے تحت موجودہ پشتو زبان کی صورت اپنائی۔

قدیم مشترک آریائی زبان کے بارے میں مختلف محققین اور ماہرین لسانیات نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جن میں سے چند کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتے ہیں، "ہجرت کے وقت آریہ ایک مخصوص زبان بولتے تھے جو "آریک" کہلاتی تھی۔ یہ زبان اب موجود نہیں ہے۔ مگر سنسکرت اسی سے نکلی ہے" ——— (۱)

(۱) تمدن ہند ڈاکٹر گستاؤلی بان ص ۱۸۴
ترجمہ: بلگرامی

مشہور ماہر لسانیات گریئرسن (Grierson) لکھتے ہیں،

"رگ وید کے سب سے پہلے منتر آریوں کے ہندوستان میں داخل ہونے سے قبل لکھے جا چکے تھے۔ یہ اُس زبان میں لکھے گئے ہیں جو ہند آریائی زبانوں کی ماں تھی" (ترجمہ) ــــ (۱)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور صاحب لکھتے ہیں،

"آریا ہندوستان میں داخل ہونے سے قبل مشرقی ایران اور افغانستان میں چند دن ٹھہر چکے تھے، اور وہاں اُن کی زبان ایک حد تک ارتقاء پا چکی تھی اسی کو ہم ہند ایرانی یا آریائی کہتے ہیں" ــــ (۲)

افغانی قبائل کے بارے میں وہ لکھتے ہیں،

"جو آریا ایران میں رہ گئے اِن میں سے بعض سامی، بابلی اور آشوری عناصر سے متاثر ہو کر اپنا ایک عالی شان تمدن بنا سکے جو آج قدیم ایرانی تمدن کہلاتا ہے اور اُن کے جو قبیلے اِن اثروں میں نہ آ سکے اور اپنا کوئی جدا تمدن نہ بنا سکے وہ آج بلوچی اور افغانی کہلاتے ہیں" ــــ (۳)

ڈاکٹر مسعود حسین خان بھی اس نظریے کے حامی ہیں کہ آریہ وسط ایشیاء سے نکل کر ایران اور افغانستان میں پھیل گئے، اور ہند یورپی زبان کی ہند ایرانی شکل وہیں سے بنی۔ وہ لکھتے ہیں،

"یہ امر یقینی ہے کہ ہند یورپی زبانیں بولنے والے آریہ اپنے داخلۂ ہندوستان

Linguistic Survey of India Vol I part I Page: 75 (1)

(۲)، (۳) = ہندوستانی لسانیات ص ص ۷۵، ۷۶

لاھور ۱۹۶۱ ع

سے قبل مشرقی ایران میں قیام کرتے ہیں جہاں اُن کی زبان ارتقائی مراحل طے
کرتے ہوئے دو ہزار (۲۰۰۰) ق م تک ہند ایرانی منزل پر پہنچ جاتی ہے۔ ہند
یورپی زبان کی یہ ہند ایرانی شکل ہی اِن تمام زبانوں کی ماں کہی جاسکتی ہے جو بعد
کو ایران میں پھیلیں اور جسے آریہ بولتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے "۔ (۱)
وہ آگے لکھتے ہیں ؛

"رگ وید کے مختلف حصّوں کی تصنیف مختلف زمانوں اور مختلف مقاموں پر
ہوئی ہے کسی میں قندھار کے راجہ دلیوداس کا ذکر ہے تو کسی میں سندھ کے
کنارے بسنے والے راجہ سورداس کا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے کچھ
منتر قندھار میں لکھے گئے، کچھ دریائے سندھ کے کنارے اور کچھ جمنا کی وادی میں" (۲)
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب نے آریہ اور آریائی زبان کے بارے میں
اِن خیالات کا اظہار کیا ہے ؛

"برصغیر میں داخل ہونے والے اِن آریائی قبیلوں کی زبان کی اصل صورت کیا
تھی؟ اس کا قطعی تعین دشوار ہے البتہ اس دور قدیم میں ایرانی زبان اور
ہندوستانی آریائی زبان میں بڑی مماثلت موجود ہے اور چند صوتی تغیرات کو
ملحوظ رکھیں تو ایک زبان کے لفظ کو آسانی سے دوسری زبان کے لفظ میں بدلا
جاسکتا ہے مثلاً ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایرانی ہ (ہائے) کی آواز ہندوستانی
شاخ میں س سے بدل جاتی ہے۔ اوستائی "ھینا" سنسکرت سینا یعنی سپاہ
اس کی ایک مثال ہے۔ اس دور کی قدیم ترین لسانی شہادت تحریری

(۱) و (۲) مقدمہ تاریخ زبان اُردو ص ۱۳۰ اُردو مرکز لاہور ۱۹۶۶ع

صورت میں تو بہت بعد میں ملتی ہے اور اس قسم کا پہلا نمونہ اشوک کے کتبات میں
نظر آتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم و بیش تین سو سال پہلے رقم ہوئے
لیکن اِن کتبات سے صدیوں پہلے ویدوں کا وہ اہم سرمایہ مرتب اور مدون
ہونا شروع ہوا تھا جو آج ہند آریائی مذہب کی اصل اور اساس ہونے کے ساتھ
ساتھ علمی حیثیت سے خاص طور ہند آریائی لسانیات کے مطالعے کے سلسلے میں
سب سے اہم دستاویز ہے" ـــــ (۱)

محمد مدنی عباسی نے "پشتو زبان و ادب کی تاریخ" کے نام سے اُردو میں
ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے۔ وہ آریائی زبان کے بارے میں لکھتے ہیں،
" یہ قبائل (آریہ) شروع میں ایک زبان بولتے تھے ۔ وہ جہاں بھی گئے وہاں
کی مقامی زبانوں سے مل کر ایک نئی زبان عالم وجود میں آگئی جیسے ایران
میں اوستا اور ہند میں سنسکرت بنی مگر جو قبیلے کہیں نہیں گئے اور وہیں
باختر میں یا اُس کے آس پاس کے علاقوں میں مقیم رہے اُن کی زبان پشتو
ہی رہی" ـــــ (۲)

پشتو اکیڈمی پشاور کے ڈائریکٹر جناب خیال بخاری نے پشتو صرف و نحو
کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ مشترک آریائی زبان کے بارے میں
یوں لکھتے ہیں،
" آریاؤں کی ابتدائی نامعلوم زبان جب مختلف ممالک میں پہنچی تو کچھ

---

(۱) جامع القواعد (حصہ صرف) ص ۱۶ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء

(۲) پشتو زبان و ادب کی تاریخ ص ۱۰ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۹ء

عرصے کے بعد دوسری زبانیں پیدا ہوئیں۔ جیسے ایران میں اوستا اور پرانی فارسی
اور ہند میں سنسکرت اور ہندی اور ان دونوں کے درمیان میں پشتو" (ترجمہ)(۱)

جناب ضیاء جعفری نے اپنے ایک مضمون میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے،
"آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے آریائی قبائل تین بڑے گروہوں میں بٹ گئے
ایک ایرانی دوسرا باختری یا بخبتی اور تیسرا ہندی ۔ باختری یا بخبتی آریوں
کا حال آریوں کی مقدس کتاب رگ وید میں مفصّل طور پر لکھا ہے۔ رگ وید
میں ان کے لیے پکھت اور پکھتیا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ~~اور یہاں کے~~
رگ وید کے بعد دوسری پرانی کتاب اوستا ہے جو ایک ہزار قبل مسیح میں
لکھی گئی ۔ اس میں بلخ کا نام بخذی لکھا ہوا ہے اور یہاں کے باشندوں کا
نام بخت لکھا ہوا ہے۔ ان الفاظ پر غور کرنے سے بختون یا پشتون کے نام
کی اصلیت بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ جو لوگ بلخ یا باختر کے
گرد و نواح میں رہنے لگے ان کی زبان پشتو ہو گی" ——— (۲)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں،
"اس ملک کا وہ حصہ (افغانوں کے ملک کا) جو ایران سے ملحق تھا
فارسی بولتا تھا، اور جو لوگ ہندوستان سے قریب تھے وہ سنسکرت اور
پراکرت سے متاثر تھے۔ صرف درمیانی علاقے کے باشندے اپنی پرانی اور
اصلی زبان پشتو میں بات چیت کرتے تھے" ——— (۳)

---

(۱) صرف و نحو (پشتو) ص ک و یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور
(۲) پشتو ادب (مرتبہ جلیل قدوائی) ص ۹ ادارۂ مطبوعات کراچی ۱۹۵۷ء
(۳) اُردو میں پشتو کا حصہ ص ۱۴ پشاور ۱۹۶۰ء ۱۹۵۶ء

افغان ادیب صدیق اللہ خان رشتین نے پشتو ادب کی تاریخ میں آریاؤں اور آریائی زبان کا ذکر یوں کیا ہے،

"آریہ قدیم زمانے میں اکٹھے رہتے تھے اور ایک مشترک زبان بولتے تھے۔ یہ تقریباً چار ہزار قبل مسیح اپنے اصلی مسکن یعنی آمو دریا کے ساحل سے چلے اور باختر (بلخ) میں ایک عمدہ تمدن قائم کی" (ترجمہ)۔(۱)

احمد علی خان کہزاد افغانستان کے ایک مشہور محقق اور مؤرخ ہیں۔ اُن کی کتاب "د افغانستان پخوانے تاریخ" (افغانستان کی قدیم تاریخ) ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اُنہوں نے تفصیل کے ساتھ آریاؤں کی آمد اور آریائی زبان سے متعلق تحقیق کی ہے اور قدیم افغانستان کی تاریخ اور ادبیات پر تفصیلی مواد پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں،

"سنسکرت اور ژند کی زبان (اوستا) میں بہت کم فرق ہے اور یہ آپس میں بہت حد تک ملتی ہیں۔ اس مشابہت کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ آریہ کی رہائش اور ہجرت کا مرکز وہ نقطہ ہے جہاں یہ دونوں زبانیں بولی جاتی تھیں۔ یہاں فوراً ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نقطہ کون سا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ باختر ہے" ترجمہ (۲)

احمد علی کہزاد باختر (موجودہ افغانستان) کو آریاؤں کی مستقل رہائش گاہ بتاتا ہے۔ اس کے خیال میں وہیں سے آریہ ایران اور ہندوستان کی جانب پھیلے اور ایران میں اوستا اور ہندوستان میں سنسکرت وجود میں آئیں۔

---

(۱) د پښتو د ادب تاریخ ص ۱ کابل ۱۹۵۴ء

(۲) د افغانستان پخوانے تاریخ ص ۱۸ کابل ۱۹۵۵ء

پشتو اور فارسی کے فاضل محقق عبدالحئی حبیبی کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اُنہوں نے پشتو زبان و ادب پر جو کام کیا وہ ایک فرد کا نہیں ادارے کا کام تھا۔ اُن کی کتاب "د پښتو ادبیاتو تاریخ" (پشتو ادب کی تاریخ) پشتو پر پہلی مستند کتاب ہے۔ جس میں پشتو زبان کے آغاز پر تحقیق کی گئی ہے۔ اُنہوں نے بڑی محنت سے مختلف کتابوں کے حوالے دے کر آریہ، وید، اوستا اور باختر پر بحث کی ہے اور اوستا، سنسکرت اور پشتو کا تعلق دلائل سے ثابت کیا ہے۔ آریاؤں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں

"آریائی قومیں بخدی یا باختر سے مشرق میں پھیل گئیں اور ہند اور ایران میں تمدن قائم کی۔ اِن میں بعض بخدی اور ہندوکش کے شمال اور جنوب میں رہ گئے اور بعد میں پورے ملک (افغانستان) میں پھیل گئے۔ یہ قبائل جو مرکزی باختری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، بہت ہیں جن میں ایک بڑا قبیلہ (پکھت - پخت - پختون) کے نام سے مشہور ہے اور پشتو زبان ابھی تک بولتے ہیں۔ یہ زبان قدیم دور سے اِن کو ملی ہے اور اصل آریائی زبان سے اِن کو ملی ہے" (ترجمہ) — (۱)

وہ آگے لکھتے ہیں،

" آریہ قومیں جب پھیلیں تو ہماری طرف بھی آئیں اور باختر میں ایک عمدہ تمدن بنائی یہ تین شاخوں میں بٹ گئیں (۱) مرکزی اور باختری جو ہندوکش کے شمالی اور جنوبی علاقوں میں پھیلیں۔ اِن کا مرکز بلخ، تخارستان، ہرات، کابل، گندھارا اور خراسان وغیرہ تھا، اور اس کے اثرات بحیرہ عرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ (۲) دوسرا گروہ

---

(۱) د پښتو ادبیاتو تاریخ (لومړی ټوک) ص ۱۸ کابل ۱۹۴۶ء
(پشتو ادب کی تاریخ) جلد اوّل عبدالحئی حبیبی

ہرات سے ہوکر ایران پہنچا اور سا تویں صدی قبل مسیح میں ایک میدیائی حکومت قائم کی
(iii) تیسرا گروہ خیبر کے راستے ہندوستان کے جنگلوں میں داخل ہوا۔
آریاؤں کے ان تین گروہوں (باختری، ایرانی اور ہندی) کا تعلق ہماری زبان سے ہے۔
مرکزی آریہ جو بلخ کے آس پاس رہتے تھے، ایک علیحدہ تمدن قائم کر سکے اور اپنے علاقے کو "آریاورشہ" یا "آریہ ورتہ" کہلاتے تھے۔ "منو" یا "مانو" آریاؤں کا باپ (بزرگ) ہے اسی لئے آریاؤں کو "منوزی" بھی کہتے ہیں۔ اسی کے نام سے آریاؤں کے قوانین بنے۔ ان کا مرکز بلخ، بخدی، یا باہیکا تھا" (تلخیص، ترجمہ)[1]
ان اقتباسات سے اور اسی طرح دوسرے مورخین اور محققین کی رائے سے ایک بات متفقہ طور پر ثابت ہوتی ہے کہ "آریانا" یا "آریہ دیش" موجودہ افغانستان کی سرحدوں میں واقع تھا۔ اور قدیم آریائی بولی یہاں بولی جاتی تھی وہ زبان اپنی اصل صورت میں موجود نہیں ہے اور اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑے ہر آریائی زبان میں نظر آتے ہیں۔ پھر وہ اصلی زبان یا اس سے قریب تر موجودہ زبان کونسی ہے؟ اس موضوع پر ہر جگہ جذبات کی پرچھائیں چھائی نظر آتی ہیں اور اچھے اچھے محققین اپنی قومی برتری کو ثابت کرنے کیلئے جذبات کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ سندھی زبان کے محقق سراج الحق میمن اور پشتو زبان کے قابل احترام ادیب مولانا عبدالقادر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔
سراج الحق میمن صاحب اس نظریے کے قائل ہیں کہ انسانی نسل کی ابتدا

---

(۱) دَ پښتو ادبیاتو تاریخ (لومړے ټوک) ص ۱۷ کابل ۱۹۴۶ء

وادئ سندھ سے ہوئی اور یہیں سے پوری دنیا میں پھیلی اس طرح سندھی زبان دنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ وہ آریاؤں کی آمد کو محض ایک افسانہ سمجھتا ہے جس کو جرمن جنگبازوں نے اپنی نسلی تفوق ثابت کرنے کے لیے گھڑا اور دوسری اقوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی۔ سراج کے خیال میں خود سنسکرت اور پراکرت سندھی کی بیٹیاں ہیں ——— (۱)

پشتو اکیڈمی کے سابق ڈائرکٹر مولانا عبدالقادر (مرحوم) نے پشتونوں کے موجودہ وطن کو نسل انسانی کی پیدائش کی جگہ اور پشتو زبان کو دنیا کی تمام زبانوں کی ماں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اولف کیرو Oalf Caro کی کتاب The Pathans (دی پٹھانز) کے اردو ترجمے "پٹھان" کے مقدمے میں لکھتے ہیں،

" اپنی اثرات کی بنا پر زندگی کی نشو و نما کے لیے وسط ایشاء کے اس خطے (افغانستان کا سطح مرتفع پامیر) کی آب و ہوا بڑی سازگار تھی۔ سندھ اور گنگا کے میدان ابھی تک زیر آب ہی تھے اسی طرح عراق، عرب، بابل اور عرب افریقی علاقے جو بحیرہ روم کی زد میں تھے سب ابھی پانی کے نیچے تھے۔ زمین کے اس حصے ~~[illegible]~~ کے جغرافیائی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس گرد و نواح میں حیات کی نشو و نما کے تمام اجزاء موجود تھے۔ پہاڑ، دریا اور میدان سب ایک دوسرے سے پیوست تھے اس لئے ایک ماحول سے دوسرے ماحول تک پھیلنے میں نباتات اور حیوانات کو آسانی میسر تھی

ملاحظہ ہو سنڌي ٻولي سراج الحق میمن عظیم پبلکیشن حیدرآباد ۱۹۶۴ء

اور شاید ماحول کی اسی سازگاری کے سبب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پیدائش اور
اُس کی پرورش کیلئے یہی خطہ چُنا" ——— (۱)

آگے وہ لکھتے ہیں،

"پشتون نسل اور زبان کی قدامت تو مسلم ہے مگر مورخین اس حقیقت کو ماننے
کے باوجود کبھی اِن کو ایک رنگ و نسل سے منسوب کرتے ہیں اور کبھی دوسری سے۔
ایسے ہی اِن کی زبان کو کبھی زبانوں کی کس نسل سے مانتے ہیں اور کبھی کس سے لیکن
اگر اس نظریے کی بنیاد پر علمی تحقیق کی گئی تو صرف اُمید ہی نہیں یقین ہے کہ
محققین اس نتیجے پر پہنچیں گے اور پشتونوں کے بنی اسرائیل، سامی النسل یا اِن
کے آریہ، منگول یا کسی اور نسل سے ہونے کے تمام مسئلے بیچ میں سے نکل جائیں گے
اور محققین یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ بنی نوع انسان کی مہذب زندگی کی
ابتدا پشتون نسل اور پشتو زبان سے ہوئی" ——— (۲)

مولانا عبدالقادر نے اس سلسلے میں کافی بحث کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے
"اگر اس عظیم نسل کی اصل قدیم تھی تو اس کی زبان بھی لازماً قدیم مانی جائے
گی، اس سبب سے پشتو کو دُنیا کی قدیم زبانوں کی ماں یا نانی ماننا پڑے گا" (۳)

اُردو زبان کے بارے میں اس قسم کے دعوے نہیں ہوئے اور محققین
اور ماہرینِ لسانیات نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ کیوں کہ ایک طرف
اُردو کسی مخصوص نسل کی زبان نہیں تو دوسری طرف وہ ایسے حالات میں پیدا ہوئی

---

(۱) پٹھان ص ۲۰ (مقدمہ) پشتو اکیڈمی، پشاور ۱۹۶۷ء
(۲) پٹھان ص ۲۲ (مقدمہ) پشتو اکیڈمی، پشاور ۱۹۶۷ء
(۳) پٹھان ص ۲۵ (مقدمہ) " " "

کہ اِن دعووں کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ بات مسلم ہے کہ سندھی اور پشتو کی طرح اُردو بھی ایک قدیم زبان ہے۔ البتہ اس کی موجودہ صورت بہت بعد میں وجود میں آئی ہے۔

جذبات کو برطرف رکھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زبان جسے ہم آریہ کی مناسبت سے "آریک" کہتے ہیں، سب میں ہے اور کہیں بھی نہیں ہے۔ وہ باختر میں پیدا ہوئی، ایران میں جاکر اوستا، پہلوی اور فارسی بنی اور ہند آکر سنسکرت میں سموئی، وہ پشتو میں رچی، سندھی میں بسی اور اُردو میں مہک رہی ہے۔ وہ بوئے گل کی طرح اِن سب میں مشترک ہے اور اِن سب سے باہر۔ وہ اِن تینوں زبانوں کی بنیاد ہے، اِن تینوں زبانوں کی قدر مشترک ہے اور ہند ایرانی زبانوں کے ساتھ اِن کا مؤثر ترین رابطہ ہے۔ آریک کے اس کردار کو ہم آئندہ مزید وضاحت سے بیان کر رہے ہیں

——— × ——— × ——— × ———

سندھی، پشتو، اُردو

کا

نسلی اِشتراک

اب تک ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سندھی، پشتو اور اُردو تینوں آریائی زبانیں ہیں جو مشترک آریائی زبان "آریک" سے نکلی ہیں، ان میں سے اردو اور سندھی کا تعلق ہند آریائی شاخ سے ہے جبکہ پشتو کا رشتہ ایک طرف ہند آریائی شاخ سے استوار ہے تو دوسری طرف یہ ہند ایرانی شاخ سے گہرا تعلق رکھتی ہے آریک (قدیم مشترک آریائی) زبان کو سامنے رکھکر ہم تینوں زبانوں کا نسلی اور خاندانی رشتہ تلاش کر سکتے ہیں لیکن اس سے پہلے تینوں زبانوں کے محققین اور ماہرین لسانیات کی رائے بیان کرنی ضروری ہے جو مختلف شواہد کی بنا پر ان زبانوں کو مختلف خاندانوں سے وابستہ سمجھتے رہے ہیں۔

سندھی، سندھ کی زبان ہے اور اسی نسبت سے سندھی کہلائی ہے اس کے بارے میں محققین مختلف نظریات رکھتے ہیں

وادیٔ سندھ کی قدیم تہذیب کے جو آثار موہنجوڈارو سے دریافت ہوئے ہیں، ان سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ وہاں کے باشندوں نے ایک اعلیٰ تمدن بنا رکھی تھی اور وہ تحریر کے فن سے واقف تھے

وہاں سے تصویری خط میں جو مہریں دستیاب ہوئی ہیں، وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ موہنجوڈارو کے باشندے تحریر کے لیے تصویری اور نیم تصویری خط استعمال کرتے تھے۔ یہ تحریر کیا ہے اور کس زبان کی نمائندگی کرتی ہے؟ تاریخ اس کے بارے میں خاموش ہے اور یہ تحریر آج تک ماہرین لسانیات کے لیے معمہ بنی ہوئی ہے اور اس انتظار میں ہیں کہ کوئی بے زبان اس کو نطق عطا کرے۔

تصویری زبان کو پڑھنے کے لیے مختلف ماہرین نے کوششیں کی ہیں اور ان تصویروں کو مختلف معنے پہنائے ہیں جن کا ذکر یہاں ضروری ہے۔
سراج الحق میمن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تصویری اور نیم تصویری خط کو پڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اس کی تفصیل اس کی کتاب سندھی بولی میں ملتی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔
تصویری خط کو کوپنہگن Copenhagen کے The Scandinavian Institute of Acian Studies (سکنڈے نیوین انسٹیٹیوٹ آف ایشین سٹڈیز) کے محققین آسکو پرپولا (Asko Parpola)، سیپو کوسکینیمی (Seppo Koskenniemi) اور پینٹی اینلٹو (Pentti Analto) اور سِمو پرپولا (Sims parpola) نے پڑھنے کی کوشش کی ہے اور دراوڑی زبان کی روشنی میں اِن علامتوں کو معنے پہنائے ہیں۔ اس تحقیقی کام کو اُنہوں نے "Decipherment of the Proto-Dravidian Inscription of the Indus Valley" میں ۱۹۶۹ء کو کوپنہیگن سے شائع کیا۔
روس میں بھی کمپیوٹر کے ذریعے اِس تصویری تحریر کو پڑھنے کی کوشش کی گئی۔
اِن محققین کے نتائج پر اس باب کے آخر میں تفصیلی بحث کی جائے گی یہاں

صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ انہوں نے اس زبان کو "دراوڑی زبانوں کی ماں" (Proto Dravidian) کہا ہے۔
یہ تو جدید تحقیق ہے البتہ قدیم محققین میں سے اکثر نے سندھی کو آریائی زبان کہا ہے اور دراوڑی زبانوں کا گہرا اثر سندھی پر دکھایا ہے۔
کہا جا سکتا ہے کہ سندھی وہی زبان ہے جسے آریہ بولتے ہوئے اپنے ساتھ لائے اور یہاں سندھ میں آباد ہو کر مقامی (دراوڑی) زبان کے بے شمار اثرات اپنائے اور سندھی زبان کی صورت میں ڈھلنے کے بعد عربی اور فارسی، ترکی اور پشتو اور انگریزی کے اثرات قبول کرتے ہوئے موجودہ سندھی کی صورت میں سامنے آئی۔
آریا جب برصغیر میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف اقوام موجود تھیں ان کی اپنی بولیاں تھیں، ان قدیم اقوام میں نگریٹو (Negrito)، آسٹرک، کول، بھیل اور دراوڑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔
آریا شمال مغربی سرحد سے داخل ہوئے اور وسطی ہندوستان تک جا پہنچے۔ حملہ آوروں کے مقامی لوگوں کے ساتھ سخت مقابلے ہوئے جن کا ذکر آریاؤں کی مقدس کتابوں میں موجود ہے۔
قانون فطرت ہے کہ محکوم قوم اور حاکم قوم ایک دوسرے کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ جہاں حاکم قوم بہت کچھ اپنے محکوم قوم پر مسلط کرتی ہے وہاں اسے بہت کچھ اپنانا بھی پڑتا ہے۔ آریوں کی آریک (قدیم آریائی) اور سنسکرت پر سخت احتیاط پابندی کے باوجود وہ مقامی اثرات سے بچ نہ سکی۔ مولانا سلیمان ندوی صاحب ان اثرات

کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

"ہندوستان کے اصلی رہنے والے ڈراویڈی اور ہندوستان کی اصل زبانیں تامل، تلگو اور کنڑی وغیرہ ڈراویڈی زبانیں ہیں۔ سنسکرت اور پرانی ہندی خود باہر کی زبانیں ہیں، جن کا اس ملک سے چند ہزار برس سے زیادہ کا تعلق نہیں...... آریا جو زبان بولتے ہوئے اس ملک میں آئے معلوم نہیں وہ اس کو کب تک بولتے رہے۔ بہرحال اس میں میل ہوا اور اس سے اثر کر ایک دوسری زبان کا خاکہ تیار کیا جو ذرا ذرا فرق سے ہر صوبے میں الگ الگ ہو گئی" ——— (۱)

زبانوں کے اخذ و اشتراک میں ہمیشہ زبانیں ایسے اثرات کو قبول کرتی ہیں جن کا ان کے بنیادی ڈھانچے پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:۔

"زبانوں کے میل جول کا وہ تصور جو بالعموم پایا جاتا ہے لسانیاتی نقطہ نظر سے درست نہیں۔ اس قدر ضرور ہے کہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں داخل ہو کر اس کا حصہ بن جاتے ہیں، زبان کے اصل ڈھانچے میں خارجی اثرات کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ قانون ارتقاء کے تحت جو فطری تبدیلیاں ہوتی ہیں، ان کی بات اور ہے۔ دراوڑی زبانوں کے الفاظ تمدنی ضرورتوں کے تحت آریائی زبانوں نے بلاشبہ قبول کیے، باقی ان کے تانے بانے

---

(۱) نقوش سلیمانی ص ۳۴ کراچی ۱۹۶۷ء

میں رہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج ہندوستان میں دراوڑی اور آریائی دو الگ الگ خاندان السنہ نہ ہوتے"۔ ـــــ (۱)

آریک (قدیم مشترک آریائی) زبان نے جہاں ایک طرف مقامی اثرات کے تحت سنسکرت کی ادبی شکل اختیار کی وہاں وہ سندھ میں سندھی کی صورت میں سامنے آگئی۔ اگر موہنجو دڑو کے دور کی زبان کو ہم "قدیم سندھی" کا نام دیں تو آریائی سندھی کو "درمیانی سندھی" کہا جا سکتا ہے۔ "درمیانی سندھی" کن اثرات کے تحت وجود میں آگئی یہ ایک مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے اور آج تک کسی سے حل نہیں ہو سکا۔ بدقسمتی سے "درمیانی سندھی" کا کوئی تحریری نمونہ اب تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ آریائی سندھی کسی سندھی زبان کے اثرات کے تحت سامنے آئی۔ خواہ وہ قدیم سندھی" تھی یا کوئی اور زبان۔ دراوڑی نسل سے تھی یا کسی اور نسل سے۔ بہر کیف "آریک" نے اُن مقامی اجزاء کو اپنایا اور اس طرح "درمیانی سندھی" وجود میں آئی۔ پھر عربی، ترکی، فارسی، پشتو اور انگریزی اثرات کو اپناتے ہوئے "موجودہ سندھی" کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ لیکن آج بھی وہ مکمل آریائی زبان ہے کیوں کہ بنیادی ڈھانچا اُسی "آریک" کا ہے۔

ماہرین کے ایک بڑے گروہ نے سندھی کو کلاسیکی سنسکرت سے مشتق زبان سمجھا اور اس کو ثابت کرنے کے لیے کتابیں لکھیں۔ ان ماہرین میں ہندو بھی شامل ہیں، انگریز بھی اور چند جدید ماہرین لسانیات بھی۔ اُن

---

(۱) اردو سندھی کے لسانی روابط ص ص ۷، ۸ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء

کے خیال میں سنسکرت نے جب عوامی زبان کی شکل اختیار کی تو اس سے پراکرت بنی پھر یہی پراکرت مختلف اپ بھرنشاؤں میں تقسیم ہوئی اور انہی اپ بھرنشاؤں نے جدید ہند آریائی زبانوں کا روپ دھارا۔ سندھی، ان کے مطابق، وراچڈ اپ بھرنش سے نکلی ہے۔

ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ (Dr. Earnest Trumpp) نے سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کیا کہ سندھی، سنسکرت سے نکلی ہے۔ اس نے ایک بیش بہا کتاب (SINDHI Grammar) سندھی گرامر انگریزی میں ۱۸۷۲ء میں لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:-

"The Sindhi is a pure Sanskritical language more free from foreign ele-ments than other of the North Indian vernaculars" — (1)

ترجمہ "سندھی خالص سنسکرتی زبانوں میں سے ہے جس پر بہ نسبت دوسری شمالی ہند آریائی بولیوں کی نسبت بیرونی اثرات بہت کم پڑے ہیں"

بعد کے مطالعے نے ڈاکٹر ٹرمپ پر یہ بات واضح کردی کہ سندھی نے اپ بھرنش کے بہت سے اجزاء کو باقی رکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"The SINDHI has remained steady

(1) A Grammar of SINDHI Language P.1 (Introduction) London, 1872 A.D

in the first stage of decomposition after the old Prakrit where as all of the Congage dialects have ~~[illegible]~~ stuck some degree deeper, we shall see in the course of our introductory remarks, that the rules, which the Prakrit grammaratarian Kram Disvasd has laid down ~~with~~ in reference to the present Sindhi, which by no means can be stated of the other dialects. The Sindhi has thus become an indepedent language, which, though sharing a common origion with its sister lan-guages, is very materially differing from them" —— (1)

ترجمہ (سندھی زبان، پراکرت کی تحلیل کے پہلے مرحلے میں متحکم رہی ~~جبکہ~~ جہاں دوسری تمام زبان اس سے ایک درجہ آگے

---

(1) A Grammar of Sindhi language P. ii (introduction) London, 1872.

نتھرہ گئی ہیں۔ ہم اپنے تعارفی اشارات میں پراکرت قواعد نویس کرم دیواس
کے وہ قوانین دیکھے گئے جو اس نے جدید سندھی کے سلسلے میں لکھے ہیں اور
جو دوسرے لہجوں (بولیوں) کے بارے میں نہیں اپنائے جا سکتے۔ لہذا سندھی
ایک آزاد اور خود مختار بولی کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آئی جو اپنی بہن
زبانوں کے ساتھ ماخذ کا اشتراک رکھتے ہوئے بھی مواد کے لحاظ
سے اختلاف رکھتی ھے)

سندھی کو سنسکرت سے مشتق سمجھنے والے ماہرین میں ہیمچندر مارکنڈیا،
مرزا قلیچ بیگ، محمد صدیق میمن، بھیرومل مہرچند اڈوانی، لکرنل ہارنل
(Hoernel)، جان بیمز (Johns Beams)،
گرئیرسن (Grierson) اور حکیم فتح محمد سیوہانی سب شامل
ہیں اور تقریباً سب نے یہی موقف اختیار کیا ھے کہ سنسکرت سے پراکرت
پراکرت سے اپ بھرنش اور اپ بھرنش سے سندھی بنی ھے۔ البتہ سندھی
پر بیرونی اثرات کے بارے میں سب کا اتفاق ھے اور جو لوگ سندھی کو
سنسکرتی زبان نہیں سمجھتے وہ بھی ان بیرونی اثرات کو مانتے ہیں۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے مارکنڈیا کے حوالے سے لکھا ھے،

"مارکنڈے نے اپنی مشہور تصنیف "پراکرت سوسو" میں صرف تین اپ
بھرنشاؤں کا ذکر کیا ھے، ناگر، اپ ناگر اور وراچڈ۔ یعقوبی کا
خیال ھے کہ وراچڈ ان میں زیادہ قدیم ھے۔ وہ وراچڈ کو "ورچ" سے
ماخوذ سمجھتے ہیں جس کے معنے ہیں "گوالوں کا مسکن"۔ برج بھاشا کے نام
سے اس اشتقاق کی تائید ہوتی ھے یہ بولی مارکنڈے کے خیال میں

میں بولی جاتی تھی" ——(۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مارکنڈے کا اشارہ سندھی کی طرف ہے اور وہ سندھی کو وراچڈ اپ بھرنش سے مشتق سمجھتے ہیں۔

مرزا قلیچ بیگ صاحب سندھی زبان میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے چار جلدوں میں سندھی زبان کی گرامر "سنڌي وياڪرڻ" کے نام سے لکھی ہے۔ تیسری جلد میں "سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ۽ هن جي بناوٽ" کے عنوان سے بڑے دلچسپ انداز میں سندھی کا شجرہ نسب بیان کرتے ہیں:۔

"وہ بولیوں کے شجرہ نسب کے مطابق سندھی آریاؤں کی قدیم اور شریف بولی کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے..... اس شجرے کے مطابق سندھی پراکرت کی بیٹی اور سنسکرت کی پوتی ہے اس کو ایک خیالی عورت سمجھئے یہ پہلے ایک عرب مسلمان کے ساتھ بیاہی گئی، اس کی موت کے بعد اس کی شادی ایک مشترک ذات کے مسلمان، جس میں تاتاری، مغل، افغان اور بلوچ خون شامل تھا، سے ہوئی۔ اس کے بعد یہ ایک انگریز عیسائی کے ساتھ لگی، یہی عورت سندھی بولی ہے" ——(۲) (ترجمہ)

مرزا قلیچ بیگ صاحب نے وہ مختلف ادوار بھی بیان کیے ہیں جن سندھی زبان کو دوسری نسل کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ عرب مسلمانوں کا دور ۷۱۱ع، محمود غزنوی ۱۰۲۶ع بتاتا ہے پھر افغان، مغل اور دوسرے خاندانوں کے مسلمانوں کا ذکر کرتا ہے اور ۱۸۴۳ع کے بعد انگریزی دور کا آغاز بتاتا ہے۔

---

(۱) اردو زبان کا ارتقاء ص ۳۶ ڈھاکہ ۱۹۵۶ع

(۲) سنڌي وياڪرڻ ص ۱۵ ڀاڱو ٽيون (حصہ سوم) سندھی ادبی بورڈ

جان بیمز (John Beams) اور کرنل ہارنل (Hornel) بھی سندھی کو سنسکرت سے مشتق سمجھتے ہیں۔ جان بیمز ہند آریائی زبانوں کے تعارف میں لکھتا ہے:۔

"The Earliest representative of this class is the language of the Vedas, the most ancient recorded form of Sanskrit" (1)

ترجمہ "اس گروہ (ہند آریائی) کی قدیم نمائندہ زبان ویدوں کی زبان ہے جو سنسکرت کی پرانی تحریری شکل ہے"

کرنل ہارنل (Hornel) بھی اردو اور سندھی دونوں کو شورسینی پراکرت کے راستے سنسکرت سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ (۲)

گریئرسن (Sir George Ibraham Grierson) سندھی کو سنسکرت کی بیٹی کہتا ہے مگر اس کا نظریہ پہلے ماہرین سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اُس نے محسوس کیا کہ وادئ سندھ صرف یہی نہیں جسے آج سندھ کہتے ہیں بلکہ اس میں گندھارا، پنجاب (بشمول کشمیر) گلگت اور بلتستان شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے داردی (Dardic) زبانوں کو اہمیت کی نظر سے دیکھا اور سندھی کا تعلق ان سے قائم کیا۔

گریئرسن کو سندھی اور داردی زبان میں وہی مشترک آریائی عناصر اور

---

(1) Outlines of Indian Philology P.2 بحوالہ (سندھی اور اردو کے لسانی روابط)

(۲) اردو زبان کا ارتقاء ص ۴۱ ڈھاکہ ۱۹۵۶ء

مشترک آریائی زبان آ رہی نظر آئی جس کے خدو خال سندھی کی نسبت داردی زبانوں میں زیادہ نمایاں ہے کیوں کہ وہ نسبتاً بیرونی اثرات سے بہت محفوظ رہی ہے۔
گریئرسن، مارکنڈیا کے دیے گئے معلومات کے مطابق سندھی کو وراچڈ اپ بھرنش سے مشتق سمجھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

"Little is known about the linguistic ancestry of these languages. The im̄ediate predecessor ~~was~~ of Sindhi was an .. Appha baramsha Prakrit named Vara-chada reading which the Indian Grammartarian Markandia has given us a few particulars" — (1)

ترجمہ = اِن زبانوں کی نسل کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ سندھی کی قریب ترین پیشرو وراچڈ نامی ایک اپ بھرنش پراکرت تھی جس کے بارے میں مارکنڈیا نے ہمیں تھوڑی سی معلومات فراہم کی ہیں۔

سندھی زبان اور داردی زبانوں کی مماثلت کے بارے میں لکھتا ہے :-

"In Gandhara there are two famous rocks inscription of the Indian emperor Ashoka era B.C (250) at Shahbaz Gari and

(1) Linguistic survey of India Vol: VIII Part I Page 4 (1928).

Mansehra which are couched in what was then the official language of the country. This was a dialect from Pali distinguished by posessing several phonetic peculiarities that are still observable in the Dardic languages and in Lahanda and SINDHI." —(1)

ترجمہ (گندھارا میں اشوک (۲۵۱ ق م) کے دور کی دو تحریریں کتبوں پر شہباز گڑھی اور مانسہرہ سے برآمد ہوئی ہیں جو ایسی زبان کی ہیں جو اُس وقت سرکاری زبان سمجھی جاتی تھی۔ یہ پالی زبان کا ایک لہجہ ہے جس کی بہت سی صوتی خصوصیات آج بھی داردی زبانوں، لہندا اور سندھی میں ملتی ہیں)

گریرسن پر یہ حقیقت واضح ہوگئی تھی کہ داردی عناصر جو سندھی میں موجود ہیں محض اتفاقی نہیں بلکہ یہ تاریخی حقیقت ہیں اور قدیم مشترک آریائی عناصر کا ثبوت ہیں

سندھی زبان کے ایک ادیب اور محقق محمد صدیق میمن صاحب لکھتے ہیں:۔

"جس طرح ہندوستان کی پراکرت بولیوں کی ماں سنسکرت شمار کی جاتی ہے اسی طرح سندھی بولی اصل میں سنسکرت کی بیٹی ہے" —(۲) (ترجمہ سندھی سے)

---

(1) Linguistic survey of India Vol VIII Part I Page 4 Calcutta 1928

(۲) سندھ جی ادبی تاریخ (حصہ اول) ص ۶ حیدرآباد ۱۹۵۴

سندھی زبان کے ایک مشہور محقق بھیرو مل مہرچند اڈوانی نے بڑی محنت سے سندھی زبان کی تاریخ لکھی ہے۔ انہوں نے بہت کاوش سے مواد اکٹھا کیا ہے اور آریاؤں کی آمد، مقامی باشندوں کی زبانیں، خارجی اثرات اور اصل نسل وغیرہ پر کافی بحث کی ہے۔ انہوں نے زیادہ زور اسی پر صرف کیا ہے کہ سندھی سنسکرت سے بنی ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"سندھی اور دوسری ایسی زبانیں جو سنسکرت سے مشتق ہو کر نکلی ہیں، وہ بگڑی ہوئی پراکرت بولیاں ہیں۔ لیکن اگر انہیں بگڑی ہوئی سنسکرت کہا جائے تو بھی روا ہے اس لیے کہ ان کی بنیاد سنسکرت ہی ہے" (۱) ترجمہ

حکیم فتح محمد سیوہانی سندھی کی اصل کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"سنسکرت اس (سندھی) کی ماں ہے، عربی اور فارسی وغیرہ اس کی پرورش کرنے والی اور مربی۔ سنسکرت نے اس کو پیدا کیا، عربی اور فارسی نے اس کو ادبی مقام تک پہنچایا" (ترجمہ) (۲)

یہ مختلف اقتباسات اس بات کو جاننے کے لیے کافی ہیں کہ سندھ کا ایک بڑا طبقہ خصوصاً ابتدائی ماہرین لسانیات میں سے بیشتر اس نظریے کے حامی تھے کہ سندھی سنسکرت سے نکلی ہے اور یہ اس کی بیٹی ہے۔

جدید ماہرین لسانیات میں سے ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، شری جے رام داس دولت رام جناب غلام علی الانا اور سراج الحق میمن قابل ذکر ہیں۔

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ص ص ۲۷، ۲۳ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۶ع

(۲) آفتاب ادب ص ص ۲۴، ۲۵ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۹ع

سراج الحق میمن صاحب نے صحیح معنوں میں روایت سے بغاوت کی ہے اور تمام پرانے نظریات کو ٹھکرا کر اپنے لیے ایک نیا نظریہ قائم کیا ہے کہ سندھی سنسکرت سے نہیں بلکہ خود سنسکرت سندھی سے نکلی ہے اور نہ صرف برصغیر کی دوسری زبانیں بلکہ دنیا کی تمام بولیاں سندھی سے نکلی ہیں۔ اس نظریے کے مطابق آریاؤں کی ہند میں آمد محض ایک افسانہ ہے جسے جرمن جنگبازوں نے اپنی نسلی برتری بتانے کے لیے گھڑا ہے۔

سراج سندھی کو اصل بنیادی زبان کہتا ہے جس سے دنیا کی تمام زبانیں نکلی ہیں۔ قدیم سمیری، بابلی اور آشوری زبانوں پر بھی سندھی کا اثر تھا

سراج صاحب تفصیلی بحث کے بعد لکھتے ہیں:-

"میں ثابت کر چکا ہوں کہ سندھی زبان کسی دوسری زبان کی پراکرت نہیں بلکہ اصل بنیادی زبان ہے۔ جس کا تعلق دوسری ہند یورپی زبانوں سے تو ضرور ہے مگر اس طرح کا نہیں جس طرح مغربی عالموں یا بھنڈارکر اور مارکنڈیہ نے چند اشارات کو سامنے رکھ کر اپنی پسند کا مطلب نکالا بلکہ یہ تعلق اس کے برعکس ہے" (ترجمہ) (۱)

سراج نے کافی محنت کی ہے اور سندھی کی مخصوص آوازوں کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ سندھی میں برصغیر کی تمام آوازیں موجود ہیں، جن کو دوسری زبانوں نے چھوڑا، مگر سندھی نے برقرار رکھا۔ وہ موہنجو دڑو کی تصویری زبان کو بھی اپنے اس نظریے کی روشنی میں پڑھ چکا ہے اور اس سے مختلف

---

(۱) سنڌي ٻولي (سراج) ص ۷۷ عظیم پبلیکیشن حیدرآباد ۱۹۶۴ء

مطالب نکالے ہیں

سراج کے اس نظریے کو سندھ میں کم لوگوں نے توجہ دی ھے یا اس کی حمایت کی ھے اور اس کو ایک جذباتی اور انتہا پسندانہ نظریہ کہا گیا ھے تاہم ایک محقق کی حیثیت سے سراج کی یہ کوشش قابل قدر ھے۔ جب تک وادئ سندھ کی قدیم تصویری زبان کو مکمل طور پر پڑھا نہیں جاتا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اس قدیم زبان کا سندھی اور دنیا کی دوسری زبانوں سے کیا تعلق ھے۔

سنسکرتی نظریے اور سراج کے نظریے کے علاوہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا نظریہ ھے جنہوں نے صحیح موقف اختیار کیا ھے اور سندھی کو سنسکرت سے نہیں بلکہ اصل قدیم آریائی زبان (آریک) سے مشتق سمجھا ہے انہوں نے "سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ" میں کافی محنت سے سندھی پر مختلف زبانوں کے اثرات کو ادوار کے لحاظ سے پیش کیا ھے اور آخر میں عربی اور فارسی کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا ھے یہ اثرات وہی ہیں جو پشتو اور اردو پر بھی پڑے اور ان کا تفصیلی ذکر "خارجی اثرات" کے باب میں کیا گیا ھے۔

سندھی کی اصل کے بارے میں ڈاکٹر بلوچ لکھتے ہیں،

"ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سندھی زبان براہ راست سنسکرت سے نہیں نکلی ھے بلکہ سنسکرت سے پہلے دور والی وادئ سندھ کی قدیم زبان ھے لہذا کشمیری اور شمالی ہند کی داردی زبانیں اس کی بہنیں ہیں۔ بود و باش کے لحاظ سے یہ سبھی وادئ سندھ کی ابتدائی زبانیں ہیں لیکن ساخت اور تاریخی
ہند آریائی

ارتقاء کے لحاظ سے وہ اس عظیم برصغیر کی دوسری ہند آریائی زبانوں سے
نرالی ہیں اس لیے کہ اِن کی تشکیل اور نشوونما میں ہند ایرانی اور مغرب سے
داخل ہونے والی دوسری زبانوں کو دخل ہے" ترجمہ (۱)
ڈاکٹر بلوچ صاحب نے بات کو محسوس کیا کہ سندھی کا تعلق شمالی زبانوں سے
ہے مختلف تہذیبی اثرات شمال مغرب ہی سے پڑے اور اِن کا زور وادیٔ سندھ
میں رہا۔ جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے، وادیٔ سندھ میں گندھارا، پنجاب، گلگت،
بلتستان، چترال اور موجودہ سندھ کا وسیع علاقہ شامل تھا البتہ اِن سب میں
نسبتاً دردستان اِن اثرات سے محفوظ رہا۔ دوسرے علاقوں پر یہ اثرات
بالکل نمایاں ہیں۔
ڈاکٹر بلوچ صاحب وراچڈ اَپ بھرنش والے نظریے کے بھی خلاف ہیں
وہ لکھتے ہیں:
" یہ محض ظنی نتیجہ ہے کہ سندھی وراچڈ سے نکلی ہے اس قسم کے نتیجے
کی تائید میں کوئی ٹھوس علمی دلیل موجود نہیں ہے" —— ترجمہ (۱)
ڈاکٹر بلوچ کشمیری اور لہندا کو سندھی کی بہنیں کہتا ہے کیونکہ اِن
میں داردی عناصر مشترک ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں وہ اِن کے بارے میں لکھتے
ہیں:۔
" سندھی لہندا اور داردی زبانیں (کشمیری، کوھستانی اور گلگتی)
اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ اِن سب کی بنیاد وادی سندھ کی قدیم آریائی زبان

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ ص ۱۱ حیدرآباد ۱۹۶۲ع
(۲) " " ص ۱۶ " "

کے مشترک سرمایے پر ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ لہناچی جو داردی زبانوں کی ماں ہے، اور ایک بہت قدیم زبان ہے، ادبی سنسکرت کی بیٹی نہیں بہن ہے" ۔(۱) ترجمہ

ادبی سنسکرت سے بلوچ صاحب کی مراد کلاسیکی سنسکرت ہے جس میں پانینی اور سالی داس وغیرہ نے لکھا۔ دراصل ویدی زبان کلاسکی زبان سے پہلے کی زبان ہے۔ ویدی زبان بھی اصل آریائی زبان "آریک" کی بیٹی ہے کیوں کہ ویدی ادب سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ اُن کی زبان پر برصغیر کی زبان کا اثر موجود ہے اور یہاں کی قدیم زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

سنسکرتی نظریے والے ماہرین کو مغالطہ یہ ہوا کہ انہوں نے سندھی کو کلاسکی سنسکرت یا ادبی سنسکرت سے مشتق سمجھا اور پوری تحقیق اسی پر کی کہ سندھی ادبی سنسکرت سے نکلی ہے اس بارے میں الفریڈ۔سی - وولنر (Alfed. C. Woolner) اس غلط فہمی کو اس طرح دور کرتے ہیں

"اگر سنسکرت میں ہم ویدی زبان اور قدیم ترین ہندی دور کی بولیوں کو شامل کرلیں تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تمام پراکرتیں سنسکرت سے نکلی ہیں لیکن اگر ہم سنسکرت کو پانینی، پتنجلی کی زبان یا کلاسیکی سنسکرت کہیں تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ سنسکرت سے کوئی بھی پراکرت نکلی ہے" ترجمہ (۱)

قدیم ترین ہندی سے وولنر (Woolmer) کا مطلب وہی اصل آریائی زبان "آریک" ہے جس سے سنسکرت، سندھی، پشتو، فارسی اور

---

(1) Some Unknown language of KOHISTAN مضمون BY N.A, Baloch.

(2) Introduction to Prakrit P-3 Calcutta 1917

اُردو وغیرہ نکلی ہیں اور جو اِن سب میں مشترک ہے۔

ڈاکٹر بلوچ کے علاوہ بھارت میں سندھی کے ایک جدید ہندو عالم شری جے رام داس دولت رام نے بھی سنسکرت والے نظریے سے اختلاف کیا ہے۔ وہ اپنے ایک مقالے میں اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ "سندھی ویدی آریاؤں سے پہلے دور کی آریائی زبان ہے جو کہ ہند آریائی اور ایران آریائی زبانوں کے بیچ کی کڑی ہے" ۔ (1)

شری دولت رام نے اس حقیقت کو محسوس کیا کہ سندھی ویدوں سے پہلے والی اصل آریائی بولی آریک سے نکلی ہے اور چونکہ سندھی پر قدیم ایرانی، باختری یونانی، کوشانی، عربی اور فارسی اثرات بہت گہرے پڑے ہیں اس لئے وہ نہ تو مکمل ہند آریائی بن سکی ہے اور نہ ہی ہند ایرانی رہ سکی ہے

ہند ایرانی اور ہند آریائی کی بیچ کی کڑی کی مناسبت سے ڈاکٹر ٹرمپ کے وہ الفاظ قابل غور ہیں جو انہوں نے پشتو زبان کے بارے میں لکھے۔

"... but an old Independant language forming the first transition from the Indo-Aryan to the Iranian Family" (2)

ترجمہ = "... بلکہ ایک آزاد زبان جو ہند آریائی فیملی سے

---

(1) "Ancestry of Sindhi" Shri Jairam Das Daulat Ram Presidential speech All India Oriental Congress 1957 (بحوالہ سندھی بولی جو مختصر تاریخ، ص ۲۷ ڈاکٹر الانا صاحب)

(2) A Grammar of Pashto (Trumpp) P.12 London 1873

ایرانی منزل تک پہنچی ہے)

گویا سندھی اور پشتو کا نسلی اشتراک ہی ہے جس نے دونوں زبانوں کو
ہند آریائی اور ہند ایرانی کی بیچ کی کڑی بنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ
جب ہم مختلف خارجی اثرات کا مطالعہ کریں گے تو یہ بات واضح ہو جائے
گی کہ سندھی اور پشتو ایک ہی زبان سے نکلی ہیں اور ایک ہی طرح کے اثرات
کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ منزل تک پہنچی ہیں مگر بعد کی خارجی سیاست
نے ایک کو دوسری سے دور رکھا ہے اور اس طرح اُن کا فرق بڑھتا گیا
ہے تاہم بنیادی اشتراک آج بھی نمایاں ہے۔

قدیم سندھی زبان پر جدید ترین تحقیق فن لینڈ Finland کے
کوپن ہیگن* Copenhagen کے انسٹیٹوٹ آف ایشین
"Institute of Asian studies"
سٹڈیز
کے محققین آسکو پرپولا (Asko - Parpola)، سیپو کوسکینیمی
(Simo Parpola) کا سایئو پرپولا (Seppo Koskenniemi)
اور پینٹی ایالٹو (Pentti Aalto) نے کی ہے۔ اِن محققین نے
اپنی تحقیق سے قدیم تصویری خط کو دراوڑی الفاظ کی روشنی میں
معنی پہنائے ہیں اور اس زبان کو Proto - Dravidian یعنی دراوڑی
زبانوں کی ماں کہا ہے — (1)

---

(1) "Decipherment of the Proto-Dravidian Inscription of the Indus Civilisation" Copenhagen, 1972
بحوالہ سندھی بولی جو بنیاد ص ۳۸ حیدرآباد ۱۹۷۴

ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب سندھی کے فاضل محقق ہیں جنہوں
نے سندھی زبان و ادب پر کافی تحقیق کی ھے خصوصاً سندھی زبان کی اصل
نسل کے مسئلے میں انہوں نے ہمیشہ دلچسپی لی ھے۔ "سندھی صوتیات"
"سندھی صورتخطی" اور "سندھی نثر جی تاریخ" اُن کی تحقیقی کتابیں ہیں
ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب نے ابتداء میں سندھی زبان کو خالص
آریائی زبان کہا اور اس کی اصل "وراچڈ اپ بھرنش" بتائی :-
"ماہرین کے بیان کردہ نظریات کے مطالعہ کے بعد کہا جاسکتا ھے کہ
سندھی زبان سنسکرت کی شاخ نہیں بلکہ سندھی، سنسکرت اور لہندا
تینوں کی بنیاد قدیم پراکرت کے "ادھیچیہ" لہجے کے ایک محاورے
"وراچڈ اپ بھرنش" سے ہے" — ترجمہ (۱)
پھر ڈاکٹر صاحب نے مزید تحقیق کے بعد انگریزی زبان میں ایک مقالہ
"Origion and Ancestry of Sindhi Language"
کے نام سے لکھا جس میں ۱۹۶۷ء میں قائم کردہ نظریے میں ترمیم
کی گئی اور یہ نتیجہ نکالا گیا کہ :-
"(i) سندھی زبان ہرگز سنسکرت سے نہیں نکلی، (ii) سندھی ایک
خود مختار سندھو پراکرت ہے جو سندھ کے نشیبی علاقے میں بولی
جاتی تھی (iii) سندھی، سنسکرت، وراچڈ (لہندا کی ماں) اور پشاچی
(داردی زبانوں کی ماں) سبھی ایک اصل سے نکلی ہیں" ترجمہ (۲)
← (بحوالہ سنڌي ٻوليءَ جو بنياد ص ۸ حیدرآباد ۱۹۷۸ء)

(۱) مضمون "سنڌي ٻوليءَ جو بنياد" (ص ۶۶ تا ۹۴) سہ ماہی مہران ۱۹۶۷ جلد دوم
(2) Ancestry and origion of Sindhi Language غیر مطبوعہ

اِن اقتباسات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب ابتداء میں (۱۹۶۷ء تک) اس نظریے کے حامی رہے کہ سندھی خالص آریائی زبان ہے جس کی بنیاد سنسکرت سے پہلے دور کی کسی زبان پر رکھی گئی ہے مگر بعد میں اُنہوں نے اپنا نظریہ تبدیل کیا اور بقول اُن کے "رائے کی تبدیل کرڻ ڪو عیب نہ آھي" — (۱) (ترجمہ = رائے کو بدلنا کوئی عیب نہیں)۔

جناب الانا صاحب نے اپنی جدید تحقیق کو "سنڌي ٻولي جو بڻ بنیاد" کے نام سے ۱۹۷۴ء میں زیب ادبی مرکز حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔

الانا صاحب نے اپنی اس تحقیقی مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور منطقی انداز میں پہلے حصے میں یہ ثابت کیا ہے کہ "سندھی بولی سنسکرت کی شاخ نہیں ہے" جبکہ دوسرے حصے میں "سندھی اور دراوڑی بولیوں میں یکسانیت" دکھانے کی کوشش کی ہے۔

اپنے پہلے حصے کے خاتمے پر الانا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں :-

" اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برصغیر کی کوئی بھی بولی سنسکرت سے نہیں نکلی لہذا یہ مفروضہ کہ "سندھی بولی سنسکرت سے نکلی ہے" غلط ہے" — (۲)

اور پھر دوسرے باب کے آخر میں الانا صاحب جو نتائج نکالتے ہیں اُنہوں مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے :-

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جو بڻ بنياد ص ۰۷ (پیش لفظ) حیدرآباد ۱۹۷۴ء

(۲) " " " ص ۳۱ حیدرآباد ۱۹۷۴ء

"

(i) آریوں کی آمد سے قبل برصغیر میں دراوڑی بولیاں رائج تھیں اس لئے سندھ میں بھی غیر آریائی بولی رائج تھی لہذا کہا جا سکتا ہے کہ موہنجو دڑو کی زبان دراوڑی زبان تھی

(ii) موہنجو دڑو کی قدیم تہذیب اور قدیم بولی، دراوڑی بولی اور تہذیب کی نشانی ہے

(iii) سندھی اور دراوڑی بولیوں کے صوتیاتی نظام میں یکسانیت ہے.

(iv) سندھی اور دراوڑی بولیوں کے صرفی اور نحوی نظام میں مماثلت ہے.

(v) سندھی بنیادی طور پر غیر آریائی زبان ہے جس کا تعلق تورانی خاندان سے ہے۔

(vi) فنس Finnis اور روسی ماہرین کے مطابق موہنجو دڑو کی زبان دراوڑی بولیوں کی ماں ہے۔

(vii) کالڈویل کے رائے کے مطابق اگر دراوڑی بولیاں سیتھین زبانوں کی موافق تورانی خاندان سے مناسبت رکھتی ہیں تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ سندھی زبان بھی تورانی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

(viii) سندھی زبان آریوں کی آمد سے قبل موہنجو دڑو کی قدیم تہذیب کی بولی تھی جس پر پہلے داردی اور ایرانی سرحدی زبانوں کے اثرات پڑے۔ ان کے بعد سنسکرت اور پھر پالی کے۔ اس طرح سندھی بولی کا شجرہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

تورانی
↓
موہنجو دڑو کی زبان

سندھو | براہوئی | دراوڑی

قدیم سندھی
درمیانی سندھی
جدید سندھی
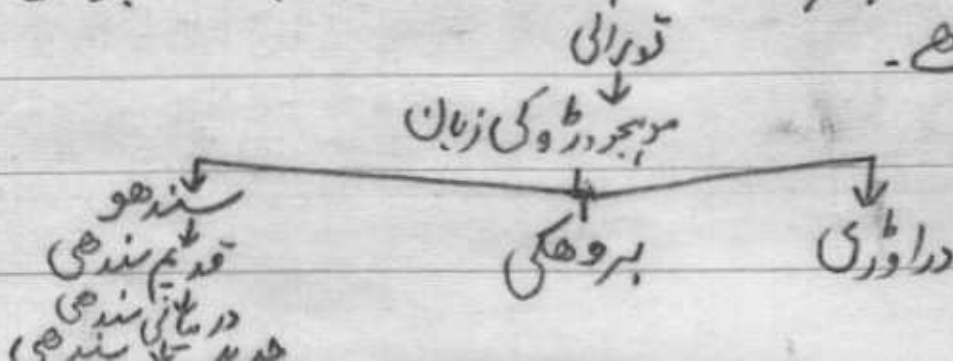
(ix) مختلف بولیوں کے اثر کے باوجود سندھی زبان کا صرفی اور نحوی ڈھانچا اُسی طرح رہا البتہ الفاظ کا ذخیرہ مخلوط بنا۔

اِن نتائج کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ سندھی بولی غیر آریائی بولی ہے اور یہ موہنجو ڈرو کی قدیم بولی ہے جو سندو > سنڈوی > سندوی سے سندھی تک پہنچی ہے، اس نے مختلف اثرات قبول کیے اور اپنی خوبیوں اور انوکھی صفات کی بنا پر اپنے آپ کو محفوظ کرتی آج بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہوئی ہے" (ترجمہ، تلخیص) —— (۱)

غلام علی الانا صاحب کی اس تحقیق کو فی الحال جناب سراج الحق میمن صاحب کی حمایت حاصل ہو سکی ہے۔ دوسرے ماہرین لسانیات اور محققین کی رائے اس سلسلے میں محفوظ ہے۔

جناب الانا کی تحقیق میں اس وقت تک بہت سی باتیں قیاسی ہیں۔ ابھی موہنجو ڈرو کی زبان کا مفصل تحقیقی مطالعہ مکمل نہیں ہوا۔ درمیانی دور کی سندھی کا کوئی تحریری نمونہ دستیاب نہیں ہوا۔ بہرحال الانا صاحب کے نظریے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اب محققین کا کام ہے کہ وہ اس سلسلے میں مزید تحقیق کریں اور سندھی بولی کے اصل نسل کو منظر عام پر لاسکیں۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ جب آریہ اپنے ساتھ مشترک آریائی زبان کو لائے تو سندھ کی قدیم زبان کا اُس کے ساتھ اشتراک ہوا، وہ زبان موہنجو ڈرو کی تھی یا کوئی اور بولی، بہرحال ایک نئی زبان وجود میں آئی جس نے بعد میں

---

(۱) سندھی بولیءَ جو بڑ بنیاد (الانا) ص ص ۱۱۵، ۱۱۶ حیدرآباد ۱۹۷۵ء

مختلف اثرات کو اپنانے کے بعد جدید سندھی کی صورت اختیار کی۔
اِن تمام اقتباسات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ سندھی اصل نسل کے لحاظ سے خالص آریائی زبان ہے جس پر دراوڑی، سنسکرت، فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے گہرے اثرات پڑے ہیں اور یہ پشتو اور اردو کی بہن ہے۔ کیوں کہ تینوں زبانوں کا سرچشمہ وہی اصل آریائی زبان (آریک) ہے جس کو آریہ بولتے ہوئے اپنے ساتھ لائے۔
آخر میں انسائکلوپیڈیا بریٹانیکا Encyclopaedia Britanica کے الفاظ کو نقل کیا جاتا ہے جس میں سندھی زبان کا تعارف کیا گیا ہے

"With Lahanda and Kashmiri it belongs to the North Westeren group of Indo-Aryan languages.... Linguistically Sindhee is bounded on the West by the Balochi language, an Iranian language and with the Lahanda language to which it is closely akin on the North. Of the four dialects of Sindhi Vicholi is standard, being employed for Literary purpose. Another important dialect Kachi is spoken in Kach and is strongly influenced by

Gujrati.... Muslim influence, over 1000 years gave a large number of Persian and Arabic borrowings and the written characters used for Sindhi is a variety of the Persian, with necessary modification for sounds peculiar to the language. Hindus use a form of Deva-nagri" — (1)

ترجمہ (سندھی زبان، لہندا اور کشمیری کی طرح ہند آریائی زبانوں کے شمال مغربی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ لسانی طور پر سندھی مغرب کی طرف سے بلوچی زبان سے ملحق ہے جبکہ شمال میں لہندا کے بہ زیادہ قریب ہے۔ سندھی کے چاروں لہجوں میں وچولی معیاری ہے، کیوں کہ اسی میں ادب تخلیق کیا گیا ہے۔ دوسرا اہم لہجہ کچھی ہے جو کچھ میں بولا جاتا ہے اور گجراتی سے بہت متاثر ہے۔

ایک ہزار سال کے اسلامی اثرات کی وجہ سے اس میں فارسی اور عربی کے بہت سے مستعارات ہیں اور یہ فارسی کے ایک رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جس میں سندھی کے مخصوص آوازوں کے لیے اضافے کیے گئے ہیں۔ ہندو اسے دیوناگری خط میں لکھتے ہیں)

(1) Encyclopaedia Britanica Vol: 20 P. 561 USA 1972 Edition

سندھی، پشتو اور اردو تینوں ایک ہی ماں، مشترک آریائی زبان، آریک سے پیدا ہوئی ہیں البتہ مختلف ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے اِن کے خدوخال میں فرق آتا گیا تاہم اصل اجزاء آج بھی مشترک ہیں، کیوں کہ خمیر تو ایک ہے۔

پشتو اور اردو کے خاندان کے بارے میں مختلف نظریات کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہو جائے گا کہ ہم یہ نظریہ اپنانے میں کہاں تک حق بجانب ہیں؛ خصوصاً صوتی، صرفی، نحوی اور لفظی اشتراک ہمارے اس دعوے کو ثابت کر دکھائے گا +

پشتو زبان ــــ اصل نسل

پشتو ایک قدیم آریائی زبان ہے۔ ابتدائی محققین نے سندھی کی طرح اسے بھی سامی النسل زبان فرض کیا۔ مگر جدید تحقیق نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ پشتو سامی نہیں، خالص آریائی زبان ہے۔

پشتو کو سامی زبان ماننے والے وہ قدیم مورخین ہیں۔ جو پشتونوں کو بنی اسرائیل مانتے ہیں۔ پشتون چونکہ من حیث القوم مسلمان ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مذہبی پس منظر کی بنیاد پر افغان مورخین یہ بات اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ کہ وہ اُس خاندان (بنی اسرائیل) سے تعلق رکھتے ہیں جس میں بے شمار پیغمبر آئے۔ حالانکہ اسلام کی یہ خوبی ہے۔ کہ اُس نے قبائل کی پہچان برقرار رکھتے ہوئے رنگ و نسل کی نفی کی ہے۔ اور مسلمان سامی النسل ہو یا آریائی، منگول ہو یا حبشی معاشرے میں یکساں مقام رکھتا ہے۔

پشتونوں کو بنی اسرائیل ماننے والوں میں افغان مورخ نعمت اللہ بہت مشہور ہے۔ جو مغل شہنشاہ جہانگیر کے دربار سے وابستہ تھا۔ اُس نے "مخزن افغانی" کے نام سے ایک تاریخ لکھی۔ جو ۱۶۱۲ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں مشہور روسی پروفیسر اور قابل مستشرق برنہارڈ ڈورن (BERNHORD DORN) نے ۱۸۲۹ء میں کیا۔ اس کے علاوہ پروفیسر ایلیٹ اور ڈاؤسن (Elliot & Dowson) نے (Afghan Dynasties) میں اس کا ترجمہ کیا اور اپنے حواشی سے شائع کیا ــ (۱) نعمت اللہ افغانوں کو۔

---

(1) Afghan Dynasties (Elliot & Dowson) ملاحظہ کیجئے Calcutta 1955

بنی اسرائیل کہتا ہے۔ اور غالباً یہیں سے یہ روایت چلی جسے بعد کے مورخوں نے آگے بڑھایا۔

مولوی عبد المجید افغانی لکھتا ہے :-

"۔۔۔ میرے خیال میں تمام اختلافات اور دلائل پر غور کرکے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ افغان بنی اسرائیل ہیں" ــــ (۱)

ان روایات سے یہ تاثر عام ہوا۔ کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔ اور ان کا سلسلہ سلیمان علیہ السلام کی نسبت سے ساول تک پہنچتا ہے۔ اس ضمن میں مشہور بادشاہ بخت نصر کا نام بھی آتا ہے۔ اس لیئے یہ بات مشہور ہوگئی۔ کہ افغان وہی دس گم شدہ قبائل ہیں۔ جن کے متعلق پیغمبر عذرا نے کہا تھا۔ کہ وہ قید سے بھاگ گئے تھے ــــ (۲)

پشتون قوم اور پشتو زبان کے بارے میں تحقیق کے دروازے اس وقت کھلے جب انگریزوں نے برصغیر میں قدم رکھا۔ اور یہاں کی زبانوں اور مختلف قوموں کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ جہاں تک مواد کا تعلق ہے۔ انگریزوں کی تحقیق کا بڑا حصہ یہیں کی روایات پر منحصر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ الفنسٹن (Elphestan)، بیلیو (Bellew)، میجر راورٹی (Raverty)، ولیم جونز (William Johns) اور الیگزنڈر برنس (Elexander Burns) وغیرہ نے انہی روایات کو سامنے رکھ کر پشتونوں کو بنی اسرائیل تسلیم کیا۔ اور بعد کے لکھنے والے

---

(۱) تاریخ افاغنہ ص ۹۴ طبع آگرہ (تاریخ نامعلوم)

(۲) ملاحظہ ہو پٹھان ترجمہ (The Pathans) اولف کیرو ص ۴۸ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

مقامی مورخین نے بھی اسی نظریے کی حمایت کی۔

پشتونوں میں یہ روایات بھی خاصے مشہور ہیں۔ کہ حضرت خالد بن ولید بھی افغان تھے۔ اور غور میں آباد تھے۔ یہیں سے وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی طرح ایک اور افغان سردار قیس تھے۔ جو مسلمان ہوئے اور حضور نے اُن کا اسلامی نام عبدالرشید رکھا (اُن کا مزار کابل میں ہے)۔ جس نے بعد میں لشکر اسلام کی مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ حضور نے قیس کو "بطان" کا لقب دیا۔ جو بگڑ کر "پٹھان" بن گیا۔ (۱)

پشتون مورخ قاضی عطاءاللہ خان (مرحوم) نے بھی اپنی کتاب میں اِن روایات کو تفصیل سے بیان کیا۔ ساتھ ہی نئے (آریائی) نظریہ کو بھی بیان کیا ہے۔ (۲)

جدید تحقیق کی روشنی میں جب ویدوں اور ژند کا مطالعہ کیا گیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ پشتون خالص آریائی قوم ہے اور اس کا ذکر آریاؤں کی مقدس کتاب "رگ وید" میں آیا ہے۔ جو "پکھت" کے نام سے ہے۔ ژند میں یہی نام "بخت" ہے۔

وید میں دس قبیلوں کی لڑائی کا ذکر موجود ہے۔ اِن میں پکھت بھی شامل ہے۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا میں لکھا ہے:۔

"یہ لڑائی پاروشنی (ایراوتی = راوی) کے کنارے ہوئی تھی۔ اور جن دس قبیلوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اُن میں سے اکثر قبائل وہ ہیں۔ جن کی نسلیں آج ہند میں موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس لڑائی کے بعد انہوں نے ہند کی چراگاہوں کی طرف ہجرت کرنا بند کیا۔ اِن قبیلوں کے نام یہ ہیں:

(۱) پکھت (Pakatas) (پکتوس۔ پکھت۔ پختون/پشتون)

---

(۱) پٹھان (اولف کیرو کا ترجمہ) ص ۲۴ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

(۲) ملاحظہ ہو د پشتنو تاریخ (جلد اول) ادارہ اشاعت سرحد پشاور

(۲) النیا (Alinas) (نورستان کے لوگ)

(۳) بھالانا (Bhalanas) (درّہ بولان کے لوگ)

(۴) شیوا (Shivas) (اباسین کے کنارے رہنے والے لوگ)

(۵) ویشانین (Vishanins) (؟)

(۶) انو (Annus) (دریائے راوی کے کنارے رہنے والے)

(۷) درلوھو (Drohos) (انو (Annus) کے ساتھ رہنے والے)

(۸) توورواش (Turvasha)
(۹) یاتو (Yadus) } (یہ دونوں قبیلے اکٹھے رہتے تھے)

(۱۰) پورو (Purus) (گندھارا کے پاس رہنے والے" —— (1)

ویدوں کے اُن جملوں کو یہاں نقل نہیں کیا جا سکتا جن میں پکھت کا ذکر آیا ہے۔ یہ بات البتہ واضح ہوگئی ہے۔ کہ پشتونوں کا ذکر ہندوؤں کی قدیم مقدس کتابوں میں موجود ہے۔ اِن ویدوں کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ اُن میں سے قدیم ترین ۱۵۰۰ ق م میں لکھے گئے۔ اس طرح یہ ساڑھے تین ہزار سال پُرانے ہیں گویا آج سے ساڑھے تین ہزار سال قبل پشتون قبیلہ آریاؤں کے اہم قبیلوں میں شمار ہوتا تھا۔

وید کے بعد دوسری قدیم کتاب اوستا ہے جو ۱۰۰۰ ق م میں لکھی گئی۔ اس طرح یہ تین ہزار سال پُرانی ہے۔ یہ کتاب بخدی کے چراگاہوں میں لکھی گئی۔ اگرچہ اوستا میں پشتونوں کا ذکر واضح الفاظ میں نہیں آیا۔ تاہم بخدی سے بخدا (پشتونوں)

---

(1) A Cambridge History of India Vol: 1 P.82

کا ملک مراد ہے ۔

مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹ (Herodote) (۴۸۴ تا ۴۲۵ ق م) نے بھی پشتونوں کا ذکر کیا ہے ۔ اِن کو پکتولیس اور اِن کے وطن کو پکتیکا کے نام سے یاد کیا ہے ۔ یہی پکتولیس پختون/پشتون قوم ہے ۔ اور پشتنخا/پشتونخواہ اِن کے علاقے کا نام ہے ۔ ڈاکٹر ٹرمپ اس بارے میں لکھتا ہے :۔

" Lassan already has proved (Indiche An-tiquitation 1, P. 128) that the πάκτυες of Herodotus are in all likehood the features of our moderen AFGHANS." —(1)

پشتون ہمارا موضوع نہیں ۔ البتہ کسی قوم کی زبان جاننے کیلئے اُن کا اصل نسل جاننا بہت ضروری ہے ۔ پہلے باب میں تفصیل کے ساتھ آریاؤں کی آمد اور اُن کی ابتدائی زبان کے بارے میں مختلف مورخوں اور ماہرین لسانیات کی تحریروں کے اقتباسات پیش کئے تھے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے ۔ کہ آریا وسط ایشیا (خصوصاً قدیم افغانستان یا اس کا قریبی علاقہ) سے آئے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے ۔ اس طرح ہند میں ویدی سنسکرت اور سندھی ، ایران میں اوستائی (قدیم فارسی) اور افغانستان میں پشتو وجود میں آئی ۔

انگریز محققین اور ماہرین لسانیات نے جہاں برصغیر کی دوسری زبانوں کو اپنا موضوع بنایا ہے ۔ وہاں پشتو پر بھی تحقیقی کام کیا ہے ۔ اس کام کو ہم دو حصوں میں تقسیم

---

(1) A grammar of PASHTO P. XII LONDON 1873

کر سکتے ہیں - ایک تو قواعد اور لغات کی وہ کتابیں ہیں۔ جن کو مخصوص سیاسی مقاصد کیلئے لکھا گیا ہے۔ تاکہ انگریزوں کو پشتو سکھائی جا سکے۔ اور وہ پشتونوں کو آسانی کے ساتھ غلامی کی زنجیروں میں جکڑ سکیں - ان کتابوں کے مصنفین میں میجر راورٹی Maj. H.G. Raverty، بیلیو Bellew، لاریمر Lorimer اور روس کیپل Ruskipal وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ ان محققین کا ہے - جنہوں نے خالص علمی اور تحقیقی نقطہ نظر سے پشتو پر کام کیا ہے - ان میں مشہور روسی مستشرق بی - ون - ڈورن (B. Von Dorn)، ڈاکٹر ٹرمپ (Dr. Earnest Trumpp) اور گریرسن (Grierson) شامل ہیں۔

جدید روسی محقق موسیو برنلز کے قول کے مطابق پشتو پر قدیم ترین کتاب ایک جرمن عالم گولڈن شتنت نے لکھی جو سینٹ پیٹرز برگ سے ۱۷۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اس نے چند لغات کو اس کتاب میں شامل کیا — (۱) غالباً اب یہ کتاب ناپید ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یورپ میں پشتو پر تحقیق کا آغاز آج سے پونے دوسو سال قبل ہوا - پھر تو بہت سے محققین نے پشتو پر کتابیں لکھیں مونسٹوارٹ - الفنسٹن (M. R. Elphenston) انگریز مورخ ہے - جو سرکاری مشن پر کابل گیا - اس نے ۱۸۱۴ء میں اپنی رپورٹ ("Account of the Kingdom of KABAL") کے نام سے شائع کی - یہ ایک مفصل کتاب ہے اور مختلف پشتون قبائل کے ذکر کے علاوہ اس میں پشتو زبان کے بارے میں بھی مصنف نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے - الفنسٹن سنسکرت اور فارسی بھی جانتا تھا — (۲)

---

(۱) د پشتو ادبیاتو تاریخ (جلد اوّل) ص ۳۶ کابل ۱۹۴۶ء

(۲) پٹھان (ترجمہ کیرو) The Pathans ص ۳۸۹ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

الفنسٹن لکھتا ہے :۔

"پشتو کی اصل نسل کو آسانی سے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بہت سے الفاظ، افعال اور حروف جن سے یہ زبان بنی ہے۔ ایسے ہیں۔ جن کی اصل کا پتہ نہیں چلتا یہ کلمات وہ ہیں جو زبان کے اجزاء میں شامل ہیں۔ تاہم ان الفاظ میں سے اکثر ژند اور فارسی (پہلوی) کے قریب ہیں۔ جیسے پلار، مور، خور، ورور" (ترجمہ) (۱)

(یہ الفاظ یوں ہیں۔ فارسی پہلوی —— پدر، مادر، خواہر، برادر)

وہ آگے لکھتا ہے :۔ "میں نے پشتو کے ۲۱۸ الفاظ کی تحقیق کی۔ اور دیکھا کہ ان میں سے ایک بھی سامی زبانوں سے کوئی مماثلت نہیں رکھتا۔ البتہ دس فیصد الفاظ کُردی زبان (Kurdish) سے مناسبت رکھتے ہیں۔ کُردی بھی ہند جرمنک (Indo Germanic) خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ پشتو بھی اسی گروہ کی زبان ہے" —— (۲) (ترجمہ)

پروفیسر ڈورن وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے پشتو زبان کو یورپی حلقوں میں باقاعدہ متعارف کیا۔ ڈاکٹر ٹرمپ جیسے قابل شخص نے اپنی تصنیف "پشتو گرامر" کا انتساب انہی کے نام کیا ہے۔ لکھتا ہے :۔

" To his Excellency Dr. B.V. Dorn the Imperial Russian Counsler of state etc etc, the Ingenious Poineer of PASHTO studies in EUROPE" — (3)

---

(1), (۲) → The Account of Kingdome of KABUL vol. I P. 302

(3) A grammar of Pashto Page II London 1873

پروفیسر ڈورن نے 1847ء میں "A Chrestomathy of the PASHTU or Afghan language"
لکھی - جو پیٹرز برگ سے شائع ہوئی - وہ پشتو کی اصل کے بارے میں لکھتا ہے :-
"پشتو نہ تو ترکیب اور گرامر کے لحاظ سے اور نہ ہی لغات کے لحاظ سے عبرانی
(Ebrew) اور چالڈیک (Chaldec) زبانوں سے کوئی تعلق رکھتی ہے . بلکہ
یہ زبان انڈو ٹیوٹونیک (Indo teutonic) گروہ سے تعلق رکھتی ہے
اور پشتون افغانستان کے اصلی اور قدیم باشندے ہیں" (ترجمہ) — (۱)
غالباً پروفیسر ڈورن وہ پہلا شخص ہے جس نے الفنسٹن کی بات کو آگے بڑھاتے
ہوئے واضح طور پر پشتو کو آریائی زبان کہا - اور پشتو کا اسرائیلی زبان ہونا
کی غلط فہمی کو جو مورخوں اور عوام میں پائی جاتی تھی - دور کیا -
میجر راورٹی (H.G. Raverty) نے بھی پشتو پر کام کیا - اُس نے پشتو انگریزی
لغت کے علاوہ پشتو گرامر پر بھی اہم کتاب لکھی ہے . جو ۱۸۵۶ء میں شائع
ہوئی - پشتو کی اصل نسل سے متعلق لکھتا ہے :-
"پشتو اور ژند و پہلوی زبانوں میں گہری مشابہت ہے - اس لئے میں کہتا
ہوں - کہ پشتو ، سنسکرت اور ژند کے ساتھ پہلوی کے ساتھ گہرا تعلق
رکھتی ہے - کیونکہ پشتو کی کتابوں میں (قدیم کتابوں میں) ژند کی طرح حروف کو
حرکات کی جگہ لکھا گیا ہے" - (ترجمہ) — (۲)

---

(1) Chrestomathy of the Pushtu (Dorn) Petersburg (Preface) 1847
(بحوالہ عبدالحی حبیبی دپشتو ادبیاتو تاریخ ص ۳۶ جلد اول کابل ۱۹۴۶ء)

(۲) Pashto Grammar (H.G. Raverty) P.37 London 1856

ایک اور محقق ہنری والٹر بیلیو (Henary walter Bellew) ہیں جس نے ۱۸۶۷ء میں ایک پشتو گرامر لکھی - وہ پشتو زبان کی اصلیت کے بارے میں لکھتا ہے :-

"وہ پشتو اصلاً سنسکرت کی ایک بہن ہے - اور چونکہ یہ ہند اور ایران کے درمیان بولی جاتی تھی - اس لئے صدیوں سے اس پر فارسی کا اثر پڑا ہے - اور فارسی کے بہت سے الفاظ اس میں شامل ہوئے ہیں - لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنی انفرادیت اور اپنے قواعد کو برقرار رکھا - اور فیلالوجی کے اصولوں کے مطابق ان نئی چیزوں کو اپنے اندر جذب کر لیا" (ترجمہ) — (۱)

بیلیو (Bellew) کا نظریہ حقیقت کے قریب ہے - اس نے پشتو، فارسی اور سنسکرت کی مماثلت کو محسوس کیا ہے - اور اس طرح پشتو کو سنسکرت کی بہن کہا ہے - وہ جان گیا ہے - کہ تینوں زبانیں ایک مشترک زبان سے نکلی ہیں - جو ابتدائی آریاؤں کی زبان ہے - اور جسے ہم آریک کہتے ہیں -

انگریز ماہر فریڈرک میولر (Fredric Miller) نے بھی - (Ueber die spraach der Afghan" 1862 wien) میں پشتو کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا - کہ یہ ژند سے نکلی ہے - اس کا ذکر ڈاکٹر ٹرمپ نے اپنی کتاب میں کیا ہے - اور اس بحث کا آغاز، کہ پشتو، ہند آریائی ہے ہند ایرانی نہیں، اس طرح کیا ہے :-

" But it is aregued on all hands, that

---

(1) A gramar of the Pashto (Bellew) P. 11 London 1867

that the Pashto belongs to the Indo-Germ-anic family of languages, the further question is if it is to be classified with the Zend family or with the Indo-Aryan stock" ——(1)

یہی ڈاکٹر ٹرمپ (Trumpp) پہلا محقق ہے۔ جس نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں یہ نظریہ پیش کیا۔ کہ پشتو ایک ہندی لہجہ ہے۔ اور یہ ہند آریائی منزل سے گزر کر ہند ایرانی منزل تک پہنچی ہے۔ وہ پشتو کو پراکرتی زبان تو نہیں سمجھتا۔ البتہ ہندی شاخ کی زبان سمجھتا ہے۔ جس نے گہرے ایرانی اثرات قبول کئے ہیں۔ اور اس طرح دوسری ہند آریائی زبانوں سے الگ شکل اختیار کی ہے۔ اگرچہ ٹرمپ صاحب ترتیب میں مغالطہ کھا گئے۔ پشتو ہند ایرانی منزل سے ہو کر ہند آریائی منزل تک پہنچی ہے۔ کیونکہ ایرانی اثرات پہلے پڑے اور ہندی بعد میں۔ البتہ سندھی زبان ہند آریائی منزل سے گزر کر ہند ایرانی منزل تک پہنچی ہے۔ اور یہی پشتو اور سندھی کا اشتراک ہے۔

ڈاکٹر ٹرمپ کو پشتو کی مخصوص جغرافیائی حیثیت کا خیال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے پشتو کو ہند ایرانی اور ہند آریائی کی درمیانی کڑی کہا ہے:—

"The Pashto has preserved the whole cerebrals row (of course with exception of the aspira-

---

(1) A grammar of Pashto P. London 1873

-tes) of the Indian Parakrit tounges, that a very large stock of pure PASHTO words is directly derived from the adjourning prakrit idioms (chiefly the SINDHI, less the Panjabi) that the whole formation of the declensional and conjucational process becomes the closest anology to SINDHI, that the whole structure of the PASHTO active and casual verbs in the past-tense fully coincides with and can only be explained from SINDHI as shown in the Gramm. The Pashto however is by no means a Prakrit idiom like the SINDHI, Panjabi etc but an OLD INDEPENDENT LANGUAGE, forming the first transition from the Indo Arian to the Iranian family and therefore Participating of the character of both, but still with the predominant features of Indo aryan. This is also fully born out of the GEOGRAPHYCAL POSITION of the PASHTO between Indian & Iranian idioms." —(1)

---

(1) A Grammar of PASHTO (Dr. E. Trumpp) Page XII London 1873

ترجمہ (پشتو زبان نے ہندوستانی پراکرت زبان کی تمام مسکوسی آوازوں (سوائے تنفسی) کو محفوظ رکھا ہے کیوں کہ پشتو کا ایک بہت بڑا ذخیرۂ الفاظ ملحقہ پراکرتوں (زیادہ سندھی، کم پنجابی) سے ماخوذ ہے۔

پشتو زبان کا تمام صرفی اور نحوی نظام سندھی کے ساتھ قریبی مماثلت رکھتا ہے کیوں کہ ماضی کے تمام افعال (اصل اور معاون) سندھی کی طرح ہیں جن کی تشریح اس گرامر میں کی گئی ہے۔

تاہم پشتو کسی بھی طرح سندھی یا پنجابی کی مانند ایک پراکرتی زبان نہیں بلکہ ایک آزاد اور خودمختار زبان ہے جو ہند آریائی منزل سے گزر کر ایرانی منزل تک پہنچی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں ہندی اور ایرانی دونوں گروہوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ صورت پشتو زبان کی جغرافیائی حالت کی وجہ سے بھی پیدا ہوئی ہے کیوں یہ ہندی اور ایرانی زبانوں کے درمیان واقع ہے +)

ڈاکٹر ٹرمپ کی اس تحریر میں "Participating the character of both" کے الفاظ خاصے اہم ہیں ۔ دراصل پشتو ایک طرف ہندی زبانوں سے گہرے مراسم رکھتی ہے ۔ تو دوسری طرف ایرانی زبانوں سے اس کے تعلقات بہت اچھے رہے ہیں ۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے ۔ کہ جس زبان سے پشتو نکلی ہے ۔ اور جس کے اجزاء کو اس نے بڑی حفاظت کے ساتھ رکھا ہے ۔ اُسی سے ہندی اور ایرانی دونوں زبانیں وجود میں آئی ہیں ۔ لہذا ٹرمپ کی یہ بات حقیقت کے زیادہ قریب ہے کہ پشتو صرفی نحوی اور صوتیاتی لحاظ سے ہندی اور ایرانی زبانوں کا نقطۂ اتصال ہے ۔

ٹرمپ کے نظریے کی پروفیسر سپیگل (Prof: Von spiegal) نے اپنی کتاب "Eranicha Alterthumskunde" میں اور ڈاکٹر ہارن (Dr: Horln) نے "Grammar of the Gaudian" میں تائید کی ۔ اسی طرح مشہور محقق جیمز ڈارمسٹیٹر (James Darmestetar) نے پہلے ایک مقالے "Rapport sur une mission Phillologique dans Hindustan" (رسالہ) میں جو ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا ، اس نظریے کی حمایت کی ۔ مگر بعد میں "Chest Popularies des Afghans" میں جو ۸۹-۱۸۸۸ء میں مکمل ہوئی ، اس کی تردید کی اور کہا ۔ کہ پشتو یقیناً ژندا اس کے کسی قریبی لہجے سے نکلی ہے ۔ ڈارمسٹیٹر نے اس کتاب کے مقدمۃ اللغۃ والے حصے میں پورا زور یہ ثابت کرنے پر صرف کیا ہے ۔ کہ پشتو ہندی نہیں ، ایرانی لہجہ ہے ۔ اور ہندی اجزا اس میں بعد میں ہندی اثرات کے تحت آئے ۔ وہ پشتو میں واضح معکوسی آوازوں (Retroflex) کو بھی اصل نہیں سمجھتا بلکہ کہتا ہے کہ یہ آوازیں ہندی اثرات کے تحت بعد میں پشتو میں آئی ہیں ۔ وہ معکوسی آوازوں کو آریائی نہیں دراوڑی بتاتا ہے

وہ لکھتا ہے :- "پشتو زبان اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک ہندی لہجہ نہیں۔ کیوں کہ ہندی نظام کی دو نمایاں خصوصیات میں سے ایک بھی نہیں رکھتی۔ یعنی نہ تو اس میں تنفسی آوازیں (Aspirates) ہیں اور نہ ہی معکوسی (Retroflex) آوازیں" ترجمہ (۱)

دوسری جگہ زبان کے اصل کے بارے میں صاف لکھتا ہے :-

"پشتو زبان ژند یا اس کے قریبی لہجے سے نکلی ہے" (ترجمہ) ـ (۲)

ڈارمسٹیٹر کی کتاب ایک اہم تحقیقی کام ہے۔ اُس نے اپنے نظریے کو ثابت کرنے کیلئے ژند اور سنسکرت دونوں کے حوالے دئیے ہیں ـ اور کافی محنت سے کام کیا ہے۔

انگریز محقق میجر ڈی - ایل - آر لارمیر (Maj. D.L.R Lorimer) بھی ڈارمسٹیٹر کا ہمنوا ہے :-

" Pashto is an Iranian language and ows to its endependent Iranian origion" (۳)

پشتو کو ایرانی لہجہ قرار دینے کے بعد قدیم ہندی اور جدید فارسی اثرات کا ذکر یوں کرتا ہے :-

"Similarly the bulk of the vocabulary of Pashto is borrowed from modern Persian or old Indian, but the language remained natheless PASHTO and the decendants of Avestic or of a nearly allied dialect" - (۴)

---

(۱) ، (۲) - ڈارمسٹیٹر دَ پشتو خیبرنے (پشتو ترجمہ Chants Populaires de Afghan) ص ص ۵۰، ۵۲ کابل ۱۹۴۶ء

(3) Syntax of Colloquial Pashto Chap: XVI P.243 3.3.401 London 1915 (۳)

(4) Ibid Page: 243

گویا اب انگریز محققین پشتو کو ہند یورپی (Indo Germanic) مان لینے کے بعد دو مکاتب فکر میں تقسیم ہو گئے۔ ٹرمپ گروپ نے اس کو ہندی لہجہ تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی ایرانی اثرات کو بھی محسوس کیا۔ جبکہ ڈارمسٹیٹر گروپ نے اس کو ایرانی گروہ کی زبان مانا ہے۔ اور بعد کے ہندی اثرات کو شامل قرار دیا ہے۔

پشتو کو ہندی زبان کہیں اور ایرانی اثرات کو تسلیم کریں۔ یا ایرانی زبان کہیں اور ہندی اثرات کو محسوس کریں۔ بات تو بالکل ایک ہی بنتی ہے۔ کیونکہ صحیح بات یہ ہے۔ کہ ہندی اور ایرانی زبانیں جس شاخ سے پھوٹی ہیں۔ اور جنہوں نے نئی کونپلیں نکالی ہیں۔ پشتو اُسی شاخ سے وابستہ ہے۔ اور رنگارنگ پھول سجانے کے باوجود شجر سے پیوستہ ہے۔ گویا اصل آریائی زبان "آریک" سے جہاں ہندی اور ایرانی زبانیں پیدا ہوئیں۔ وہاں اُس کی قریب ترین بیٹی پشتو زندہ ہے۔

شہرہ آفاق مصنف اور ماہر لسانیات ہند، سرجارج ابراہام گریئرسن (Sir George grierson) کے ذکر کے بغیر برصغیر کی کسی زبان پر بات مکمل نہیں کہلائی جا سکتی۔ لسانیاتی تبصرہ ہند "linguistic survey of India" ایسا قیمتی تاریخی سرمایہ ہے۔ جس کو رہتی دنیا تک لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے مقدس کتاب سمجھتے رہیں گے۔ برصغیر کی کسی بھی زبان کے بارے میں کوئی الجھن درپیش ہو۔ تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ لنگولیسٹک سروے جیسا رہنما ہمارے پاس ہے۔ گریئرسن سے نظریاتی اختلاف تو کیا جا سکتا ہے۔ مگر اُس کی حیثیت اور درجے میں کسی کو کلام نہیں۔

پشتو کا ذکر لنگوسٹک سروے کے دسویں جلد میں آیا ہے۔ اس کو ایرانی بولیوں کے گروہ میں شامل کیا ہے۔ ٹرمپ اور ڈارمسٹیٹر کے اختلاف کا ذکر اُس

پشتو زبان کے تعارف میں کیا ہے ۔ دوسرے ماہرین کے حوالے بھی دیئے ہیں مگر
اختصار سے کام لیا ہے ۔ اور طویل بحث چھیڑنے سے گریز کیا ہے ۔ اُس نے ایرانی
زبانوں کو مغربی اور مشرقی شاخوں میں تقسیم کیا ہے ۔ مغربی شاخ میں جدید فارسی
شامل ہے ۔ جو ہخامنشی ایرانی اور ساسانی پہلوی زبان سے بنی ۔ مشرقی شاخ کی
زبانوں پشتو، بلوچی اور پامیر کی غلچہ، کو ژند سے مشتق ظاہر کیا ہے:۔

" Eranian languages are divided into two main groups; the Westeren & the Easteren. The Principal example of the for-mer is the moderen Persian of Iran, which is decendant from the old Persian of the Achaemenides through the Parthian or Pehlvi of the sassanides. The old form of the Easteren group with which we are acquain-ted is the so called Zend. From it are decended amongst other, the Ghilcha languages now spoken in the Pamirs. Baluchi also belongs to this group and as will shortly be seen PASHTO." — (1)

---

(1) Linguistic survey of India vol: X Calcutta 1921 (Chapter origin of language)

ترجمہ = ایرانی زبانیں دو بڑے گروہوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔
مغربی اور مشرقی ۔ پہلے کی بڑی مثال ایران کی فارسی ہے جو ساسانی
پہلوی کے ذریعے قدیم فارسی سے نکلی ہے۔
مشرقی گروہ کی سب سے قدیم صورت ژند کی زبان ہے۔ اس کی شاخیں
دوسری زبانوں کے علاوہ غلچہ زبانیں ہیں جو پامیر میں بولی جاتی ہیں۔
بلوچی بھی اسی کی شاخ ہے اور اب آگے ہم دیکھیں گے کہ پشتو
بھی اسی گروہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

گرئرسن نے پشتو کو مشرقی ایرانی شاخ سے وابستہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے
وہ آریاؤں کی آمد کی تفصیل بتاتا ہے اور پھر افغان، پشتون، پکتولیس، پکت وغیرہ
کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اور آریاؤں کے مختلف گروہوں میں بٹ جانے کو یوں بیان کرتا ہے

"One group filtered southwards over the Hindukash into the Valley of Kabal and thence into India where it,s speach became the ancestor of the moderen Indo Aryan vernatulars" (1)

گرئرسن نے بھی اس چیز کو محسوس کیا ہے۔ کہ آریہ جب ہند میں داخل ہوئے تو
وہ افغانستان سے ہو کر آئے۔ ظاہر ہے انہی کا ایک حصہ افغانستان میں رہا ہوگا
تو پھر اس نسبت سے پشتو، سنسکرت اور سندھی ~~بنی۔ جبکہ~~ کا جو رشتہ ہے۔
گرئرسن اس کے بارے میں خاموش ہے۔ آریہ اپنے ~~اپنے~~ ساتھ "آریک"
لائے۔ وہی آریک ہند میں سنسکرت اور سندھی بنی جبکہ افغانستان میں مختلف
مراحل سے گزر کر پشتو بنی۔ لہذا گرئرسن کا یہ کہنا کہ پشتو ژند سے مشتق ہے
غلط ہے۔

سر اولف کیرو برصغیر میں مختلف عہدوں پر فائز رہا ہے۔ خود لکھتا ہے۔ کہ اس
کی نصف زندگی پشتونوں کے درمیان گزری ہے۔ اس کی مشہور کتاب "پٹھان"
"The Pathans" پشتون قوم کے بارے میں ایک اہم دستاویز ہے۔ اگرچہ
نقطۂ نظر ان کا اپنا ہے۔ اور بہت سی باتوں میں اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

---

(1) Linguistic Survey of India vol: X P.1 Calcutta 1921

تاہم یہ ایک منفصّل کتاب ہے۔ جس میں اُن تاریخی لہروں کا سلسلہ وار ذکر ہے۔ جو
اس علاقے پر آئی ہیں۔ اُس نے پشتو زبان پر پورا باب "پشتو کی پیدائش" کے عنوان
سے لکھا ہے۔ اُس میں لکھتا ہے:۔

"مختصر یہ کہ پٹھانوں کی زندگی کا جس قدر غور سے مطالعہ کیا جائے۔ اُتنی ہی یہ حقیقت
واضح ہوتی ہے۔ کہ یہ زبان وہی ہے۔ جس کی ایرانی اور ہندوستانی دنیاؤں کے درمیان
اس کے جغرافیائی محل وقوع کے پیشِ نظر اس کے بارے میں توقع کی جاسکتی ہے
یعنی یہ ایک ایسی زبان ہے۔ جس میں ہندی، ایرانی زبانوں کی تمام قابل ذکر خصوصیات
موجود ہیں۔ البتہ ایرانی غلبہ نمایاں ہے۔ اِن خصوصیات کا مطالعہ نہ صرف الفاظ
اور مشتقات کی ساخت
بلکہ ترکیب نحوی کی روشنی میں بھی کرنا چاہیے۔ بہ الفاظ دیگر پشتو ایک درمیانی
زبان کی بہترین مثال ہے" ——— (۱)

اولف کیرو نے محسوس کیا۔ کہ پشتو میں ابتدائی مشترک زبان کے مکمل آثار
موجود ہیں۔ مگر چونکہ وہ ماہر لسانیات نہیں۔ اس لئے اُس نے یہی کہنے پر اکتفا
کی۔ کہ پشتو "درمیانی زبان" ہے۔

انگریزوں اور دوسرے غیر ملکی ماہرین کا ذکر یہاں اس سے زیادہ تفصیل میں
نہیں کیا جا سکتا۔ اِن مختصر اقتباسات سے پشتو زبان کے بارے میں اُن
کے نقطۂ نظر کو آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ اُنہوں نے پشتو زبان
کی جو خدمت کی اور جس طرح یورپ کے علمی اور ادبی حلقوں میں اس کو روشناس
کیا۔ قدیم پشتو تصانیف کو منظر عام پر لاکر انہیں شائع کرایا۔ اس کا اعتراف

---

(۱) پٹھان ترجمہ (The Pathans) ص ۱۰۷ پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

نہ کرنا یقیناً زیادتی ہوگی۔

برصغیر کے اپنے ماہرین لسانیات نے دوسری زبانوں پر بہت تحقیقی کام کیا ہے۔ مگر پشتو زبان کے ذکر سے اُن کی کتابیں خالی ہیں۔ آریاؤں کی آمد اور افغانستان کے راستے ہند میں اِن کے داخلے پر تو سب نے بحث کی ہے۔ مگر پشتو زبان کا نام اُن کی تحریروں سے خارج ہے۔ دراصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ ماہرین پشتو زبان سے نابلد تھے۔ حالانکہ پشتونوں نے برصغیر میں جو کردار ادا کیا ہے۔ اُس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اگر وہ پشتو زبان کے مطالعے کو اپنی تحقیق کا جزو بناتے تو یقیناً ایک نئے میدان میں داخل ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ انشاء اللہ خان انشاء نے پشتو گرامر پر ایک کتاب لکھی تھی (۱) مگر اس کا محسوس ثبوت موجود نہیں۔ نہ تو یہ کتاب دستیاب ہے اور نہ ہی قدیم تذکروں میں اس کا ذکر آیا ہے۔ یہاں یہ بات سامنے رکھنی چاہیے۔ کہ انشاء کے اُردو کلام میں بہت سے پشتو الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اُس کے کلیات میں "مقطعات در معرفت زبان پشتو" کے عنوان سے چند قطعے موجود ہیں۔ جن میں پشتو رسم الخط، افعال، حروف اور الفاظ کو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے ــــ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انشاء پشتو زبان بولنا اور لکھنا جانتا تھا۔ اِن چند قطعوں کو (جو فارسی میں ہیں)

---

(۱) پشتو صرف و نحو (خیال بخاری) ص (ل ط) یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۵۷ء

(۲) کلیات انشاء ص ۱۰۴ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ فروری ۱۸۷۶ء

برصغیر کے کسی ادیب کی پشتو سے متعلق پہلی تحریر سمجھا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے "ہندوستانی لسانیات" میں ہندوستان کی غیر ہند آریائی زبانوں کے باب میں پشتو کا ذکر کیا ہے:-

"ہندوستان کی دوسری غیر ہند آریائی ~~زبانوں کے باب میں~~ زبانیں "ایرانی" کی شاخ اوستائی سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کو قدیم باختری یا قدیم میدیائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اِن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پشتو اور دوسری بلوچی۔ دونوں زبانیں ہندوستان کے مغربی اور شمالی علاقوں میں مستعمل ہیں" ——— (۱)

لیکن نقشے میں وہ پشتو اور بلوچی کو جدید فارسی سے مشتق دکھاتے ہیں۔ اور اسی پر پشتو کا ذکر ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرے جدید ماہرین لسانیات کی کتابوں میں ضمناً کہیں پشتو کا تذکرہ آیا ہو ممکن ہے مگر کسی نے اس پر تحقیقی کام نہیں کیا۔

افغان محقق عبدالحئی حبیبی نے اس میدان میں انقلابی قدم اُٹھایا ہے۔ اور پشتو زبان کی مفصّل تاریخ بڑی محنت اور کاوش سے پشتو میں مرتب کی ہے۔ اس سلسلے میں جملہ انگریز محققین اور غیر ملکی ماہرین لسانیات کی رائے کو قلمبند کیا ہے۔ اس نے ژند کی زبان اوستا اور سنسکرت سے پشتو کا موازنہ کیا ہے۔ اور قدیم مشترک آریائی زبان "آریک" کے اجزاء کو تینوں میں تلاش کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تینوں زبانیں اتنی قریب ہیں۔ کہ آج بھی عام صوتیاتی تبدیلی کے اصولوں کو سامنے رکھنے سے تینوں زبانیں ایک ہی زبان معلوم ہوتی ہے۔ مناسب موقع پر جب ویدی، اوستائی، سندھی، پشتو اور اردو کے مشترک ذخیرہ الفاظ

---

(۱) ہندوستانی لسانیات ص ص ۹۶، ۹۷ مکتبۂ معین الادب لاہور جنوری ۱۹۶۱ء

پر بحث ہوگی۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ان میں کتنی مماثلت ہے۔
عبدالحیٔ حبیبی نے "د پښتو ادبیاتو تاریخ" (جلد اوّل) میں پشتو زبان پر تحقیقی کام کیا ہے۔ اس میں اس نے آریاؤں کی آمد، اوستا کے آریا وجیہ، ویدوں کے بکھت اور ہیرودوٹ کے پکتولیس پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور اس نتیجے پر پہنچا ہے۔ کہ پشتو زبان اس قدیم اصل آریائی زبان سے براہ راست پیدا ہوئی ہے۔ جس کو "آریک" کا نام دیا گیا ہے۔
آریہ اپنی سرزمین (افغانستان قدیم یا اس کا قریبی علاقہ) سے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ اور اپنے ساتھ اپنی "آریک" لے گئے۔ اسطرح اس سے ہند میں سنسکرت (سندھ میں سندھی) اور ایران میں اوستا وجود میں آئیں۔ جو لوگ کہیں نہیں گئے، ظاہر ہے، وہ اپنی اصل زبان "آریک" بولتے رہے۔ جس نے بعد میں مختلف اثرات کے تحت موجودہ پشتو کی صورت اختیار کی۔ اس کو کن مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ فی الحال اتنا کافی ہے۔ کہ عبدالحیٔ حبیبی کے خیال میں سنسکرت (اور سندھی) پشتو اور اوستا آپس میں بہنیں ہیں۔ ابتدائی آریائی زبان "آریک" ان کی ماں ہے۔ وہ لکھتا ہے:
"پشتو ہند یورپی یعنی آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ چونکہ آریاؤں کی اصل سرزمین ہمارا ملک (افغانستان) ہے۔ اس لئے اصل آریائی زبان یہیں بولی جاتی تھی۔ اور یہاں رہ گئی تھی۔ اسی کی بیٹی پشتو آج تک ان پہاڑوں میں زندہ ہے۔ دوسری ہند آریائی زبانیں جیسے ویدوں کی زبان (قدیم سنسکرت) اور اوستا (ژند کی زبان) پشتو کی بہنیں ہیں۔ پشتو ان دونوں سے زیادہ اصل آریائی ماں کے قریب ہے۔ اور آج بھی اس میں اصل آریائی زبان کے الفاظ زندہ مستعمل ہیں" ترجمہ (۱)

د پښتو ادبیاتو تاریخ (جلد اوّل) ص ۴۴ کابل ۱۹۴۶ء

عبدالحئی حبیبی کی کتاب "د پشتو ادبیاتو تاریخ" کے بعد پشتو پر کوئی نمایاں کام نہیں ہوا۔ نہ ہی زبان کی کوئی تاریخ لکھی گئی۔

قاضی عبدالحلیم اثر افغانی نے ۱۹۴۹ء میں "پشتو ادب" کے نام ایک کتاب پشتو میں لکھی ہے۔ جو ادارہ اشاعت سرحد پشاور سے شائع ہوئی ہے۔ مگر اس میں زبان سے متعلق مواد کم ہے۔

کوثر غوریاخیل نے "ژبو لیښنه" کے نام سے ۱۹۵۹ء میں ایک کتاب پشتو میں تصنیف کی ہے جس میں زبانوں کی تقسیم اور پشتو زبان پر کچھ کام کیا ہے۔ مگر اس میں تحقیقی نقطۂ نظر سے کئی خامیاں ہیں۔

پشتو کے بارے میں اردو میں سب سے پہلے "ادبیات سرحد" جلد اول لکھی گئی جس کا مصنف رضا ہمدانی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۳ء میں مکمل ہوئی۔ اس میں پشتو زبان کی اصل نسل سے متعلق اشارے ہیں۔ مگر یہ عبدالحئی حبیبی کی مذکورہ بالا کتاب سے ماخوذ ہیں۔

ادارہ مطبوعات (کراچی) کے پمفلٹ ۲ موسوم بہ "پشتو ادب" میں مضامین ہیں۔ جو ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ یہ مضامین ریڈیو کے لیے (اردو میں) لکھے گئے تھے۔ جو جلیل احمد قدوائی نے لکھے۔ ان میں پشتو زبان و ادب سے متعلق مختصر مواد ہے۔

فقیر حسین ساحر نے "پشتو زبان و ادب پر ایک نظر" کے نام سے مختصر سی کتاب لکھی ہے۔ جو ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ مگر زبان سے متعلق مواد "ادبیات سرحد" (جلد اول) سے لیا گیا ہے۔

۱۹۶۶ء میں مرکزی اردو بورڈ کی طرف سے محمد میاں عباسی کی کتاب شائع

ہوئی ہے۔ جس کا نام "پشتو زبان و ادب کی تاریخ" ہے۔ اس میں بھی پشتو زبان سے متعلق کچھ مواد ہے۔ لیکن اس کا بھی بیشتر حصہ حبیبی کی کتاب سے ماخوذ ہے۔
ان تمام کتابوں میں کسی نے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا۔ سب نے یہی کہا ہے۔ کہ پشتو آریائی زبان ہے اور یہ سنسکرت اور اوستا کی بہن ہے
۱۹۵۵ء میں ایک امریکی ماہر لسانیات ہربرٹ پنزل Herbert Penzel نے A grammar of Pashto نامی کتاب لکھی۔ جس میں پشتو کے قندہاری لہجہ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کسی غیر ملکی مصنف کی تازہ کتاب ہے۔ مگر اس نے زبان کی اصل نسل سے بحث نہیں کی۔ اور چند انگریزوں کے حوالے دے کر گرامر کا آغاز کیا گیا ہے۔
آخر میں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے وہ الفاظ نقل کرتا ہوں۔ جو پشتو زبان کے تعارف میں لکھے گئے ہیں۔

" Pashto is an East Iranian language with strong Indian influence, many Arabic and persian loanwards and many Archaic Iranian features. It is written with a modified Arabic Alpha-bet...... Pashto becomes prominent only after creation of the Afghan state in the 18th century. It is the NATIONAL language of AFGHANISTAN which recog-

ترجمہ۔ پشتو ایک مغربی ایرانی زبان ہے جس گہرے ہندی اثرات پڑے ہیں اور جس میں عربی اور فارسی کے لاتعداد مستعار الفاظ کے علاوہ بہت سے فارسی و عربی خدوخال نمایاں ہیں۔ یہ عربی کے ترمیم شدہ خط میں لکھی جاتی ہے ۔۔۔۔

پشتو اُس وقت ایک نمایاں زبان کی حیثیت سے ابھری جب اٹھارویں صدی میں ایک افغان سلطنت (افغانستان) وجود میں آئی۔ یہ افغانستان کی قومی زبان ہے جہاں فارسی کو دوسری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

-nizes Persian as a second language" (1)

ان تمام بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ پشتو آریائی زبان ہے۔ چونکہ یہ اصل آریائی زبان سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اپنی پیدائشی سرزمین پر رہی ہے۔ اس لئے یہ نہ تو ھندی ہے۔ نہ ایرانی بلکہ صرف آریائی ہے۔ کیونکہ ہندی اور ~~آریائی~~ ایرانی کی تقسیم اُس سرزمین سے باہر شروع ہوتی ہے۔ جہاں پشتو پیدا ہوئی ہے۔ اور اب یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ سندھی زبان اُس وقت وجود میں آئی۔ جبکہ آریہ "آریک" بولتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے۔ اور مقامی لوگوں کو مغلوب کرنے کے باوجود اُن کی زبان کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس طرح "آریک" سندھی بن گئی۔ مختلف بیرونی، تہذیبی اور ثقافتی، اثرات قدیم افغانستان اور قدیم وادئ مہران پر بیک وقت پڑے۔ اور سندھی اور پشتو نے ایک ہی قسم کے اثرات قبول کیئے۔ اس لئے بنیادی طور پر بھی اور لبعد کے اثرات کو دیکھتے ہوئے بھی، سندھی اور پشتو کا رشتہ بہنوں کا ہے۔ اور وہ ایک دوسری کے بہت زیادہ قریب ہیں۔

آئندہ صفحات میں جب، ہم، اُردو کی اصل نسل پر بحث کریں گے۔ تو واضح ہو جائے گا۔ کہ اُردو کا بھی ابتدائی مشترک زبان، آریک، سے وہی رشتہ ہے۔ جو پشتو اور سندھی کا ہے۔ اس طرح تینوں زبانوں کے اشتراک کو ہم بہ آسانی جان سکیں گے +

---

(1) Encyclopaedia Britannica vol: 17 P. 431 U.S.A 1972

اُردو زبان کی ابتدا اور اصل نسل

اُردو کی ابتدا اور اُس کی اصل نسل کے بارے میں قدیم محققین اور تذکرہ نویسوں میں اتنا زیادہ اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کسی دو ماہرین کی رائے پڑھیے۔ اُس میں آپ کو تضاد ملے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے۔ کہ اپنے مخصوص حالات اور بیرونی سرمایۂ الفاظ کی بنا پر اُنہیں یہ غلط فہمی ہوئی کہ اُردو یا تو خالص بیرونی زبان ہے۔ یا پھر مختلف زبانوں کے اجزاء کو ملا کر ایک مرکب زبان بن گئی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اُردو سر تا سر خالص ہندی زبان ہے۔ البتہ الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ بیرونی زبانوں پر مشتمل ہے۔ مگر زبان کا انحصار بنیادی ڈھانچے پر ہوتا ہے۔ اسماء پر نہیں ہوتا۔

اُردو کی اصل نسل کے بارے میں آئیے، پہلے مختلف ماہرین لسانیات اور دوسرے ادیبوں کے نقطۂ نظر کو دیکھیں۔

میر امن دہلوی نے ۱۸۰۱ء میں "باغ و بہار" لکھی ہے۔ اُس کے دیباچے میں اُردو کے بارے میں لکھا ہے:۔

"جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا۔ تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم، قدر دانی اور فیض رسانی اس خاندان کی سن کر، حضور میں آکر جمع ہوئے۔ یہاں ہر ایک کی گویائی اور بولی جُدی جُدی تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال جواب کرتے۔ ایک زبان اُردو کی مقرر ہوئی" ——— (۱)

---

(۱) باغ و بہار (میر امن) ص ۷۷ اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۵ء

ڈاکٹر گلکرائسٹ (Gil Chreist) نے اپنی تصنیف (Hindustani Philology) میں لکھا ہے :-

"ہندوستانی زبان (اردو) نے امیر تیمور کے حملے (۹۹-۱۳۹۸) کے دوران موجودہ صورت اختیار کی (۱)

سرسید نے "آثار الصنادید" لکھی۔ جو پہلی بار ۱۸۵۴ء / ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوئی۔

اُس میں اردو کے آغاز کے بارے میں لکھا :-

"اگرچہ بابر اور جہانگیر کے عہد تک ہندی بھاشا میں کچھ تغیر و تبدیل نہیں ہوئی تھی۔ مسلمان اپنی گفتگو فارسی میں اور ہندو اپنی گفتگو بھاشا میں کرتے تھے۔ پھر جب امیر خسرو نے خلجی بادشاہوں کے زمانے سے یعنی حضرت مسیح کی تیرھویں صدی میں فارسی میں بھاشا کے الفاظ ملانے شروع کئے اور کچھ پہیلیاں اور مکرنیاں اور نسبتیں ایسی زبان میں کہیں۔ جن میں اکثر الفاظ بھاشا کے تھے غالب ہے کہ رفتہ رفتہ بھاشا میں جب ہی سے ملاپ شروع ہوا۔ مگر ایسا نہ تھا۔ جس کو جُدا زبان کہا جائے جبکہ شاہجہان بادشاہ نے ۱۰۵۸ھ مطابق ۱۶۴۸ء میں شہر شاہ جہاں آباد آباد کیا۔ اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا۔ اُس زمانے میں فارسی زبان اور ہندی بھاشا ابت مل گئی۔ اور بعضے فارسی لفظوں اور اکثر بھاشا کے لفظوں میں بسبب کثرت استعمال کے تغیر و تبدل ہو گئی۔ غرضیکہ لشکر بادشاہی اور اُردوئے معلّیٰ میں اِن دونوں زبانوں کی ترکیب سے نئی زبان پیدا ہو گئی۔ اور اسی سبب سے زبان اُردو نام ہوا۔ پھر کثرت استعمال سے لفظ زبان کا محذوف ہو کر اس زبان کو اُردو کہنے لگے" (۲)

---

(۱) اُردو زبان کی قدیم تاریخ ص ۷۱ لاہور ۱۹۷۱ء

(۲) آثار الصنادید (سرسید) دہلی ۱۸۵۴ء بحوالہ اُردوئے قدیم (شمس اللہ قادری) نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۰ء

مولوی عبدالغفور نساخ نے "رسالہ در تحقیق زبان ریختہ" ۱۲۷۵ھ / ۱۸۶۰ء میں لکھا۔ اس میں اردو کے بارے میں یوں رقمطراز ہے :-

"زبان اردو روزمرہ دہلی کو کہتے ہیں۔ اس شہر میں قدیم الایام سے برابر ہندی زبان مروج تھی۔ ہر شخص اس زبان میں کلام کرتا تھا۔ جب ۵۸۸ھ میں سلطان معزالدین مشہور بہ شہاب الدین غوری نے ملک ہند پر چڑھائی کی۔ اہل ہند کو شکست دی۔ رائے پتھورا کا کام تمام کیا۔ تمام ملک ہند سلاطین غور کے قبضہ اختیار میں آیا۔ رفتہ رفتہ زبان قدیم میں لفظ فارسی عربی و ترکی ملتا گیا (۱)

سرسید اور مولوی عبدالغفور نساخ کے خیالات میں بنیادی فرق ہے۔ سرسید کی تحریر کا مطلب یہ نکلتا ہے۔ کہ ہندی کے الفاظ فارسی میں ملے۔ جبکہ مولوی نساخ کی تحریر ایک حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ کہ اصلاً یہاں ہندی الاصل زبان رائج تھی۔ البتہ فارسی، عربی، ترکی اور پشتو الفاظ نے اس میں مل کر جدید اردو کی شکل و صورت اختیار کی۔ سرسید سب کچھ تھا۔ مگر ماہر لسانیات نہ تھا۔ جبکہ مولوی نساخ کا نقطۂ نظر خالص محققانہ اور ماہرانہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تصنیف کے نام سے ظاہر ہے۔

محمد حسین آزاد کی "آب حیات" کو جو شہرت نصیب ہوئی۔ وہ بہت کم کتابوں کو حاصل ہوئی ہوگی۔ اردو کی ابتدا کے بارے میں آزاد لکھتا ہے :-

"مسلمان بھی اب یہیں کی زبان کو اب اپنی زبان سمجھنے لگے تھے۔ اور اس زبان کو کس شوق اور محبت سے بولتے تھے۔ شاید بہ نسبت ہندوؤں کے فارسی

---

(۱) رسالہ در تحقیق زبان ریختہ ص ص ۳، ۴ طبع ۱۸۹۰ء
بحوالہ اردوئے قدیم شمس اللہ قادری لکھنؤ ۱۹۳۰ء

عربی لفظ اُن کی زبان پر زیادہ آتے ہوں گے - اور جتنا یہاں رہنا سہنا اور
استقلال زیادہ ہوتا گیا - اُتنا ہی روز بروز فارسی ترکی نے ضعف اور یہاں
کی زبان نے زور پکڑا ہوگا - رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے میں کہ اقبال تیموریہ
کا آفتاب عین اوج پر تھا - شہر اور شہر پناہ تعمیر ہو کر نئی دہلی دار الخلافہ
ہوئی - بادشاہ اور ارکان دولت زیادہ تر وہاں رہنے لگے - اہل سیف، اہل قلم
اہل حرفہ اور تجار وغیرہ ملک ملک اور شہر شہر کے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے۔
ترکی میں اُردو بازار لشکر کو کہتے ہیں - اُردوئے شاہی اور دربار میں ملے جُلے الفاظ
زیادہ بولتے تھے - وہاں کی بولی کا نام اُردو ہو گیا"۔ (۱)

اس تفصیل کے بعد جب آزاد اُردو کی اصل نسل سے بحث کرتا ہے تو لکھتا ہے:-
"اتنی بات ہر شخص جانتا ہے - کہ اُردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے۔
اور برج بھاشا خالص ہندوستانی زبان ہے"۔ (۲)

مولانا آزاد کے دونوں اقتباسات میں "یہیں کی زبان" اور خالص ہندوستانی زبان
کے الفاظ قابل غور ہیں - وہ صحیح نتیجے تک پہنچے ہیں - کہ اُردو فارسی الاصل،
ترکی النسل یا عربی نژاد نہیں - بلکہ خالص مقامی (ہندی الاصل) زبان ہے۔

آزاد کے بعد بہت سے ادیبوں نے اپنے تذکروں یا دوسری تحریروں میں
اُردو زبان کی اصل کی طرف اشارے کیے ہیں - ایک بات پر تقریباً سب ادیب
و محققین متفق ہیں - کہ اُردو ایک ایسی زبان ہے - جو مسلمانوں کی آمد کے بعد
بنی - اس کی بنیاد یہیں کی کسی ہندی آریائی زبان پر ہے - اور بیرونی الفاظ نے مل کر

---

(۱)، (۲) آبِ حیات (آزاد) ص ص

اس کو نئی صورت بخشی

مولانا سلیمان ندوی نے اُردو زبان کی جو خدمت کی ہے۔ اُس کا واضح ثبوت "نقوشِ سلیمانی" ہے۔ جس میں ۱۹۱۵ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک کے خطبے اور مقالے شامل ہیں۔ اُن کے خیال میں اُردو زبان اُس وقت وجود میں آئی جب مسلمان وادیٔ سندھ میں داخل ہوگئے۔ مقامی زبان (سندھی) کے ساتھ جب عربی کا پیوند لگا۔ تو ایک نئی زبان نے جنم لیا۔ اور وہ اُردو ہے۔ وہ لکھتے ہیں "مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچتے ہیں۔ اس لئے قرینِ قیاس ہے۔ کہ جس کو ہم آج اُردو کہتے ہیں۔ اُس کا ہیولیٰ وادیٔ سندھ میں تیار ہوا ہوگا" (۱)

مولانا سلیمان ندوی سے نظریاتی اختلاف کیا گیا ہے۔ تاہم اُن کے نظریے کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ کیوں کہ سندھ ہی وہ سرزمین ہے۔ جہاں کہ مسلمانانِ عرب نے پہلے قدم رکھا۔ مگر جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ عربی کا جو اثر سندھی پر پڑا۔ اُس سے اُردو نہیں "جدید سندھی" وجود میں آئی۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح سندھ میں جس زبان کا ہیولیٰ تیار ہوا۔ وہ اُردو نہیں "سندھی" تھی (۲)

مولانا سلیمان ندوی کے بعد نہ تو اس نظریے کو کسی کی تائید حاصل ہو سکی۔ نہ ہی کسی نے اس کو آگے بڑھایا۔ خود مولانا سلیمان ندوی نے بھی اس پر زور نہیں دیا۔ البتہ علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ ایک انقلابی نظریہ تھا۔ جس نے محققین

---

(۱) نقوشِ سلیمانی ص ۳۱ اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۷ء
(۲) سندھی اُردو کے لسانی روابط ص ۴۰ مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء

کو غور کرنے پر مجبور کیا۔

مولانا سلیمان ندوی کے بعد اردو میں جو مفید اور رہنما کام ہوا۔ وہ حافظ محمود شیرانی کا ہے۔ اُس نے "پنجاب میں اردو" لکھی جس میں یہ نظریہ پیش کیا کہ اردو پنجاب سے نکلی ہے۔ اُس نے اس دعوے کے لیے تاریخی اور لسانی شہادتیں پیش کی ہیں۔ اُس کے خیال میں سندھ میں مسلمانوں کے قیام کا عرصہ اتنا قلیل تھا کہ اس مختصر عرصے میں ایک نئی جامع زبان وجود میں آنی مشکل ہے۔ البتہ جب معزالدین (شہاب الدین غوری) نے لاہور کو اپنا پائے تخت بنایا۔ تو وقت کا تقاضا تھا۔ کہ ایک دوسرے کی زبان کو سمجھنے کے لیے ایک مشترک زبان وجود میں آئے۔ فطری طور پر یہ زبان پنجابی اور فارسی، عربی اور ترکی کے امتزاج سے بنی ہے

حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں :-

"اس موقع پر ہمارے مورخ یہ فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ اہلِ ہند کے تعلقات (ہندوستان اعظم کے) پرتھی راج کی شکست اور فتح دہلی کے زمانے سے شروع نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے کئی صدی بیشتر سے ابتدا پاتے ہیں۔ وہ عربوں کی فتح سندھ، ملتان اور غزنوی خاندان کی فتح پنجاب کو مطلق فراموش کر جاتے ہیں (۱)

اس کے بعد وہ صرفی اور نحوی بناوٹ کا ذکر کرتا ہے :-

"سیاسی واقعات کا اثر زبان پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ہم اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کی صرف و نحو، اِن کے قواعد اور عام ہیئت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو یہ اثر قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے۔ اور دونوں زبانوں کی مماثلت کا راز صحیح طور پر آشکارا ہو جاتا ہے" (۲)

---

(۱)، (۲) پنجاب میں اردو (محمود شیرانی) ص ۷۶ مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۴۹ء

عین الحق فرید کوٹی نے "اردو زبان کی قدیم تاریخ" میں اپنے مختلف مضامین کو جو مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں، شائع کیا۔ وہ بھی پروفیسر حافظ محمود شیرانی کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں قدیم پنجابی زبان (منڈاری گروہ) کا اثر نہ صرف اردو پر بلکہ برصغیر کی دوسری آریائی اور غیر آریائی زبانوں پر بتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"اردو زبان کی جنم بھومی کے بارے میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ لیکن علماء کی اکثریت اس امر پر متفق ہے۔ کہ اس کے سرچشمے برصغیر کے شمالی خطے ہی سے پھوٹے ہیں۔ اس لیے اردو زبان کے حسب و نسب کا تعین کرنے کیلئے اس خطے کی قدیم زبانوں کا جائزہ لینا ضروری ہے" ۔۔۔ (۱)

شمالی خطے کا تعین کرنے کے بعد عین الحق فرید کوٹی پنجابی کا خصوصی ذکر کرتا ہے۔ اور اردو پنجابی صرف و نحو کی مشابہت کو سامنے رکھ کر اردو اور پنجابی کا رشتہ متعین کرتا ہے:۔

"جب ہم اردو زبان کی صرف و نحو کا پنجابی اور برج بھاشا صرف و نحو سے موازنہ کرتے ہیں۔ تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ جہاں اردو اور پنجابی کے درمیان گہرا رشتہ موجود ہے۔ وہاں اس کے برج بھاشا سے اختلافات کی خلیج بہت وسیع ہے"۔ (۲)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اردو کا خمیر پنجاب میں بننا شروع ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اس طرح اردو کا رشتہ اور تعلق برج بھاشا سے ملانے کا نظریہ اب قابل قبول

---

(۱)، (۲) اردو زبان کی قدیم تاریخ (عین الحق فرید کوٹی) ص ص ۷۸، ۸۰ لاہور ۱۹۷۲ء

نہیں رہا۔ کیونکہ برج کے علاقے میں پہنچنے سے پہلے اُردو کا ہیولیٰ تیار ہو چکا
تھا۔ اور اس کا لسانی پیکر ایک حد تک قدیم پنجابی کی حدود میں واضح اور متعین
شکل اختیار کر چکا تھا" ——— (۱)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ لگانا آسان ہو گیا ہے۔ کہ محققین کا ایک
بڑا گروہ اس بات کا قائل ہے۔ کہ اُردو زبان پنجابی سے نکلی ہے۔ جب پنجابی
میں فارسی، عربی، ترکی اور پشتو الفاظ شامل ہونے شروع ہوئے۔ تو ایک
نئی زبان وجود میں آئی۔ جس کو "اردو" کہا جاتا ہے۔

اس نظریے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ تاریخ پر نظر
ڈالنے سے معلوم ہو گا۔ کہ مسلمان پنجاب میں کافی عرصہ رہے۔ اور یقیناً انہیں
ایک مشترک زبان کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی۔ مگر جن حالات میں وہ رہے
وہ ایسے تھے۔ کہ انہیں اس بات کی فرصت نہیں ملی ہوگی۔ کہ ایک دوسرے کی
زبان پر توجہ دیں۔ یہ دور زیادہ تر فتوحات اور جنگی مہمات کا ہے۔ اور یقیناً
ہنگامی حالات میں معاشرتی زندگی تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

پھر وہ وقت آتا ہے۔ جب مسلمان پنجاب کو خیرباد کہہ کر دہلی کو مستقل طور پر
اپناتے ہیں۔ اور اسے پائے تخت بناتے ہیں۔ اب اُن کی غیر ملکی حیثیت سے
آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہندوستان کے باشندے بن جاتے ہیں۔
یہی وہ وقت ہے۔ جب مسلمان فطری طور پر مقامی زبان کی طرف متوجہ ہوتے
ہیں۔ اور مقامی لوگ اپنے حکمرانوں اور نو وارد امراء کی زبان کو قدر کی نگاہ

---

(۱) جامع القواعد ص ۴۴ مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء

سے دیکھنے لگتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے ۔ کہ ایک مخلوط زبان بننے لگتی ہے ۔ جو مختلف مراحل سے گزر کر اُردو بن جاتی ہے ۔ اور علمی، ادبی زبان کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آتی ہے ۔ گویا اُردو زبان اپنے اندر ایک مکمل معاشرتی تاریخ سموئے بیٹھی ہے ۔

صفیر احمد جان لکھتا ہے ۔

"امر واقع یہ ہے ۔ کہ زبان اُردو کی داغ بیل فتح دہلی سے بہت قبل ہو چکی تھی ۔ مگر زبان کی حیثیت البتہ فتح دہلی کے بعد ہی اختیار کی" ۔ (۱)

"سندھ میں اردو" اور "پنجاب میں اُردو" کے بعد اہم اور قابل قبول نظریہ یہ ہے ۔ کہ اُردو "دوآبے" کی زبان ہے ۔ اور یہ شورسینی پراکرت کی اَپ بھرنش سے نکلی ہے ۔ یہ نظریہ ٹھوس علمی اور تحقیقی نوعیت کا ہے ۔ کیوں کہ اُردو کی ساخت اور اس کی علمی اور ادبی حیثیت کو سامنے رکھکر کہا جاسکتا ہے ۔ کہ اس زبان کی بنیاد ایک ایسی زبان کے ڈھانچے پر رکھی گئی ہے جو ایک عرصے تک علمی اور ادبی زبان رہی ہوگی ۔ ظاہر ہے کہ دوآبہ گنگ وجمن کی سیاسی اور جغرافیائی خل و قوع کو مدنظر رکھکر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُردو دوآبے ہی کی زبان ہے ۔ قدیم ادبیات نہ ہونے کی وجہ سے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔ لیکن علماء کی بڑی تعداد اس پر متفق ہے ۔ کہ وہ زبان "شورسینی پراکرت" ہے ۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان لکھتے ہیں :۔

"غرضیکہ ہندوستان کی جدید زبانوں کی پیدائش پراکرت سے نہیں اَپ بھرنش

تاریخ ادب اُردو ص ۳۶۰ لاہور (نامعلوم)

حامد حسن قادری بھی اس نظریے کا حامی ہے - کہ اُردو اصلاً دہلی اور نواح دہلی کی زبان ہے - اور یہ شورسینی پراکرت سے پیدا ہوئی - وہ لکھتا ہے :-

"شورسینی پراکرتوں نے قدیم زمانے ہی سے مختلف علاقوں میں مختلف شکلیں پیدا کر لی تھیں - جو امتیاز کیلئے مقامی ناموں سے معروف تھیں - اُردو زبان اگرچہ ان سب زبانوں سے مل کر بنی ہے - پھر بھی اس کا اصل سانچہ دہلی اور نواح دہلی کی زبان ہے اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ دوسرے صوبوں کی مخصوص زبانیں بھی الگ الگ رائج ہیں - مگر موجودہ صوبہ جات متحدہ کی زبان وہی ہندی ہے - جس نے اب اُردو کی شکل اختیار کر لی ہے" ——— (۱)

نصیر الدین ہاشمی نے "دکن میں اُردو" لکھی - لیکن وہ بھی اُردو کا مولد دکن کو نہیں بلکہ دوآبہ گنگا و جمنا کو سمجھتا ہے - لکھتا ہے :-

"سندھ، دکن اور پنجاب کے خارج ہونے کے بعد اب صرف دوآبہ گنگا جمنا باقی رہ جاتا ہے - جو اُردو کے مولد ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے" ——— (۲)

برصغیر کے محققین اور ماہرین لسانیات کے علاوہ انگریزوں نے بھی اُردو زبان کے بارے میں اپنی آراء کا ذکر کیا ہے - ان میں گریئرسن اور جان بیمز زیادہ مشہور ہیں - گریئرسن اُردو کو شورسینی پراکرت سے مغربی ہندی کے ذریعے ماخوذ سمجھتا ہے جس کا علاقہ دوآبہ ہے - اپنی شہرہ آفاق تصنیف "Linguistic survey of India" میں اُردو کے بارے میں یوں رقم طراز ہے :-

---

(۱) داستان تاریخ اُردو ص ص ۱۱، ۱۲ اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۶ء

(۲) دکن میں اُردو ص ۱۴ اُردو مرکز لاہور ۱۹۵۲ء

"As regards the inner languages, the principal Apabramasha is that which has been presented to us in a literary form. This was known as Nag-ar Apbhramsha, and, as its name suggests, it was the Aphbaramsha of Gujrat and the neighbouring countries where the Nagar Apab-bramasha still forms an indepedent form of the community. In various dialects, and it had certainly local variations, it must if we are to accept the evidence of the modern ver-naculars have extended over the whole of Western India, North of the Deccan, excep-ting the extreme North-west. Amongst them was the SURSENA Apabhramasha of the middle Doab which was the parent of Western Hindi." —(1)

گریرسن کی اس تحریر کا مفہوم یہی ہے۔ کہ اردو مغربی ہندی کے ذریعے اس زبان سے نکلی۔ جس کو شورسینی پراکرت کہتے تھے۔ اور جو دوآبے میں بولی جاتی تھی۔

---

(1) Linguistic survey of India Vol: I part Chapter XII Page: 126

ترجمہ = اندرونی زبانوں کے سلسلے میں نمایاں زبان اَپ بھرنش ہے۔ جو ادبی زبان کی صورت میں ہمارے سامنے آئی اور اسے ناگراپ بھرنش کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ گجرات اور اس کے قریبی علاقوں میں رائج تھی جہاں آج بھی ناگراپ بھرنش ایک آزاد خاندان کی حیثیت سے موجود ہے۔ اگر ہم لسانی شہادت کو تسلیم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انتہائی شمال مغرب کو چھوڑ کر یہ تمام مغربی ہند اور شمالی دکن میں رائج تھی، انہی میں سے ایک اَپ بھرنش شورسینی ہے جو دوابہ کے درمیان بولی جاتی تھی اور یہ مغربی ہندی کی ماں ہے۔

اپ بھرنشوں

سے ہوئی ہے۔ اُن کا سلسلہ حسب ذیل اپ بھرنشا بُوں سے ملایا جاسکتا ہے
(I) شسور سینی اَپ بھرنش (ii) کھڑی بولی یا ہندوستانی (موجودہ اُردو/ہندی)۔
(۱)
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب لکھتے ہیں :۔
"بہرحال اب یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے۔ کہ اُردو ساخت کے اعتبار سے پراکرت کی اَپ بھرنش سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ جس کے شرقی حدود پنجاب اور جنوب مغربی حدود دوآبے کا علاقہ ہے" —— (۲)
حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے بڑی محنت سے اُردو زبان کی تاریخ لکھی۔ وہ لکھتا ہے :۔
"فاتحین اسلام بالعموم فارسی زبان بولتے تھے۔ لیکن اِن کی فارسی خالص فارسی نہ تھی۔ بلکہ اس کے میں عربی کے ہزاروں الفاظ شامل ہوگئے تھے۔ ہندوستان کی زبانوں میں برج بھاشا (سوراسینی) اگرچہ دوابہ کی زبان تھی۔ لیکن پانچویں صدی ~~عیسوی~~ ہجری تک اس کو بے حد وسعت ہوگئی تھی۔ بہار سے نیلاب اور نیلاب سے مالوہ تک بولی جاتی تھی۔ اس اعتبار سے ملک کے اُس خطے کی عام زبان تھی جہاں سب سے پہلے اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ مسلمان آباد ہوگئے۔ اور اسلامی تمدن نے نشوونما پائی۔ مسلمانوں کے اثر سے برج بھاشا میں عربی فارسی الفاظ داخل ہونے لگے۔ جس کے باعث اس میں تغیر شروع ہوا۔ جو روز بروز بڑھتا گیا۔ اور ایک عرصے کے بعد اُردو زبان کی صورت اختیار کی" —— (۳)

---

(۱) مقدمہ تاریخ زبان اُردو ص ۳۳ اُردو مرکز لاہور ۱۹۶۶ ع

(۲) جامع القواعد ص ۲۲ مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ ع

(۳) اُردوئے قدیم ص ص ۱۱، ۱۲ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۰ ع

جان بیمز (John Beamse) اُردو کو الگ زبان تسلیم نہیں کرتا بلکہ ہندی ہی کی ایک شاخ سمجھتا ہے۔ کچھ محققین نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ اُردو قدیم ہے اور جدید ہندی اسی سے نکلی ہے۔ اس بحث میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جدید ہندی اور موجودہ اُردو کا ماخذ وہی مشترک قدیم ہندی زبان ہے۔ جس کو رسم الخط اور بیرونی اثرات نے ایک دوسرے سے دور کیا۔ حالانکہ دونوں کا بنیادی آج بھی وہی ہے۔ اور دونوں میں مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ دونوں زبانوں میں مکمل اشتراک پایا جاتا ہے۔

قدیم آریائی زبان جس سے جدید اُردو بنی، سے متعلق تمام محققین اور ماہرین لسانیات کی آراء کو نقل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ چند اقتباسات اس لئے ضروری ہیں کہ کہ ان کو پڑھ کر اُردو زبان کے بارے میں مختلف نظریات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

یہ تو بالکل واضح ہے کہ اُردو ابتدائی آریائی زبان "آریک" سے براہ راست نکلی ہے۔ وہی آریک سندھ میں سندھی کی تشکل میں سامنے آئی ہے اور پشتونوں کے ہاں پشتو کی صورت میں مستعمل ہے۔ جبکہ دوابہ گنگا و جمنا میں اُردو کی صورت اختیار کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ بعد کے خارجی اثرات جس انداز سے تینوں زبانوں پر پڑے۔ اس نے ان تینوں کو ایک دوسری سے دور کیا۔

اُردو پر خارجی اثرات کے سلسلے میں محققین کا رویہ منصفانہ نہیں رہا۔ عربی فارسی اور ترکی کے اثرات کا ذکر تو تقریباً ہر محقق و ماہر لسانیات نے کیا ہے مگر پشتو کا ذکر بہت ہی کم ادیبوں نے کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ محمود غزنوی سے لیکر احمد شاہ ابدالی تک ہر فوج میں پشتون سپاہیوں کی اکثریت رہی ہے غوری، لودھی، غلجی (خلجی) اور سوری سب پشتون تھے۔ جن کی افواج پشتون سپاہیوں پر مشتمل تھیں۔ بعد میں رام پور، شاہجہان پور، روہیل کھنڈ، بھوپال

اور دکن کی ریاستوں کے حکمران سب پشتون تھے۔ جنہوں نے آج تک ہر لحاظ سے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ البتہ زبان کا بدل جانا ایک فطری امر تھا۔ اگرچہ اُن کی زبان (اُردو) آج بھی منفرد ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ زبان بدلتے بدلتے وہ بہت کچھ دوسری زبانوں کو بھی دیا کرتی ہے۔ لہذا پشتو کا اثر اُردو پر یقینی ہے۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے "اردو میں پشتو کا حصہ" کے نام سے ایک مفید تحقیقی کام کیا ہے[1] جس کو پشاور یونیورسٹی کی پشتو اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔ فاضل محقق نے تفصیل کے ساتھ تاریخی اور لسانی شہادتیں پیش کی ہیں۔ اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اُردو میں پشتو کے بہت سے الفاظ داخل ہوئے ہیں۔ اِن کا ذکر اُردو پر خارجی اثرات کے باب میں آئے گا۔

تمام آراء کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ اُردو زبان نہ تو کوئی بیرونی زبان ہے۔ اور نہ ہی یہ مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے۔ بلکہ یہ اصل قدیم آریائی زبان "آریک" سے پیدا ہوئی۔ جس کو آریہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور دوابہ گنگ وجمن میں پروان چڑھایا۔ اس نے مختلف نام ضرور بدلے ہیں۔ کہیں ہندی کہلائی تو کہیں ہندوی۔ کسی نے ہندوستانی کا نام دیا چاہا۔ تو کوئی اسے زبان ہندوستان کہتا رہا۔ یہ ریختہ بھی کہلائی اور دکنی اور گجری بھی۔ مگر زبان وہی رہی ہے۔ اور مقامی خارجی اثرات کے تحت وہ آج کی "اُردو" بن گئی ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:۔

"آج بھی اُردو میں مقدس ویدوں میں استعمال ہونے والے خاص اسماء

---

[1] ملاحظہ ہو "اُردو میں پشتو کا حصہ" (امتیاز علی عرشی) پشتو اکیڈمی، پشاور ۱۹۶۰ء

صفات، حروف اور صرفی و نحوی آثار موجود ہیں۔ پھر بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ دیسی زبانوں اور سنسکرت کی آمیزش سے پراکرتوں نے جنم لیا تھا۔ انہی پراکرتوں میں گوتم بدھ کے آفاقی نغمات اور مہابیر جین کے روحانی بول سنائی دئیے۔ اردو میں پراکرتی عناصر سنسکرت عناصر سے بھی زیادہ نمایاں ہیں۔ کیوں کہ درحقیقت یہ پراکرتیں عوام کی بولیاں تھیں۔ انہی عوامی بولیوں نے ارتقائی منزلیں طے کر کے جدید ہندوستانی زبانوں کا روپ دھارا ہے۔ اور اردو بھی ایسی ایک عوامی پراکرت کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ جسے مہاراشٹری اپ بھرنش کہتے ہیں" ——— (۱)

ڈاکٹر صاحب نے واضح طور پر اردو کو وہی قدیم آریائی زبان کہا ہے۔ جس نے ہند میں آ کر مختلف شکلیں اختیار کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اردو میں آریائی عناصر بالکل نمایاں ہیں۔ اور پہلی ہی نظر میں (پہلی بار سننے سے) ان کو محسوس کیا جا سکتا ہے

نسلی لحاظ سے سندھی، پشتو اور اردو تینوں بہنیں ہیں۔ اور ایک ہی ماں، قدیم مشترک آریائی زبان "آریک" سے نکلی ہیں۔ اسی بنیادی نسلی اشتراک کا نتیجہ ہے۔ کہ تینوں زبانوں کا بڑا ذخیرہ الفاظ مشترک ہے۔ اس کے علاوہ عام صوتیاتی اصولوں کو سامنے رکھ کر تینوں زبانوں کے افعال، صرفی اور نحوی اشتراک کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جس میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ان سب کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا +

ادب و لسانیات ص ۲۰۴ اردو اکیڈمی سندھ کراچی

رسم الخط کا اِشتراک

زبان مختلف آوازوں کا مجموعہ ہوتا ہے، یہ آوازیں مل کر معنی پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح ایک شخص اپنے خیالات دوسرے شخص تک پہنچاتا ہے۔
ابتدا میں جب لوگوں کی تعداد کم تھی اور وہ ایک جگہ رہتے تھے تو آسانی کے ساتھ آمنے سامنے ہو کر گفتگو کر سکتے تھے مگر جوں جوں آبادی بڑھتی گئی، لوگ ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے لیکن اپنی بے شمار ضروریات کے لیے ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کی ضرورت باقی رہی۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے لیے ذاتی طور پر دوسری جگہ جا کر اپنی بات کو پہنچانا ممکن نہ تھا۔ قاصد سے زبانی پیغام میں بھول یا کمی بیشی کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضرورت نے انسان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی آوازوں کو کسی اور صورت میں سامنے لائے۔ اس طرح ان کو وہ صورت دے دی گئی جنہیں آج ہم رسم الخط کہتے ہیں۔
دُنیا کے رسم الخط دو قسم کے ہیں۔

(۱) کلماتی (Morphemic) رسم الخط
(۲) صوتی (Phonemic) رسم الخط

کلماتی خط وہ ہے، جس میں کوئی علامت ایک مکمل مفہوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کی قدیم ترین صورت وہ تصویری رسم الخط ہے جس میں مختلف تصویریں خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں اور اس طرح دیکھنے والوں کے ذہن میں یہی خیالات اُبھر آتے تھے۔ مصر اور سندھ کی قدیم تصویری تحریریں اس کی مثالیں ہیں جنہیں مصورات Pictograms کہا جاتا ہے۔
تصویری خط کی ارتقائی صورت نیم تصویری خط ہے جس میں مکمل تصویروں کی

کی جگہ اس کے اجزاء کو الگ الگ ظاہر کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ نقوش استعمال ہونے لگے۔ یہ ایک قسم کی خیال نگاری بن گئی جنہیں تخیلات Ideograms کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ مصر کے رسم الخط ہیروغلافک Herographic میں یہ دونوں کیفیتیں نظر آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ علامتیں روایتی اور مسلم بن گئیں تاہم اِن میں تبدیلی جاری رہی اور ہوتے ہوتے اُنہوں نے ایک ایسی صورت اختیار کی کہ اِن کی شکلیں بے معنی ہوگئیں لیکن اِن کو دیکھنے والوں کے ذہن میں اِن سے متعلق واقعات یا مفہوم کا پورا پس منظر موجود تھا اس لیے وہ اِن کو دیکھ کر فوراً اپنا مطلب دکھا سکتے تھے۔ آج چینی اور جاپانی زبانیں اِن تخیلات کی عمدہ مثالیں ہیں جو تصویری رسم الخط کے ارتقائی مراحل کے بعد موجودہ صورت تک پہنچے ہیں۔

موہنجوڈرو سے جو تصویری تحریر برآمد ہوئی ہے وہ مخلوط خط ہے جس میں تصویری اور نیم تصویری دونوں طرح کی علامتیں موجود ہیں۔

تصویری اور نیم تصویری خط لکھنے اور اس کو پڑھنے والوں کے درمیان ایک خاموش معاہدہ ہوتا تھا جن کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے تھے جنہیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ علامتیں کِس کِس مفہوم کیلئے استعمال ہوتی ہیں البتہ اگر انہیں تشریح مس کے لیے کہا جائے کہ ایسا کیوں ہے تو اِن کے پاس اِس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ جبکہ صوتی رسم الخط میں چند علامتیں جان لینے کے بعد الفاظ کی تشریح کی جا سکتی ہے۔

تصویری اور نیم تصویری خط چونکہ علاماتی ہوتے تھے، اس لئے جن خطوں نے ارتقائی منازل طے کرلی کیں، انہیں آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے جیسے چینی

یا جاپانی وغیرہ، مگر جو خط اُس وقت اور اُس علاقے کے لیے محدود تھے جیسے قدیم سندھی تصویری خط، تو اُن کو آج تک ہم پڑھنے سے قاصر ہیں البتہ اگر اُس دور کا کوئی سندھی زندہ ہو جائے تو وہ یقیناً ہماری اس الجھن کا مذاق اُڑائے کہ اتنی آسان سی بات اِس ترقی یافتہ انسان کی سمجھ میں نہیں آئی۔

صوتیاتی Phonemic تحریر میں کوئی علامت ایک مخصوص آواز کی نمائندگی کرتی ہے اس مختصر ترین آواز کو صوتیہ Phoneme کہا جاتا ہے۔ گویا ہر صوتیے کیلئے ایک علامت مقرر کی جاتی ہے جو حرف کہلاتا ہے۔ چونکہ کسی زبان کے صوتیوں کی تعداد مختصر ہوتی ہے اس لئے چند حروف کو سیکھنے کے بعد کسی زبان کو آسانی کے ساتھ لکھا اور پڑھا جاسکتا ہے۔

صوتیاتی خط، تصویری خط کی ارتقائی شکل ہے۔ نیم تصویری خط کو مزید مختصر کیا گیا۔ اس کا سہرا فنیقیوں کے سر ہے جنہوں نے نیم تصویری علامات سے پورا مفہوم اخذ کرنے کی جگہ اُن کی ابتدائی آوازوں کو لیا اور اس طرح دنیا کا پہلا صوتی رسم الخط ایجاد کیا۔ اسی خط سے ایک طرف عربی رسم الخط بنا تو دوسری طرف یونانی اور رومی رسم الخط وجود میں آئے جن سے آج کا مقبول رومن خط ماخوذ ہے۔

فنیقی رسم الخط کے حروف اِن کے نام اور معنے نیچے دئیے جاتے ہیں۔

شکل	نام	معنیٰ	موجودہ صورت
[illegible]	الف	بیل	ا
[illegible]	بیت	مکان۔ خیمہ	ب
[illegible] - [illegible]	جمل	اونٹ	ج

شکل	نام	معنی	موجودہ حروف
△	دالت	خیمے کا دروازہ	د
[illegible]	حے	×	ح
Y ، ۹	واؤ	کھونٹی	و
I	زین	تلوار	ز
[illegible]	خط	باڑھ	خ
⊗	طیت	×	ط
[illegible]	یُد	ہاتھ	ی
Y	کف	جھکا ہوا ہاتھ	ک
LL	لامد	آر	ل
ww	مِم	پانی	م
N	نون	مچھلی	ن
≡ ، ≢	سمخ	×	س
O	عین	آنکھ	ع
د	فیہ	منہ	ف
W	صاد	کانٹا	ص
ϕ	قاف	پُشت سر	ق
9 ، 4	رُخ	چہرہ	ر
ω	شین	دانت	شین
t	طاؤ	صلیب	ت —(۱)

(۱) جامع القواعد (حرف) ص ص ۲۱۳، ۲۱۴ (ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی) لاہور، ۱۹۷۱ء

جہاں تک جدید صوتی رسم الخط کا تعلق ہے اس میں بھی اپنی جگہ خیال نگاری موجود ہے کیوں کہ الفاظ بول نہیں سکتے بلکہ ان کو دیکھنے والے کے ذہن میں وہ مخصوص آواز اور اس کے ساتھ والبتہ خیالات اُبھر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی رسم الخط کو سیکھنا ضروری ہے البتہ چند حروف کو سیکھنے اور ان کی آوازوں کو جان لینے کے بعد لاکھوں الفاظ لکھے اور پڑھے جا سکتے ہیں لیکن حروف کی حرکات کا مسئلہ ذرا پیچیدہ ہے تاہم اہل زبان یا مسلسل مشق سے غیر اہل زبان بغیر اعراب کے آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ اس کا دارومدار اس بنیادی معاہدے (Common understanding) پر ہوتا ہے جو تصویری خط میں بھی لکھنے اور پڑھنے والوں کے درمیان ہوتا تھا۔ بچوں یا غیر زبان والوں کے لئے آج بھی اعراب لگائے جاتے ہیں تاکہ وہ حروف کی حرکات کو آسانی سے سمجھ سکیں۔

زبانیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ پرانے الفاظ متروک ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ نئے الفاظ زبان کا جزو بن جاتے ہیں، اسی طرح الفاظ کی شکلیں بھی بدلتی رہتی ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ الفاظ تحریر میں تو اصل صورت میں باقی رہ جاتے ہیں مگر ان کی ادائیگی بدل جاتی ہے اس طرح بہت سے الفاظ نیم تصویری خط کی یادگار بن جاتے ہیں ~~[illegible]~~ انگریزی Wednesday اور Daughter اس کی بہترین مثال ہے کو لیجئے، ان کو اگر حروف کی ترتیب سے ادا کیا جائے تو کیا بن جاتا ہے۔ پشتو، سندھی اور اردو میں بھی یہ خامی موجود ہے مگر نسبتاً کم۔ عربی طرز پر Abdusamad کو عبدالصمد لکھا جاتا ہے۔ صوتیاتی طور پر اسے

اسے عبدال صمد بلکہ عبدال سمد پڑھنا چاہیے مگر ہم اسے عبدُ سمد
یا عبدُ صمد نہیں عبدالصمد ہی لکھیں گے۔ اسی طرح انگریزی میں جن حروف
کو خاموش (SILENT) کہا جاتا ہے وہ تحریر میں آنے کے باوجود ادائیگی
میں نہیں آتے۔ یہ حروف رسم الخط کی بہت بڑی کمزوری بن گئے ہیں، جنہیں نہ
تو چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی اِن کا باقی رکھنا مفید ہے۔

حروف بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کی آوازوں کی نمائندگی نہیں کرتے۔ ایک
ہی حرف مختلف زبانوں میں مختلف آوازوں کی علامت ہوتا ہے مثلاً P
انگریزی میں "پ" کی آواز دیتا ہے مگر روسی میں یہ "ر" کی نمائندہ ہے۔(۱)
عربی کے حروف ث، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق کی زندہ
مثالیں پشتو اور سندھی و اُردو میں موجود ہیں۔ جو حروف کے طور پر
تو لکھے جاتے ہیں مگر اِن کی آوازیں س، ز، ت اور ک سے بدل
جاتی ہیں۔ دیوناگری رسم الخط البتہ صوتیاتی نقطہ نظر سے مکمل ہے یعنی
جیسا لکھا جائے اُسی طرح پڑھا جاتا ہے پھر بھی اس میں خامیاں موجود ہیں
رسم الخط کے اختلاف کو محسوس کر کے برطانیہ کی بین الاقوامی صوتیاتی
انجمن نے ایسا صوتی خط ایجاد کیا ہے جس میں دُنیا کی کسی بھی زبان کو صحت
کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔ اس تحریر کی ادائیگی صحیح آوازوں کے ساتھ آسان
ہو جاتی ہے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں، جب اِنسانوں کے درمیان فاصلے کم
ہوتے جا رہے ہیں، اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں ایک

---

(۱) روسی پشتو قاموس ص ۱۱ ماسکو ۱۹۶۶ ع

ہی رسم الخط کو اپنالیں تاکہ کم از کم زبان کو سیکھنے کے بعد رسم الخط کا مسئلہ تو باقی نہ رہے۔ اگرچہ عملی طور پر یہ ناممکن ہے کیوں کہ دُنیا کی تمام زبانیں تو کُجا خود سندھی، پشتو اور اُردو معمولی اختلاف کو ختم نہیں کر سکی ہیں حالانکہ اگر ہم چاہتے تو کم از کم آزادی کے بعد تو اِن کیلئے مشترک رسم الخط کا تعیّن کیا جا سکتا تھا۔ خود انگریزی زبان اتنے کمزور رسم الخط کے باوجود صوتیاتی رسم الخط کو اپنا نہ سکی۔

اصل بات یہ ہے کہ زبان اور رسم الخط الگ الگ چیزیں ہونے کے باوجود زبان کا رسم الخط سے ساتھ ایک جذباتی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر اِن کا چولی دامن کا سا تھ بن جاتا ہے۔ جب اس کو تبدیل کرنے کی بات چھیڑی جاتی ہے تو لوگ اس کو وقار کا مسئلہ بنالیتے ہیں ورنہ اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اس کا اثر زبان پر بالکل نہیں پڑتا۔

صوتیاتی بین الاقوامی رسم الخط کو "انٹرنیشنل فونیٹک الفبٹ" "International Phonetic Alphabet" (بین الاقوامی حروفِ تہجی) کہتے ہیں جس کا مخفف (I. P. A) ہے۔ اس خط کی وجہ سے افریقہ کی بہت سی زبانیں تحریر میں آچکی ہیں جن کو لکھنا کبھی ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

سندھی، پشتو اور اُردو کا موجودہ رسم الخط عربی خط سے لیا گیا ہے البتہ مقامی آوازوں کے لیے قریبی آوازوں والے حروف پر کچھ اضافے کیے گئے ہیں۔ ان نئے حروف کی صورتیں سندھی، پشتو اور اُردو تینوں میں الگ الگ ہیں۔

سندھی اور پشتو دونوں نے نسخ خط کو اپنایا جبکہ اُردو نے فارسی کے

زیر اثر نسخ ہی سے نستعلیق خط کو اپنایا ۔ آج کل اردو ٹائپ کے لیے نسخ ہی کو استعمال کیا جاتا ہے ۔ خود فارسی نے بھی ٹائپ کے لیے خط نسخ استعمال کرنا شروع کیا ہے اور ایران اور افغانستان کی تمام فارسی کتابیں نسخ ٹائپ میں چھپتی ہیں ۔

آئندہ ہم اردو ، سندھی اور پشتو تینوں کے رسم الخط پر تفصیل کے ساتھ لکھیں گے تاکہ رسم الخط کے اشتراک کی وضاحت ہو سکے +

سندھی رسم الخط

سندھی کا موجودہ رسم الخط عربی کا خط نسخ ہے۔ جیسے پشتو اور اردو کی طرح ضروری اضافے کے بعد اپنا یا گیا ہے۔ البتہ ہندوستان میں آج بھی اس کو دیوناگری خط میں لکھا جاتا ہے۔

قدیم سندھی زبان کی جو تحریر موہنجوڈرو سے دریافت ہوئی ہے۔ وہ تصویری اور نیم تصویری خط ہے۔ جس کو آج تک صحیح طور سے نہیں پڑھا جا سکا ہے۔ اس پر مختلف ماہرین نے کام کیا ہے۔ مگر ان علامتوں میں کونسی زبان پوشیدہ ہے؟ یہ فیصلہ آج تک نہ ہو سکا۔

سراج الحق میمن نے اپنی کتاب "سنڌي ٻولي" میں اس تحریر کو فرضی معنے پہنائے ہیں۔ اور یہ دعوٰی کیا ہے۔ کہ اُس نے اس زبان کو پڑھ لیا ہے۔ (۱) مگر وہ اپنے لئے ٹھوس تاریخی یا لسانی ثبوت پیش نہ کر سکے۔

سکینڈے نیویا کے "دی سکینڈی نیوین انسٹیوٹ آف ایشین سٹڈیز، کوپن ہیگن (The Scandinavian Institute of Asian studies) کے چار محققین اور ماہرین لسانیات

(i) Asoka Parpola (ii) Seppo Koseinnemi
(iii) Sino Parpola (iv) Penti alto

نے موہنجوڈرو کی قدیم تصویری زبان کو سامنے رکھکر اس پر تحقیق کی۔ اور اس کو مختلف معنے پہنائے۔ اور اس کو 1970ء میں . . . .

---

(۱) سنڌي ٻولي (سراج) ص ص ۱۱۹ تا ۱۵۸ حیدرآباد ۱۹۶۴ع

موہنجو داڑو (سندھ) سے برآمد ہونے والی مہریں اور اُن کا عکس

(تصویری رسم الخط)

"Deciplorment of the Proto- Dravadian inscription of Indus civilisation"

کے نام سے شائع کیا۔

یونیسکو کے ماہنامے "پیام" کے شمارہ ۵۳ میں الہی سکنڈے نیویا کے فلا لوجسٹوں کے حوالے سے ایک مضمون "مبارزہ با خط ہائے تصویری" کے نام سے دیا گیا ہے (۱) ان ماہرین نے قدیم دراوڑی زبانوں کو سامنے دیکھکر اس قدیم تصویری زبان کو معنے دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دراوڑی آوازوں کے مطابق ان تصویروں کو صوتی حروف میں تبدیل کیا ہے۔ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ کیوں کہ خود اُن کی تحقیق مفروضے پر مبنی ہے۔ بہرحال اگر ہم یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ موجودہ سندھی زبان اُسی قدیم سندھی زبان کی ارتقائی صورت ہے۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سندھی زبان سب سے پہلے تصویری خط میں لکھی گئی۔

ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب "سنڌي ٻوليءَ جو بڻ بُنياد" میں ان سکنڈے نیوین ماہرین کا حوالہ دیا ہے۔ اور ان ماہرین کے تصویری الفاظ کو نقل کیا ہے ــــ (۲)

یہ زبان کس نسل کی ہے۔ اس بحث میں یہاں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ رسم الخط کے لحاظ سے یہ قدیم ترین زبان ہے۔ جو آج تک دستیاب ہے

---

(۱) ماہنامہ پیام (فارسی) زیر اہتمام یونیسکو ص ۳۳ شمارہ ۵۳ تہران

(۲) "سنڌي ٻوليءَ جو بڻ بنياد" (الانا) ص ۳۸، ۳۹ زیب ادبی مرکز حیدرآباد ۱۹۷۴ء

	شیئی که تصویر شده است	دراویدین	متشابه‌الصوت	معنی
	کشتی	اوتا	اوتایی	پیوند ملکی و مضاف‌الیهی (در زبان تامول) = «تعلق»
	صفحه چرخ کوزه‌گری	آلی	آل	«سلطنت» «سلطان»
	دانه‌های تگرگ	آلی	ادا	
	ماهی	مین	مین	(مریخ) «ستاره»
	بام خانه	می	مه	«سیاه»
	ترکیب دو علامت قبلی		مین ـ مه	«ستاره سیاه» (کرمنا=زحل)
	گل درخت پنبه	ایلا	ایل	«خانه»
	دست دعا به آسمان برداشتن	مانا	مان	«شاه»
	طبلی که فقط از یکطرف نواخته‌می‌شود	تامباتا	تامبی / تامبایی	«راهب» «نجیب، شریف»
	بال	ایرایی	ایرایر	«آقا، ارباب، مالک»
	چنگ، بربط	یال	یال	نغمه‌پرداز آسمانی (تارادا)
	درب دریك پرچین	کاتاوو	کاتاوول	«یزدان»، «یزدانی»
	آدم نشسته	آیا		«پدر»
	شانه	پنتیکا	پنتی	«زن» «زن»
	ترکیب دوعلامت قبلی		آما	«مادر» (الهه)
	یك	ار، ارو	آرِی	«(یك) شخص»
	عقرب	تل	تل	«درختان» «دانشمند»
	ترکیب دوعلامت قبلی		تل ـ ار	«یك فرد دانشمند»
	انسان	آن		«انسان» «خدمتگزار»

موئنجوداڑو (سندھ) کی قدیم تصویری رسم الخط کو
(کاپنہیگن) سکنڈے نیویا کے ماہرین نے دراوڑی زبانوں کے ساتھ مشابہ دکھایا
عکس از رسالہ "پیام" (یونسکو) تہران شمارہ ۵۳

یہاں یہ بات قابل غور ہے۔ کہ یہ تصویری تحریر دائیں سے بائیں لکھی گئی ہے۔
اس قدیم تصویری رسم الخط کے بعد سندھی زبان کے لئے کونسی تحریر استعمال کی گئی۔ قبل از اسلام کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ البتہ سٹھی و یہار سے خروشتی کا جو کتبہ برآمد ہوا ہے۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے۔ کہ افغانستان اور گندھارا کی طرح سندھ میں بھی خروشتی رسم الخط رائج تھا۔ یقیناً سندھی زبان بھی اسی رسم الخط میں لکھی گئی ہوگی۔ اس مسئلے پر مزید تحقیق کی گنجائش ہے۔
بھنبھور (سندھ) سے قبل از اسلام کے دور کی جو تحریر تین کتبوں پر برآمد ہوئی ہے۔ وہ اُردناگری خط میں ہے۔ یعنی دیوناگری رسم الخط میں ترمیم کی گئی ہے۔ اور اسے اُردناگر (آدھا ناگر) نام دیا گیا ہے۔
سندھی زبان اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے ایک مرکزی رسم الخط کو اپنا نہ سکی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سندھ میں بیک وقت مختلف رسم الخط رائج ہوئے۔ اور مختلف طبقوں کے لوگوں نے اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق دیوناگری اور اُردناگری خط کو بگاڑ کر لکھا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ایک دوسرے کی تحریر تو کیا بعض اوقات اپنی تحریر کو پڑھنا بھی دشوار ہو جاتا۔ ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب "سندھی صورتخطی" میں ان رسم الخطوں کے بارے میں یوں لکھا۔
" اسلام سے قبل سندھی زبان متعدد رسم الخطوں میں لکھی جاتی تھی کئی ایک رسم الخط رائج تھے۔ ہر قوم کا اپنا اپنا خط تھا۔ زبان ایک سندھی تھی مگر لوہانا اس کو اپنے طرز میں لکھتے تھے۔ تو بھاٹیہ اپنے الگ رسم الخط کو

استعمال میں لاتے - اس کے علاوہ ٹھکائی بھاٹیوں اور سیوہانی بھاٹیوں کا خط بھی الگ الگ ہوتا تھا - جنہیں البیرونی نے مالواڑی اور سندھو رسم الخطوں کا نام دیا ہے" —— (۱)

البیرونی کے الفاظ یہ ہیں - "مالوہ کے حدود میں ایک خط رائج ہے جس کو ناگر کہتے ہیں - اور اس کے بعد اردناگری خط ہے - یعنی آدھا ناگر کیوں کہ یہ ناگر اور دوسرے خطوں سے ملا جلا ہے - اور یہ بھاتیہ اور سندھ و کچھ میں مروج ہے - اس کے بعد ملواری خط ہے - جو ملوشا یعنی جنوبی سندھ میں رائج ہے" —— (۲)

گریرسن سندھی رسم الخط کے بارے میں لکھتا ہے -

"Its proper Alphabet is Lahanda, which as usual varies from place to place and is legible with difficulty. The Gurmukhi and Nagri alphabets are also employed but the Persian Alphabet with several additional letters for the sounds peculiar to the language is the one now in general use" —— (۳)

---

(۱) سندھی صورتخطی (سندھی) ص ۲۲ حیدرآباد ۱۹۶۹ء
(۲) کتاب الہند (البیرونی) اردو ترجمہ ص
(3) Linguistic Survey of India P. 139 Vol. I Part I Chap. XII

ترجمہ

اس کے لیے مخصوص رسم الخط لہندا ہے جو عموماً ہر جگہ مختلف ہوتا ہے اور یہی چیز مشکل کا باعث بنتی ہے۔ گرمکھی اور ناگری خط بھی اس کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر فارسی رسم الخط جس میں مخصوص آوازوں کے لیے حروف بنائے گئے ہیں، اب عام استعمال ہوتا ہے۔

گرئیرسن نے اپنی Linguistic survey میں، آٹھویں جلد (حصّہ اوّل) میں دس مختلف خطوں کے نمونے دیے ہیں جو سندھ میں مختلف جگہوں میں رائج تھے۔ ڈاکٹر غلام علی الانا نے اِن کی تفصیل یوں دی ہے۔

"(۱) خداوادی یا خُدا آبادی (Khudawadi)

(۲) شکارپوری (Shikarpuri)

(۳) ساکرو (Sakro)

(۴) ٹھٹھائی Thatai (i) لوہانی (ii) سیوہانی

(۵) لاڑائی Larai

(۶) وانگائی vangai

(۷) راجائی Rajai

(۸) خواجکو Khawajko

(۹) میمنکو (i) ٹھٹھائی (ii) حیدرآبادی Meminko

(۱۰) سیوہانی یا برکو Sivhani ——(۱) ترجمہ

انگریز مورخ رچرڈ برٹن نے اپنی مشہور کتاب " Sind and the races that inhabits the valley of Indus river"

میں، جس کا ترجمہ سندھی ادبی بورڈ نے "سندھ ۽ سندھ ماتری میں وسندڙ قومون" کے نام سے کیا ہے، سندھی رسم الخط کے بارے

(۱) سندھی صورتخطی (سندھی) ص ۳۲ حیدرآباد ۱۹۶۹ء

میں یوں لکھا ہے ۔

"سندھی زبان کے لیے کئی رسم الخط استعمال کیے جاتے ہیں ۔ مسلمان عربی کے خط کے مختلف نمونے استعمال کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ ہندو کم از کم آٹھ قسم کے خطوں کو کام میں لاتے ہیں ۔ مثلاً (۱) خدا وادی یا واناکا خط (۲) ٹھٹھر (لوہانی اور بھاٹیہ) (۳) سرائی (شمالی سندھ میں رائج ہے) (۴) خواجکو کا خط (۵) میمن خط (۶) پنجابی سکا اچکو نمونہ (۷) پنجابی کی لہندی صورت (۸) گرمکھی یا پنجابی
رسم الخط میں کل چالیس حروف ہوتے ہیں ۔ جن میں تیس حروف صحیح ہیں اور دس حروف علت ـــــ (۱) (ترجمہ)

یہ رسم الخط بہت عرصے تک رائج رہے ۔ اور لوگ اس کو کاروبار کا حساب کتاب رکھنے کے لیے یا دوسری مقامی ضرورتوں کے لیے استعمال کرتے رہے مگر قبل از اسلام نہ تو کسی کتاب کا پتہ چلتا ہے ۔ اور نہ کسی ادبی تحریر کی نشانی ملتی ہے ۔ یہاں تک کہ اسلام کا مقدس دین وادیٔ سندھ میں داخل ہوا ۔ عربی رسم الخط کے بارے میں یہ تصور کہ مسلمانوں کے آتے ہی راتوں رات سندھی عربی خط میں لکھی جانے لگی ، غلط ہے ۔ کیونکہ مشہور اسماعیلی بزرگ اور مذہبی رہنما جناب پیر صدر الدین سومرا دور (۱۰۵۱ تا ۱۳۰۱) کی تعلیمات خواجکی رسم الخط میں ہیں (۲) خواجہ صاحب کی دعوت کا دائرہ وسیع تھا ۔ اس لئے

---

(۱) سنڌ ۽ سنڌ وماتري ۽ وسنڌ ۽ قومون (رچرڈ برٹن)
ص ص ۱۴۲ ، ۱۴۳ (ترجمہ) (سندھی ادبی بورڈ) حیدر آباد ۱۹۷۱ء

(۲) آج بھی خوجے اور بوہرے اپنی کتابیں دوسرے خط میں لکھتے ہیں ۔

اُنہوں نے سندھ کے ایک مقامی خط "لوہانا" کو اپنا کر اس میں ضروری حروف علت کا اضافہ کیا۔ اور اس کو نہ صرف اپنی تبلیغ کیلئے استعمال کرنا شروع کیا۔ بلکہ اس میں ادبیات۔ تاریخ، ریاضی اور فلسفے کی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ (۱) یہ کتابیں اب بھی یہاں کے علاوہ ہندوستان، برما، سیلون اور افریقہ کے اسماعیلی پڑھتے ہیں۔ البتہ اس کو سندھی ہی کہتے ہیں۔ اس رسم الخط کی یہ خوبی ہے۔ کہ اس میں تقریباً تمام آریائی زبانیں لکھی جا سکتی ہیں۔

مسلمانوں کی آمد کے بعد رفتہ رفتہ سندھی کو عربی خط میں لکھا جانے لگا۔ لیکن ساتھ ساتھ دوسرے خط بھی بہت بعد تک رائج رہے۔ اور لوگ مقامی طور پر ان کو استعمال کرتے رہے۔ صحیح طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ کہ سندھی کو سب سے پہلے کس نے اور کب عربی خط میں لکھا۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ کے خیال میں "عربی۔ سندھی رسم الخط کا قدیم نمونہ شاہ کریم بلڑائی (۱۵۳۶ تا ۱۶۲۳ء) کے ہاں ملتا ہے۔ اس میں تنفسی اور غنائیہ آوازوں کا فرق باقی نہیں رکھا گیا تھا"۔ (۲)

عربی سندھی رسم الخط کی ابتداء شیخ ابوالحسن سندھی کی تحریر سے ہوتی ہے۔ جس نے ۱۲۰۰ء میں ایک کتاب "مقدمہ الصلواۃ" کے نام سے لکھی ۔ (۳) یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ جس میں نماز اور وضو سے متعلق مسائل ہیں۔ مخدوم ابوالحسن سندھی ایک عالم فاضل شخص تھے۔ اور فارسی

---

(۱) سندھی صورتخطی ص ۲۵ حیدرآباد ۱۹۶۹ء

(2) Cultural Heritage chapter: SINDHEE (۲) Literature Page = 156 LAHORE - 1955

(۳) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ (ڀيرومل) ص ۲۲۸ حیدرآباد ۱۹۵۶ء

و عربی کے ماہر تھے۔ انہوں نے عربی حروف میں دیسی آوازوں کے لیے مقامی ضروری اضافہ کیا۔ اور ایک رسم الخط بنایا۔ جس کو "ابوالحسن کی سندھی" کہا جا سکتا ہے۔ اس میں

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف
ق ک ل م ن و ہ ي ..... ــــ (عربی سے)

پ، چ، اور گ فارسی سے (فارسی کے لیے عربی کے ب، ج اور ک پر اضافے ہوئے تھے) اپنائے گئے۔ اور خالص سندھی آوازوں کے لیے درج ذیل طریقے سے حروف بنائے گئے۔

ابوالحسن کی سندھی	موجودہ سندھی
ٻ	ٻ
ڀ، بھ	ڀ
ٿ، تھ	ٿ
ٹ، ٹر	ٽ
ٹ	ٺ
ڦ، پھ	ڦ
ڄ	ڄ
ج	جھ
ڃ	ڃ
د، دھ	ڌ
ڎ	ڏ

ابوالحسن کی سندھی	موجودہ سندھی
د ، در	ڏ
ر	ڙ
ک ، کھ	ک
گ	ڳ
گ	گھ
نگ	ڱ
ن	ڻ —— (۱)

مخدوم ابوالحسن صاحب نے حروف علت بھی استعمال کئے اور زبر، زیر، پیش سے بھی کام لیا ۔ البتہ طویل غنائیہ علت کے لیے تنوین (ـً) سے کام چلایا ۔ (۲)
ابوالحسن کا یہی سندھی رسم الخط ٹھٹھے کے علاوہ پورے سندھ دوس سندھی کے لیے استعمال کیا جانے لگا ۔ مطلب یہ کہ ۱۸۵۳ ع تک یہی رسم الخط جاری رہا ۔ (۳) البتہ پ ، ٺ ، ڇ ، ڏ ، ڻ اور ک وغیرہ میں معمولی اختلاف رہا ۔ کسی نے پ لکھا ۔ تو کسی نے بھ ۔ تاہم تصور وہی تھا ۔ جو ابوالحسن سندھی نے پیش کیا تھا ۔

پہلے ہم پڑھ چکے ہیں ۔ کہ پشتو زبان کے موجودہ رسم الخط کے بارے میں پیر روشان بایزید انصاری کا نام لیا جاتا ہے ۔ اُس کی تصنیف "خیر البیان"

---

(۱)(۲) سنڌي صورتخطي (ڪ۱نا) ص ص ۲۸، ۲۹ حیدرآباد ۱۹۷۹ء

(۳) سنڌ جي ادبي تاريخ (حصہ اول) ص ص ۱۵۹ - ۱۶۲ حیدرآباد ۱۹۸۴ء

بھی ابوالحسن سندھی کی "مقدمۃ الصلوٰۃ" کی طرح خالص مذہبی کتاب ہے۔ دراصل ایسا ہونا ایک فطری عمل تھا۔ پشتونوں اور سندھیوں کو اسلامی تعلیمات انکی اپنی زبانوں میں سمجھانا وقت کا اہم ترین تقاضا تھا۔ اُردو میں بھی یہی صورت حال پیش آئی۔ اور وہاں یہ فریضہ صوفیائے کرام نے انجام دیا۔ نفسیاتی طور پر عربی خط کو اپنانا ایک مذہبی فریضہ سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مقامی آوازوں کیلئے حروف بنا کر مکمل طور پر عربی خط کو اپنایا گیا۔ اُردو، سندھی اور پشتو تینوں کیلئے مخصوص حروف کا وضع کرنا ضروری تھا۔ جو مقامی آوازوں کی نمائندگی کر سکیں ابوالحسن کا سندھیوں پر اور پیر روشن بایزید انصاری کا پشتونوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ کہ انہوں نے نئے رسم الخط کا تصور دیا۔ یا اس تصور کو آگے بڑھایا۔ جس سے سندھی، پشتو اور اُردو زبانوں کو لکھنا آسان ہوگیا۔

شیخ ابوالحسن سندھی کا خط اگرچہ سندھ میں رائج ہوا۔ مگر یہ ہر جگہ یکساں نہ تھا۔ مختلف ادیب یا خطاط اپنی مرضی کے مطابق حروف لکھتے۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۳ء میں انگریزوں نے ایک سندھی رسم الخط کمیٹی بنائی۔ تاکہ وہ ایک مشترک خط وضع کر سکتے۔ جس کی ہر طبقہ کے لوگ باقاعدگی کے ساتھ پابندی کریں۔

انگریزوں نے ۱۸۴۳ء میں سندھ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ابتداء میں چند انگریز عہدیداروں نے سندھی بولنا سیکھا تھا۔ مگر اُن کے عملے کو سندھی بولنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ ملک کا نظام ترجمانوں (Interpreters) کے ذریعے چلتا تھا۔ اور سرکاری کام فارسی میں ہوا کرتا تھا۔

۱۸۴۸ع میں صوبۂ سندھ کے گورنر جارج کلارک (George clark) نے ایک حکم نامے میں سندھی زبان کو دفتری زبان بنانے کا ارادہ کیا۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

"We should introduce the language of the Countries namely SINDHEE as the medium of official intercourse. I don't see in what way our re-venue and judicial officers (however their offices & courts may be continued) can work efficiently through a foreign medium of communication such as Persian or English. A period of Eighteen months should therefore be allowed to the officers in civil employ to qua-lify themselves for an examination in SINDHEE-language. I belive that their doing so will be satisfied by the publication of the Dictionary and Grammar which I proposed Lt. STOCK should be allowed to have printed" — (1)

(1) Aitken, E.H, op: cit P. 472 بحوالہ سندھی صورتخطی ص ۳۵ حیدرآباد ۱۹۷۶ع

ترجمہ = ہم سرکاری رابطے کے لیے اس علاقے کی زبان کو رائج کریں گے جس کا نام سندھی ہے

میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح ہمارے انتظامیہ اور عدلیہ کے افسر سرکاری کام فارسی یا انگریزی کی طرح غیر ملکی زبان کے ذریعے کریں گے اس کام کے لیے سرکاری افسروں کو اٹھارہ مہینے کی مہلت دی جائے گی کہ وہ اس عرصے میں سندھی کا امتحان پاس کریں۔ مجھے یقین ہے کہ (سندھی سیکھنے والوں کو) ایک ڈکشنری اور ایک گرامر ان کو مطمئن کر دیں گے جس کے چھاپنے کے لیے میں نے لفٹنٹ سٹاک کا انتخاب کیا ہے۔

انگریزوں کو اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ جب تک وہ یہاں کی مقامی زبانوں کو دفتری زبان کا درجہ نہیں دیں گے۔ صوبے کا نظم ونسق چلانا مشکل ہے۔

(Sir Bartle Frere)

۱۸۵۱ء میں سندھ کے کمشنر بارٹل فریئر نے حکم جاری کیا کہ

(i) آئندہ تمام سرکاری کام سندھی میں کیا جائے۔

(ii) یورپی اور دوسرے غیر ملکی لوگ سندھی امتحان پاس کریں۔

(iii) سندھی سکول کھولے جائیں۔

۱۸۵۳ء میں قائم کی جانے والی مشترک رسم الخط کمیٹی کے ممبروں کے نام یہ ہیں:- رائے بہادر نرائن جگن ناتھ، خان بہادر مرزا صادق علی بیگ، دیوان پیر بھدوس انندرام واحندانی، دیوان ادھارام تھانور داس میرچندانی، دیوان نندیرام سیوانی، میاں محمد حیدرآبادی، قاضی غلام علی ٹھٹھے والا، میاں غلام حسین ٹھٹھے والا۔ کیپٹن جارج سٹک (George Stack) اور کیپٹن برٹن (Burton)، دو انگریز عہدیداروں کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا گیا۔ جبکہ اسسٹنٹ کمشنر ایلیس Ellis اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔

کمیٹی کے دونوں انگریز ممبر (سٹک اور برٹن) الگ الگ نقطۂ نظر کے حامل تھے۔ سٹک چاہتا تھا۔ کہ سندھی کیلئے دیوناگری خط کو اپنایا جائے جو ان کے خیال میں سندھی کا بنیادی اور اصل خط تھا۔ اور اکثر انگریز عملدار اس خط سے واقف تھے۔ جبکہ دوسری طرف رچرڈ برٹن چاہتا تھا۔ کہ سندھی کیلئے عربی کا رسم الخط موزون ہے۔

ممبروں کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ۱۸۵۳ء میں کوئی سرکاری کتاب شائع نہ ہو سکی۔

(Ellis) ایلیس (چیئرمین) نے کافی غور و غوص کے بعد اس مسئلے کا حل تلاش کیا۔ اور فیصلہ کیا۔ کہ سندھی کے لئے عربی رسم الخط اختیار کیا جائے۔ اس طرح ۱۸۵۳/۶ میں بارٹل فریئر (Bartle Frere) ~~نے حکم جاری کیا۔ کہ آئندہ تمام سرکاری کام سندھی میں کیا~~ کی سفارش پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں نے فیصلہ کیا۔ کہ عربی سندھی رسم الخط کو آزمائشی طور پر اختیار کیا جائے۔ بس اس وقت سے آج تک یہی خط مروج ہے ـــ (۱)

ایلیس کے سامنے ابوالحسن سندھی کی تحریر کا نمونہ موجود تھا۔ جو تقریباً تمام سندھ میں رائج ہو چکا تھا۔ جواب سندھی کا مشترک رسم الخط ہے۔ ابوالحسن کے خط کا ایلیس کے خط سے موازنہ کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ دونوں میں کافی مماثلت موجود ہے۔

ابوالحسن کا رسم الخط	ایلیس کا خط
ب	ٻ
ڀ، بھ	ڀ
ٿ، تھ	ٿ
ٽ، تر	ٽ
ڦ، پھ	ڦ

(۱) یہ مواد ڈاکٹر غلام علی الانا کی کتاب سندھی صورتخطی سے ماخوذ ہے۔

ابوالحسن	ایلیس	
ڃ	ڄ	
ح	جھ	
نج	ج	
چھ	ڇ	(چھ)
ڊ، دھ	ڌ	(دھ)
ڍ، ڏر	ڏ	(ڈ)
ڏ	ڍ	(ڈھ)
ر	ڙ	(ڑ)
ک، کھ	ک	
گ	ڳ	
گ	گھ	
نگ	ڱ	
ن	ڻ	(نڑ)

بعض لوگ اتنے زیادہ نقطوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس سے نئے پڑھنے والوں یا دوسری زبان والوں کو الجھن ہوتی ہے۔ لیکن نقطوں کا یہ سلسلہ دراصل بہت قدیم ہے۔ اور خود فارسی نے چ اور ژ بناکر نقطے ایزاد کرنے کا آغاز کیا ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

اب سندھی کا رسم الخط یہی ہے۔ جس کو ایلیس نے مقرر کیا تھا۔ اس میں کل ۵۲ حروف ہیں۔ جس میں و، ھ، ی پشتو اور اردو

کی طرح حروفِ علت استعمال ہوتے ہیں۔

ا ب ٻ ڀ ت ٽ ث پ ٿ ج ڄ جھ ڃ چ ڇ
ح خ د ڌ ڏ ڊ ڍ ذ ر ز ڙ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ڦ ق ڪ
ک گ ڳ ڱ گھ ل م ن ڻ و ه ء ي = ۵۲

اِن کے علاوہ مھ (مبھ) اور ڻھ (آئی/اور) دو مرکب حروف ہیں۔ جو سندھی میں استعمال ہوتے ہیں۔

پشتو اگرچہ ایک قدیم زبان ہے اور قیاس ہے کہ آج سے ساڑھے تین ہزار قبل یہ موجود تھی مگر قبل از اسلام کی مکمل تحریر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تاریخ پر مکمل تاریکی پھیلی ہوئی ہے تاہم مختلف علاقوں سے کھدائی کے بعد مختلف کتبے، سکے اور مہریں دریافت ہوئی ہیں جن کو سامنے رکھکر ہم قدیم دور کی تحریروں اور رسم الخط کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

داریوش (۵۲۲ ق م تا ۴۸۶ ق م) کے زمانے کے جو کتبے ایران کے بغستان (بیستون) سے میخی خط میں ملے ہیں۔ ان میں تین مصرعے ایسے ہیں۔ جو معمولی فرق سے آج کی فارسی، پشتو، سندھی یا اردو کے مصرعے ہیں۔ میخی خط بائیں سے دائیں جانب لکھا جاتا تھا جو کچھ اس طرح کا تھا۔

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۱) نے اریکہ آھم
(۲) نے دروجنہ آھم
(۳) نے زورکرہ آھم (۱)

---

(۱) د پښتو ادبیاتو تاریخ (جلد اول) ص ص ۲۵۹، ۲۶۰ کابل ۱۹۷۵ء

میخی رسم الخط کا کتبہ (قدیم ایرانی زبان)

بغستان (ایران)

داریوش ۵۲۲ قبل مسیح تا ۴۸۶ قبل مسیح

یہ الفاظ دراصل قدیم مشترک آریائی زبان کے ہیں ۔ افغان محقق عبدالحی حبیبی نے انکو پشتو کے الفاظ کہا ہے ۔ (۱) اگر ایسا فرض کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ پشتو کا قدیم ترین خط میخی تھا ۔
میخی خط کے ساتھ دار یوش ہی کے زمانے میں آرامی خط بھی رائج رہا ۔ افغانستان اور گندھارا سے اس کے کتبے دریافت ہوئے ہیں ۔ گویا قدیم پشتو زبان کو آرامی خط میں بھی لکھا گیا ۔ بہادر شاہ ظفر نے اس کو ساسی اثرات کا نتیجہ کہا ہے ۔ (۲)
میخی اور آرامی خط کے بعد خروشتی کا دور آتا ہے جو تقریباً آٹھ سو سال تک افغانستان، گندھارا اور ٹیکسلا میں رائج رہا ۔ اور یونانی باختری اسکائی، کوشانی (کنشک کا دور) اس کو اپنی تحریروں کا ذریعہ بناتے رہے گویا یہ تیسری ق م سے چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی تک رائج رہا ۔
خروشتی خط آرامی سے بنا ۔ یہ دائیں سے بائیں جانب لکھا جاتا تھا ۔ اگرچہ اس کی پیدائش کی جگہ افغانستان ہے مگر اس نے گندھارا میں آکر بہت ترقی کی ۔ شہباز گڑھی، مانسہرہ، ٹیکسلا، تخت بھائی، باجوڑ، وغیرہ سے اس کے جو کتبے برآمد ہوئے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس علاقے میں خروشتی خط ایک طویل عرصے تک رائج رہا ۔ اس کے علاوہ سوئی وھار، متھرا، فتح جنگ، وارڈک اور نیا سائٹ سے خروشتی کے

---

(۱) د پښتو ادبیاتو تاریخ (جلد اول) ص ۶۰ کابل ۱۹۷۵ ع
(۲) پښتانه د تاریخ په رڼا کښې ص ۱۴۱ پشاور ۱۹۶۵ ع
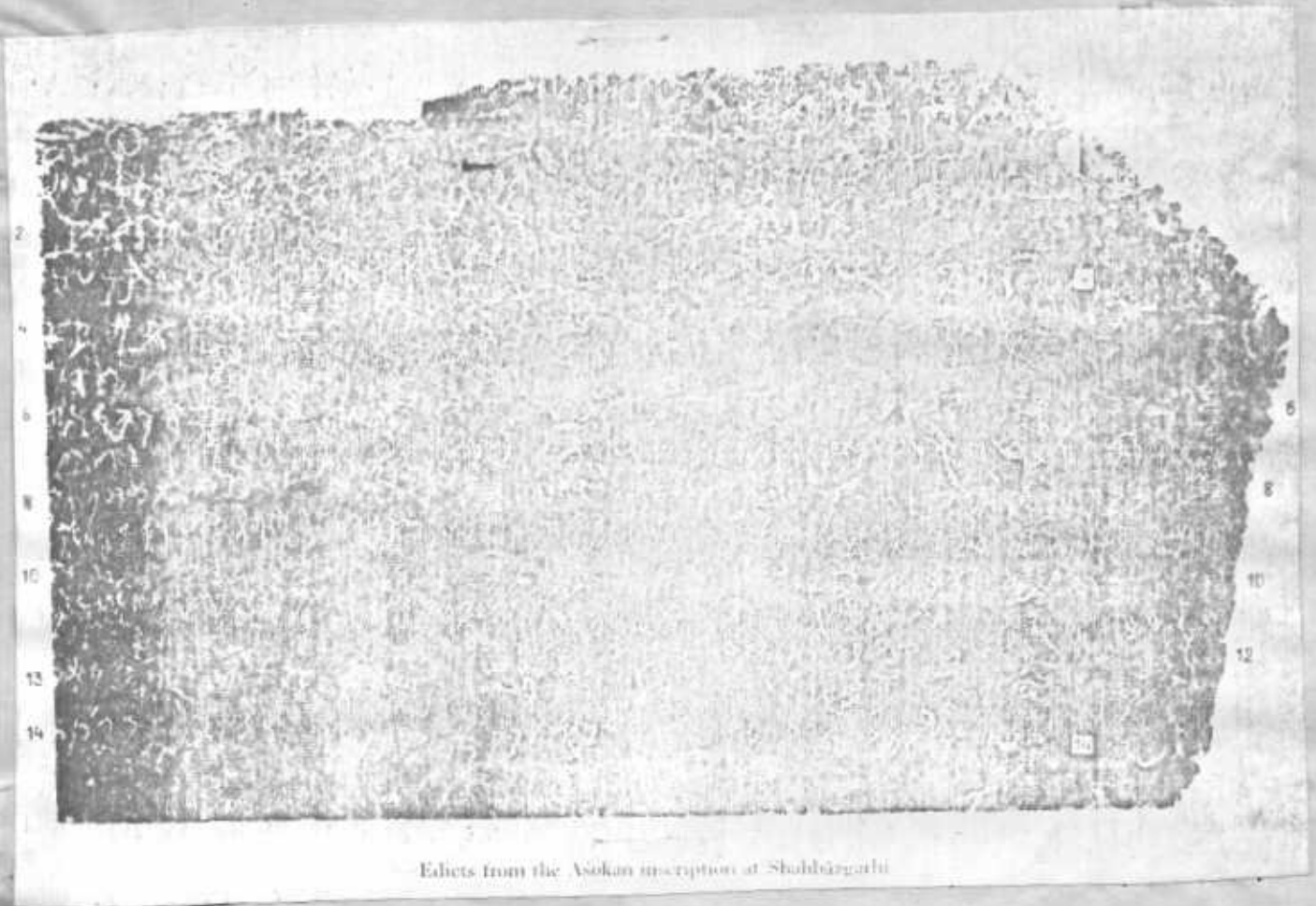
Edicts from the Asokan inscription at Shahbazgarhi

شہباز گڑھی (پشتونخواہ) سے برآمد شدہ اشوک کے زمانے کا
خروشتی رسم الخط کا کتبہ

کتبوں کی دریافت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ یہ خط شمالی ہند میں پھیلا ہوا تھا۔

افغانستان میں اس کے کتبے چار مختلف جگہوں بیماران، پڈی جلال آباد وغیرہ سے برآمد ہوئے ہیں۔

خروشتی رسم الخط میں جو کتبے ملے ہیں مجموعی طور پر ان کی زبان پالی ہے جو اشوک کی مذہبی زبان تھی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ پشتو زبان کو خروشتی خط میں لکھا گیا تاہم خروشتی خط سے اس طویل دور کو سامنے رکھکر "قیاس" کیا جاسکتا ہے کہ پشتو زبان کو بھی خروشتی خط میں لکھا گیا ہے۔

خروشتی خط کی خوبی یہ ہے کہ اس میں یہ گنجائش تھی کہ اسے آسانی کے ساتھ مختلف زبانوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر احمد حسن دانی نے اپنی کتاب "Indian Palleography" میں خروشتی رسم الخط کے مختلف نمونے دیے ہیں۔ (۱)

پہلے کہا جاچکا ہے کہ یہ خط تقریباً آٹھ سو سال تک رائج رہا۔ ان آٹھ سو سالوں میں اس خط میں جزوی اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ پھر علاقائی اثرات سے متاثر ہونا بھی ایک فطری امر تھا۔ لیکن ان تمام نمونوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب میں اتنا کم فرق ہے کہ اس کو آسانی کے ساتھ نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ملاحظہ ہو ڈاکٹر دانی کے دیے گیے نمونوں کی فوٹو شیٹ۔

"افغانستان کے شہر قندھار سے ایک کتبہ اشوک کے زمانے کا برآمد ہوا ہے جو بیک وقت یونانی اور آرامی خط میں ہے ۔ یوں تو افغانستان میں یونانی خط علیحدہ لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے مگر یہ ذوالّلسانی کتبہ (Bilingual) سب سے پرانا ہے گویا افغانستان میں یونانی خط رائج تھا" ——— (۱)

افغانستان ہی کے بغلان سے کنشک کے بیٹوں کے زمانے کی ایک تحریر ملی ہے جو یونانی رسم الخط میں ہے ۔ یہ تحریر ایک آتشکدے سے دستیاب ہوئی ہے جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے ویران اور غیر آباد ہوگیا تھا مگر بادشاہ نے اس میں ایک کنواں کھدوایا اور اس میں پختہ اینٹیں لگوائیں لہذا پانی ملنے کے بعد لوگ ایک بار پھر اس میں عبادت کرنے لگے اور یہ آباد ہوگیا ۔

افغان محقق عبدالحی حبیبی نے ۱۹۶۳ء میں "زبان دو ہزار سال قبل افغانستان" کے نام سے اس تحریر کا مفصّل تجزیہ کیا ہے ۔

بغلان کا یہ کتبہ جس زبان میں ہے وہ فارسی اور پشتو کا امتزاج ہے ۔ اس میں ایسے الفاظ ہیں جو فارسی اور پشتو دونوں میں مستعمل ہیں یا بعض پشتو میں اور بعض فارسی میں مگر مجموعی طور پر یہ پشتو کے زیادہ قریب ہے ۔ عبدالحئی حبیبی نے اس کو تخارستان کی نسبت سے تخاری یا کوشان کی مناسبت سے کرشانی کہا ہے ۔

دراصل یہ اس دور کی زبان ہے جب پشتو اور فارسی مشترک آریائی عناصر رکھنے کی وجہ سے ایک دوسری کے بہت زیادہ قریب تھیں البتہ پشتو کے مخصوص حرف

---

(1) Indian Archeology (H.D. sankalia) P. 109 Bombay ۱۹۶۴ء

ملاحظہ ہو کتبے کا فوٹو شیٹ

Bilingual inscriptions of Asoka from Kandahar, Afghanistan. Top-Greek; bottom-Aramaic. (see p. 169)
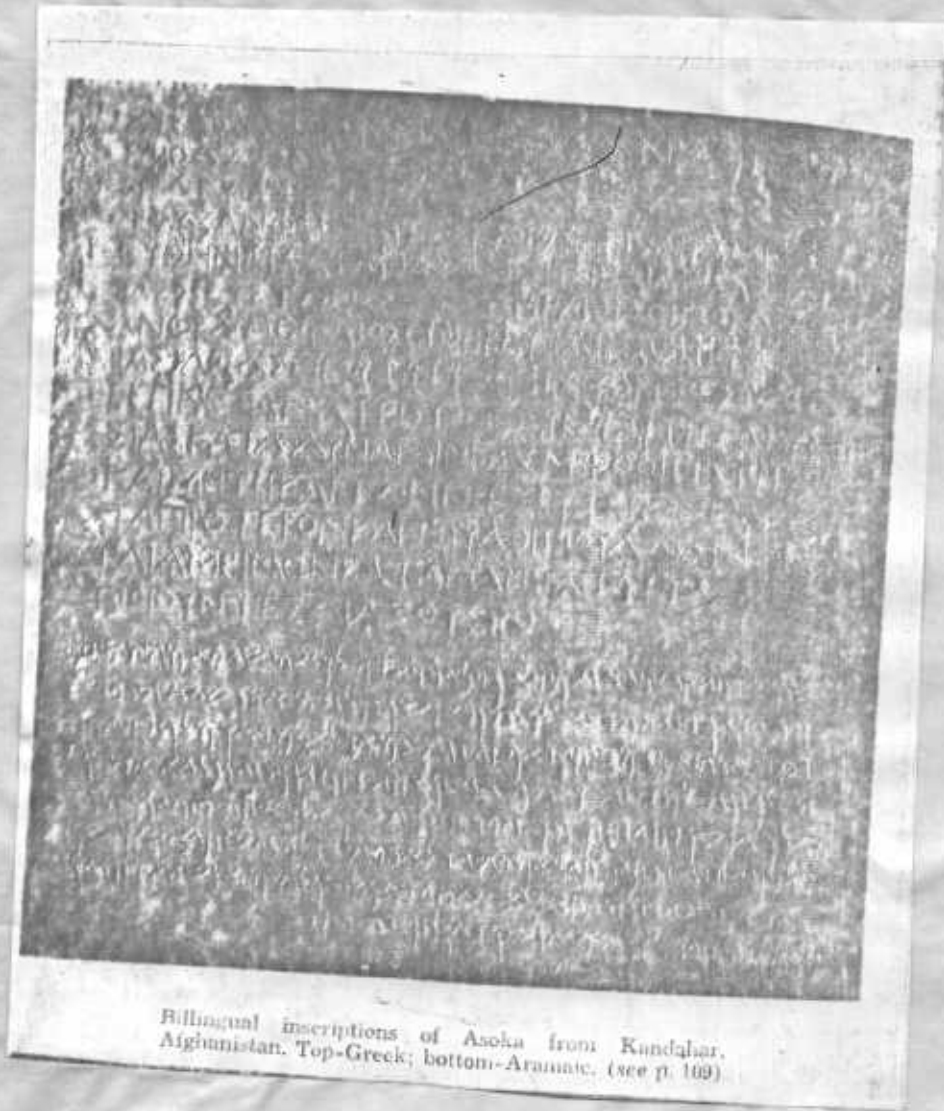
اشوک کے زمانے کا یونانی اور آرامی زبانوں کا کتبہ

قندھار (افغانستان)

ہنں کے لیے Px (ش + خ) کا جو مرکب حرف استعمال کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آواز اس زمانے میں بھی رائج تھی ــــ (۱)
بغلان کی تحریر ۱۵۰ عیسوی اور ۱۶۰ عیسوی کے درمیان لکھی گئی ہے اس طرح یہ آج سے اٹھارہ سو سال قبل کی زبان ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پشتو زبان کو یونانی رسم الخط میں بھی لکھا گیا - پشتو بہر حال اُس وقت موجودہ صورت میں موجود نہیں تھی -
وزیرستان کے علاقے میں وادئ ٹوچی کی تحریر بہت اہم ہے جو تین زبانوں میں برآمد ہوئی ہے - یہ آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے جو دو کتبوں پر درج ہے - ایک کتبہ عربی اور دیوناگری خط میں ہے جبکہ دوسرا دیوناگری اور باختری میں ہے (باختری زبان کا رسم الخط یونانی ہے) - اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس علاقے میں آٹھویں صدی ہجری تک خواص کی زبان سنسکرت تھی مگر عوام کی زبان (باختری / پشتو) تھی جبکہ عربی اب یہاں متعارف ہو چکی تھی - سنسکرت چونکہ ایک طبقے (خصوصاً اس وقت کے حکمران طبقے) کی زبان تھی اس لئے محفوظ رہی مگر پشتو عوامی زبان ہونے کی وجہ سے خارجی اثرات کے لیے موزوں تھی یہی وجہ ہے کہ پشتو پر فارسی اور عربی کا اثر بہت زیادہ پڑا -
باختری زبان کے اس یونانی کتبے کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یونانی خط آٹھویں صدی ہجری تک یہاں رائج رہا اور اسے باختری/پشتو زبان کے لیے استعمال کیا جاتا رہا -

---

(۱) زبان دو ہزار سال قبل افغانستان (عبدالحی حبیبی) ص ۱۳ کابل ۱۹۶۳ ع

نسخهٔ دوم کتیبهٔ بغلان که بر ۲۱ پارچه سنگ [illegible]

یونانی رسم الخط کا کتبہ (فارسی، پشتو، مشترک قسم کی زبان)

بغلان (افغانستان)

کوشان حکمران ہووشکا ۱۵۰ عیسوی تا ۱۶۰ عیسوی

Inscription No. A

(اُوپر) عربی (نیچے) سنسکرت

کتبہ ٹوچی (وزیرستان) ۲۴۳ ہجری / ۸۵۷ عیسوی

مسلمانوں کی آمد کے بعد پشتو زبان کو بھی سندھی اور اُردو کی طرح عربی خط میں لکھا جانے لگا جس کا ذکر تفصیل سے آئے گا۔

پشتو زبان میں عوامی ادب کا جو بیش بہا خزانہ موجود ہے اور جس کی قدامت مسلم ہے قدیم تحریروں میں نظر نہیں آتا غالباً ابتدائی ادیبوں نے اس قیمتی شفاہی ادب کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کو احاطہ تحریر میں لایا جائے ورنہ اگر اس ادب کو لکھا جاتا تو آج مقدس ویدوں کی طرح "سندرے" یا "متلونہ" قدیم ادب کا ایسا قیمتی مجموعہ ہوتا جو ماہرین لسانیات کیلئے مشعل راہ ہوتا اور اس میں اُنہیں قدیم آریائی زبان کے واضح نقوش نظر آتے۔

کتبوں اور سکوں کے علاوہ قبل از اسلام کی کوئی تحریر کتابی صورت میں دستیاب نہیں، اس لیے اس زمانے کی تاریخ پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور قدیم رسم الخط کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تحقیق جاری ہے اور اس وقت کا انتظار ہے جب محققین پشتو زبان اور قدیم رسم الخط کے بارے میں تمام حقائق کو منظر عام پر لا سکیں۔

پشتو زبان کی پہلی تحریر جو دستیاب ہو سکی ہے "تذکرۃ الاولیاء" کے شروع کے سات صفحے ہیں جو افغان محقق عبدالحی حبیبی کو ملے ہیں۔ یہ ۶۱۲ ھجری میں لکھی گئی۔ بدقسمتی سے اس کتاب کا باقی حصہ تلف ہو چکا ہے۔ شروع کے ان صفحات میں پشتون اولیاء اور ان کے حالات کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ ان میں بیٹ بابا اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کا کلام قابل ذکر ہے جو پشتو زبان میں ہے ـــــ (۱)

(۱) د پښتو پښتو نهٔ تذکرے (حبیب اللہ رفیع) ص ۲ کابل ۱۹۷۱ء

← (پشتو کی پہلی دریافت نامکمل کتاب ۶۱۲ھ)

"تذکرۃ الاولیاء" اسی خط میں ہے جس میں آج تک پشتو لکھی جاتی ہے گویا دریافت تحریر شروع سے عربی خط میں ہے۔ اسے ہم یہاں پشتو عربی یا عربی پشتو خط کہہ سکتے ہیں جس کا ذکر ذرا تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا۔

عربی پشتو رسم الخط

مسلمانوں کی آمد کے بعد جہاں پشتونوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر اثر پڑا، وہاں اُن کی زبان پشتو نے بھی بہت زیادہ اثر قبول کیا اور اس نے عربی رسم الخط کو ضروری ترمیم کے ساتھ اضافے کر کے اپنایا۔ یہ خط کب اپنایا گیا؟ کس نے اس کو وضع کیا؟ کس طرح پشتو کی مخصوص آوازوں کے لیے حروف بنائے گیے؟ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے البتہ مختلف ادیبوں نے اس کو سلطان محمود غزنوی کے دور سے منسوب کیا ہے

پشتو زبان کے معروف شاعر محمد اجمل خٹک صاحب لکھتے ہیں:-

"پشتو زبان یا ادب چاہے وہ پہاڑوں کے مختلف گوشوں تو کیا فولادی حلقوں میں بھی بند ہوتی تو یہ اثر ضرور ہوتا، کیوں کہ ۴۰ھ میں اسلام یہاں پہنچ چکا تھا اور پشتون قوم نے اسے اپنایا تھا۔ چونکہ اسلام کی تعلیم وغیرہ عربی زبان میں ہی تھی۔ اس لیے یہاں کی زبان و ادب پر عربی کا اثر ناگریز تھا۔ دوسری طرف طاہری، صفاری اور سامانی بادشاہوں کے درباروں میں فارسی شاعری اور فارسی شعراء کی قدر دانی کی جاتی تھی اور خاص کر محمود غزنوی نے تو فارسی شعراء کو خوب نوازا چنانچہ اس کا اثر بھی پشتو زبان پر ہوا اور پشتو زبان و ادب میں بیرونی زبانوں کی خصوصیات داخل ہونی شروع ہو گئیں۔ جہاں پشتو زبان و ادب کے دوسرے پہلوؤں پر عربی فارسی کا اثر ہوا وہاں اس اثر کے ماتحت...

محمود غزنوی کے زمانے میں قاضی سیف اللہ نے کاوش اور محنت سے عربی رسم الخط کو
مد نظر رکھ کر پشتو کے لیے موجودہ خط وضع کیا" ــــ (۱)

اللہ بخش یوسفی پشتو رسم الخط کے بارے میں لکھتے ہیں :-

" پشتو کا موجودہ اصلاح شدہ رسم الخط سلطان محمود کے عہد کے شیخ
ابوالفتح سے منسوب کیا جاتا ہے" ــــ (۲)

قاضی عبدالحلیم اثر نے 'مراۃ الانساب' (بحث افاغنہ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ پشتو کے
موجودہ رسم الخط کا موجد سلطان محمود غزنوی کا وزیر حسن میمندی ہے ـ (۳)
پشتو زبان کی پہلی مکمل دریافت شدہ کتاب "خیر البیان" ہے جسے مشہور
مذہبی اور روحانی رہنما پیر روشن بایزید نے تقریباً ۹۴۹ ہجری میں لکھا ـ یہ کتاب
بھی معمولی اختلاف (جس کا ذکر آگے آئے گا) کے ساتھ اسی مروجہ رسم الخط میں
ہے یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ بایزید انصاری پیر روشن نے دعویٰ کیا ہے کہ
پشتو کے لیے رسم الخط (یا حروف) اسی نے ایجاد کیا ہے ــ (۴)
ایک طرح سے بایزید کے دعوے کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پشتو کی
اس اولین مکمل کتاب سے پہلے کی کتابوں کے نسخے دستیاب نہیں۔ تذکرۃ الاولیاء
کے جو چند صفحے دستیاب ہیں اُن پر بھی تحریر کا زمانہ درج نہیں ممکن ہے
موجودہ چند صفحے بہت بعد میں نقل کیے گئے ہوں) ـ

---

(۱) 'پشتو ادب' (مضمون) اجمل خٹک رسالہ سنگ میل پشاور سرحد نمبر جنوری ۱۹۵۰ء ص ص ۱۰۲، ۱۰۳
(۲) یوسف زئی پٹھان ص ۱۴۸ (حاشیہ) کراچی ۱۹۶۶ء
(۳) پشتو ادب (کتاب) (عبدالحلیم اثر) ص ۳۱ پشاور ۱۹۴۸ء
(۴) خیر البیان ص ص ۲ تا ۴ (بایزید انصاری) پشاور ۱۹۶۷ء

خوشحال خان خٹک کسی تعارف کا محتاج نہیں ، اُس نے بھی یہ دعویٰ کیا
۱۶۱۳ء تا ۱۶۸۹ء
ھے کہ اُس نے پشتو کے لیے رسم الخط ایجاد کیا ھے مگر یہ محض دعویٰ ھے البتہ
اُس کے رسم الخط میں خیر البیان کے خط سے فرق پایا جاتا ھے جس کا ذکر آگے
آئے گا ۔ خوشحال خان خٹک نے پشتو کے لیے ایک قسم کا شارٹ ہینڈ بھی ایجاد
کیا تھا جس کو زنجیری لکھتے تھے مگر اب یہ نایاب ھے ـــ (۱)

پشتو رسم الخط کسی فرد نے ایجاد کیا ہو یا ادارے نے ، پشتون قوم کو
تاحیات اُن کا احسان مند ہونا چاہیے جس نے پشتو کے دو لہجوں کو ایک
مشترک رسم الخط میں لکھکر اِن کو زبردست انتشار سے بچایا ورنہ آج ایک
ہی قوم کے اجزاء ہوتے ہوئے بھی پشتون الگ ہوتے اور پختون الگ ،
پشتو ایک زبان ہوتی اور پختو دوسری.

موجودہ پشتو رسم الخط

پشتو زبان کا رسم الخط آج بھی وہی ہے جو معمولی فرق کے ساتھ ابتدا
(خیر البیان ۔ ۹۴۹ ھجری) سے چلا آرہا ھے ۔

پشتون قوم صوتیاتی لحاظ سے دو گروہوں میں تقسیم ھے ۔ ایک
کو یوسف زئی گروپ کہا جاتا ھے دوسرے کو خٹک قندھار گروپ کہا
جاتا ھے اِن کے اختلاف کا ذکر "صوتیات" کے باب میں کیا جاچکا ھے یہاں
رسم الخط کے سلسلے میں مختصر طور پر کہا جاسکتا ھے کہ اِن دونوں گروہوں
میں بنیادی طور پر چار (کہیں پانچ) آوازوں میں اختلاف ھے ۔

(۱) خوشحال خان خٹک (اُردو) دوست محمد خان کامل ص ۲۲۸ پشاور
۱۹۵۱ء

پشتو زبان کے اس علاقائی اختلاف کو سامنے رکھ کر چار مخصوص حروف وضع کیے گئے ہیں جو یہ ہیں

ښ = /ش/ یا /خ/

ږ = /ژ/ یا /گ/

ځ = /ز/ ، /ځ/ (dz)

څ = /س/ ، /څ/ (ts)

ښ = پشتونوں میں سے بعض الفاظ کو یوسف زی اور اس سے متفق قبائل /خ/ سے ادا کرتے ہیں جبکہ خٹک قندہار گروپ /ش/ سے ادا کرتے ہیں اس اختلاف کو سامنے رکھ کر مشترک حرف "ښ" وضع کیا گیا گویا یہ بیک وقت دونوں آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

"ښ" کی مثالیں حسب ذیل ہیں

		خٹک گروپ	یوسفزئی گروپ
پښتون	=	پشتون	پختون
ماښام	=	ماشام	ماخام
ښادی	=	شادی	خادی
ښائست	=	شائست	خائست

ش اور خ کا یہ اختلاف دونوں گروہوں میں ہر جگہ ہے البتہ ایک دو الفاظ "دښمن" اور "رښتیا" اس سے مستثنیٰ ہیں جبکہ یہ استثنا صرف یوسف زئی قبیلے تک محدود ہیں یوسف زی گروہ کے ہم نوا قبائل اس کو علی الترتیب دُخمن اور رختیا کہتے ہیں۔

"ږ" = یوسف زئی اور اس سے متفق قبائل بعض الفاظ کو/گ/ سے

ادا کرتے ہیں جبکہ خٹک قندھار گروپ اس کو /ژ/ سے ادا کرتے ہیں۔

اس میں کوئی لفظ مستثنیٰ نہیں۔ اس کے لیے مشترک حرف "ږ" بنایا گیا

جو بیک وقت دونوں گروہوں کی نمائندگی کرتا ہے

اس کی مثالیں یہ ہیں

		خٹک قندھار گروپ	یوسف زئی گروپ
ږیره	=	ژیره	گیره (داڑھی)
غوږ	=	غوژ	غوگ (کان)
کوږ	=	کوژ	کوگ (ٹیڑھا)

یہ دو حروف بغیر کسی شرط کے ہر جگہ دو مختلف آوازوں کی نمائندگی

کرتے ہیں اور اس لحاظ سے اِن کی مثال کسی دوسری زبان میں نہیں

ملتی۔

"ځ" اور "څ" کا مسئلہ اِن دونوں سے مختلف ہے۔ ږ اور

ښ دو مختلف آوازوں کی نمائندگی کرتے ہیں مگر "ځ" اور څ اپنے

اندر دو مخصوص آوازیں بھی رکھتے ہیں جن کو چند قبائل اپنے اصل آواز

سے ادا کر سکتے ہیں دوسرے اس کو "ز" اور "س" سے بدل لیتے ہیں۔

"ځ" = یہ علامت ج اور ز کی درمیانی آواز /ځ/=/dz/ کے لیے

ہے۔ اسے دوسرے قبائل ز سے بدل لیتے ہیں۔ گنڈہ پور اور مروت ج سے۔

"ځ" کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

		خٹک گروپ	یوسفزئی	گنڈہ پور/مروت
ځان	=	ځان (dzan)	زان	جان
ځوان	=	ځوان (dzwan)	زوان	جوان

لفظ	خٹک قندھاری گروپ	یوسف زئی قبائل	گنڈہ پور مروت
ځیګر	ځیګر	زیګیر (زنگیر)	جیگر
ځوئی	ځوئی	زوئی	جوئی

څ ۔ یہ چ اور س کی درمیانی آواز ہے جسے پشتون قواعد نویسوں نے نرم چ بھی کہا ہے۔ اس کی ادائیگی میں بھی بہت اختلاف ہے۔ اصل آواز کو خٹک قندہاری گروپ اور دوسرے قبائل ادا کر سکتے ہیں باقی اس کو س یا چ سے بدلتے ہیں۔ اس کے لیے انگریزی علامت $\overline{Ts}$ ہے۔

لفظ	خٹک گروپ	یوسف زئی	گنڈہ پور مروت
څلور	څلور $\overline{Ts}$loر	سلور	چلور (چار)
څوک	څوک ($\overline{Ts}$ok)	سوک	چوک (کون)
څرمن	څرمن ($\overline{Ts}$arman)	سرمن	چرمن (چمڑا)

ځ اور څ میں گروہ بندی ږ اوښ سے مختلف ہیں۔ بنگش، آفریدی، طوری، اورکزئی وغیرہ ږ اور ښ میں یوسف زئیوں کے ہمنوا ہیں مگر ځ اور څ میں خٹک گروپ کے ساتھ ہیں۔

ان چار مخصوص کے علاوہ ایک حرف "ڼ" ہے جسے کہیں (ڼ) اور کہیں نڑ لکھا جاتا ہے۔ یہ وہی آواز ہے جو اردو میں اکثر ن سے بدلتی ہے اور سندھی میں (ڻ) سے لکھی جاتی ہے

دوسری آوازوں کے لیے عربی حروف پر اضافے کیے گئے ہیں۔ یہ آوازیں سندھی اور اردو میں بھی ہیں مگر تینوں میں مختلف طرز سے لکھے جاتے ہیں اردو میں ان پر "ط" ہے، سندھی میں نقطے اور پشتو میں ان کے نیچے ہ کی علامت ہے

ٹ = ٹہ ، ڈ = ڈہ

گ = گھ ، ڑ = ڑہ

ڼ یا نڑ = (نڑ)

اِن کے علاوہ عربی کے وہ حروف جو سندھی اور اردو میں بھی آئے ہیں پشتو میں مروج ہیں مگر اِن کی آوازیں شامل نہیں ہے۔ اِن کا ذکر "صوتیات" کے باب میں گزر چکا ہے۔

ان تمام حروف کو ملا کر پشتو حروف تہجی کی تعداد ۴۳ ہو جاتی ہے۔

ا ب پ ت ټ ث ج ځ چ څ ح خ د ډ
ذ ر ړ ز ژ ږ س ش ښ ص ض ط ظ ع غ ف ق ک
گ ل م ن ڼ و ہ ء ی ے = ۴۳

(ے کو افغانستان میں ی سے بدل دیا گیا ہے۔ تاکہ ٹائپ میں آسانی ہو۔ البتہ مجہول کو واضح کرنے کیلئے اسے ې لکھتے ہیں)

سندھی اور اُردو کی طرف و، ہ، ی کو حروف علت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ھے کہ قدیم پشتو کتابوں کو سامنے رکھ کر معلوم کیا جائے کہ مختلف ادیبوں یا کاتبوں میں رسم الخط سے متعلق کیا اختلاف پایا جاتا ھے۔ اس طرح یہ سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی کہ موجودہ صورت تک پہنچنے میں پشتو رسم الخط نے کونسے مراحل طے کیے۔

"پٹہ خزانہ" (محمد ہوتک۔ ۱۱۴۲ھ) نے بعض قدیم کتابوں کے حوالے دیے ہیں مگر اب یہ ناپید ہیں۔ اس کے مطابق "تاریخ سوری" ۷۴۰ ھجری میں محمد علی بستی نے لکھی جس سے پشتو ادب (شعر = امیر کروڑ) ۱۳۹ ھجری تک پہنچ جاتا ھے۔ دوسری کتابیں "لرغونی پښتانہ" (شیخ کٹہ = ۷۵۰ھ) "خیر شت نامہ" (۹۲۹ ھجری = دوست محمد کاکڑ)، بستان الاولیاء = (۹۹۸ ھجری شیخ بستان) تذکرۃ الاولیاء افغان (شیخ قاسم = ۱۰۰۰ھ)، تحفہ صالح (ملا اللہ یار ۱۰۰۰) کلید کامرانی (کامران خان سدوزئی = ۱۰۳۸ھ)، اولیائے افغان (۱۰۵۰ ھجری شیخ امام دین) بیاض (۱۱۱۸ھ = محمد رسول)۔

ان تمام کتابوں میں سے آج ایک بھی موجود نہیں۔ نہیں معلوم کہ ان کا رسم الخط کیا تھا؟ البتہ ان سے بھی پہلے کی لکھی ہوئی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" (سلیمان ماکو = ۶۱۲ھ) کے ابتدائی سات صفحے ملے ہیں۔ یہ البتہ واضح نہیں ھے کہ یہ مصنف کے اپنے ہاتھ کے ہیں یا بعد میں کسی نے اس کو نقل کیا ھے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ سات صفحے کب لکھے گئے

تذکرۃ الاولیاء میں موجودہ تمام حروف (ټ، څ، ځ، ډ، ړ، ښ، ڼ) اسی طرح موجود ہیں البتہ څ کے نیچے ایک نقطہ (څ) بھی دیا گیا ھے۔

تذکرۃ الاولیاء کے بعد مکمل کتاب "خیر البیان" (بایزید انصاری ۹۸۰ھ)

ہے۔ اس کتاب کا دنیا کا واحد نسخہ مغربی جرمنی کی ٹیوبنگن یونیورسٹی میں

موجود ہے۔ مولانا عبد القادر مرحوم نے اس نسخے کو دریافت کیا، فوٹو سٹیٹ

منگوایا اور پشتو اکیڈمی نے اسے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا

خیر البیان کا قلمی نسخہ ۱۰۶۱ ھجری کا لکھا ہے، کاتب (معتبر) بہار توی

مرید پیر روشان ہے

خیر البیان کے قلمی نسخے میں پشتو حروف اس طرح لکھے گئے ہیں۔

ټ، ډ، ړ، ک، ښ، څ آ ج کی طرح لکھے گئے ہیں

څ کے لیے ځ ڊ ، ژ کے لیے ږ

نړ (نړ) کے لیے (ڼ) ——— (۱)

ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ "خیر البیان" کا خط نستعلیق ہے۔

خیر البیان کے بعد "مخزن" کا نام آتا ہے۔ جسے اخوند درویزہ بابا

نے ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء اور ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء کے درمیان لکھا ——— (۲)

مخزن کے بہت سے قلمی نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ سب سے قدیم نسخہ مشہور

روسی مستشرق پروفیسر ڈورن (Dorn) نے دیکھا تھا جو اخوند درویزہ کے

بیٹے عبد الکریم کا لکھا ہوا تھا۔ سن تحریر ۱۰۱۴ ھ تھا، اس لحاظ سے یہ

تحریر کے لحاظ سے خیر البیان سے بھی قدیم ہے لیکن اب نایاب ہے۔

(۱) خیر البیان (بایزید انصاری) ص ۴۶ پشاور، ۱۹۶۷ء

(۲) مخزن (مقدمہ سید تقویم الحق) ص ل ج پشاور ۱۹۶۹ء

د آخوری مخ عکس

پشتو زبان کی پہلی دریافت شدہ مکمل کتاب

خیر البیان مصنف پیر روشان ۹۳۱ ہجری تا ۹۸۷ ہجری

اس نسخے کی کتابت ۱۰۶۱ ہجری

مخزن کے عام نسخوں میں جو رسم الخط ملتا ہے وہ یوں ہے۔

ټ، ځ، ړ، ښ، ځ، ډ، ګ سب موجود ہیں۔

څ نہیں ہے اس کے لیے ځ سے کام لیا گیا ہے۔

ڼ اور نړ دونوں ملتے ہیں۔

پیر روشن بایزید انصاری کی پیروی دولت خان لوانی، ملا مست، مرزا خان انصاری، ارزانی، واصل اور مخلص وغیرہ نے کی ہے

خوشحال خان خٹک (۱۶۱۳ء تا ۱۶۸۹ء) بہت سی کتابوں کا مصنف ہے، پھر اس کے فاضل خاندان کے ادیبوں نے پشتو زبان و ادب کی بے مثال خدمت کی ہے جن میں افضل خان خٹک، اشرف خان ہجری خٹک، کاظم خان شیدا خٹک، صدر خان خٹک، عبدالقادر خان خٹک، کامگار خان خٹک کے نام قابل ذکر ہیں۔

خٹک خاندان کا اپنا جدا رسم الخط ہے۔ "دستار نامہ" خوشحال خان خٹک کی تصنیف ہے جو پشتو نثر میں ہے جو ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء میں مکمل ہوا۔ یہ خالص خٹک رسم الخط میں ہے اور عبدالشکور صاحب نے اس کو اسی رسم الخط میں چھپوایا ہے۔ خٹک خاندان کا رسم الخط یوں ہے۔

څ کے لیے ڃ (یعنی ح کے نیچے دو نقطے)

ځ کے لیے ۔ یعنی (ح کے نیچے ایک نقطہ اور ایک ھمزہ)

ډ کے لیے ڎ (یعنی د کے اوپر ھمزہ)

ڼ " نٔ (ن کے اوپر ھمزہ)

ټ " ط (ط کے نیچے ھمزہ)

ځ کے لیے ۮ (د کے اوپر ھمزہ)

تو اِن کے علاوہ ړ کے لیے ړ اور ښ کے لیے ښ ایک ہے۔

دیوان عبدالرحمن بابا کے قلمی نسخوں میں خٹک خاندان سے قبل والا رسم الخط ہے جس میں ټ، ځ، ڂ، ڈ، ښ، ږ، ڼ موجود ہیں۔ البتہ څ نظر نہیں آتا۔ حروف علت (و، ہ، ی) کا استعمال کبھی کرتے ہیں کبھی نہیں۔

احمد شاہ ابدالی کے پشتو دیوان کا قلمی نسخہ ۱۱۶۳ھ میں لکھا گیا جو اس وقت تاشقند اکیڈمی کے شعبہ شرقی علوم میں موجود ہے اس میں ښ کی جگہ ش اور ږ کی جگہ ژ لکھا ہوا ہے۔ و، ہ، ی کبھی حروف علت کے طور پر آئے ہیں کہیں ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

معز اللہ خان مہمند نے پشتو اور اردو دونوں میں شاعری کی۔ ان کے دیوان (۱۱۵۹ھ) میں دونوں گروہوں (قدیم اور خٹک) کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

ټ = ط (خٹک طرز پر)

ځ، ڂ، ڈ، ښ، ږ (قدیم طرز پر)

ځ = ځ (ځ کے نیچے ہمزہ = نیا طرز)

ګ = گ اور ڼ = ڼ

ان چند مثالوں سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ پشتو رسم الخط کے لیے عربی زبان کے حروف پر جو اضافے کیے گئے، اُن میں کوئی سی دو کتابیں آپس میں متفق نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اُس زمانے میں آمد و رفت کے وسائل محدود تھے اور ادیبوں کے لیے ایک دوسرے سے ملنا، رسم الخط یا زبان پر بحث کرنا یا اُس کے لیے متفقہ اصول وضع کرنا ناممکن

نہ سہی شکل ضرور تھا لہذا ہر مصنف یا کاتب نے مشترک خط کے ساتھ
ساتھ عام صورت سے اختلاف بھی کیا ہے خواہ وہ حروف صحیحہ میں ہو
یا حروف علت میں۔

انگریزوں یا فرانسیسیوں نے انگریزی اور فرانسیسی میں کتابیں لکھیں
اِن میں لغات، گرامر، انتخاب، تدوین سب شامل ہے جس کے لیے
پشتو کا خاص ٹائپ تیار کرایا گیا۔ بیشتر کتابیں لندن یا جرمنی میں
چھپیں، بعض ہند میں بھی۔

اِن تمام کتابوں میں وہی قدیم مروج رسم الخط ہے جس میں عربی
اور فارسی کے دوسرے حروف کے ساتھ پشتو کی مخصوص علامتیں (ټ،
ډ، ړ، ګ، ښ، ږ، څ، ڼ/نړ) شامل ہیں البتہ ڼ یا ځ میں
اختلاف ہے کہیں څ کو څ/TS اور ځ/DZ دونوں آوازوں کے لیے
لکھا گیا ہے کہیں څ اور ځ دونوں موجود ہیں اسی طرح کہیں ڼ
لکھا ہوا ہے اور کہیں نړ۔

آج کل تقریباً یہی رسم الخط رائج ہے مگر اب بھی اختلاف موجود ہے۔
افغانستان میں ۱۹۳۶ء کو پشتو نے سرکاری اور قومی زبان کا درجہ
حاصل کیا۔ اخبارات، رسائل، گزٹ پشتو زبان میں چھپنے لگے بے شمار
درسی، تعلیمی، ادبی اور مذہبی کتابیں پشتو زبان میں لکھنی شروع ہوگئیں۔
وہاں ٹائپ کو رواج ملا اور ایک مشترک رسم الخط کو استعمال میں
لانا شروع کیا گیا جو یہی رسم الخط ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے
اور اس میں (ټ، ډ، ړ، څ، ځ، ښ، ږ، ګ، ڼ) مخصوص حروف کے

طور پر شامل ہیں۔ مجہول ی کے لیے (ے) کا استعمال ختم کرکے (ې) کو اپنایا گیا اور (ئ) کے لیے نئی علامت (ۍ) ایجاد کی گئی۔

رسم الخط کے تعین کے بعد املاء کے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے کابل، پشاور اور کوئٹہ کے ادیبوں کے تین اجلاس کابل میں ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۹۴۲ء میں "پشتو ٹولنہ" افغانستان (Pashto Academy) کی دعوت پر ۲۵ ادیب کابل میں جمع ہوئے اور چند اختلافات کو ختم کرنے کے لیے متفقہ فیصلے کیے گئے

دوسری بار ۳۰ اگست ۱۹۴۸ء کو پشتو ٹولنہ افغانستان کے زیر اہتمام کابل میں پشاور، کوئٹہ اور کابل کے ادیبوں کا اجلاس ہوا اور چند متفقہ فیصلے کیے گئے۔

۲۷ اگست ۱۹۵۸ء کو جشن آزادئ افغانستان کے موقع پر تیسری بار پشتون ادیبوں کا اجلاس کابل میں ہوا جس میں پشاور، کابل اور کوئٹہ کے ادیب شامل ہوئے اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے متفقہ فیصلے کیے گئے ——— (۱)

اب افغانستان میں رسم الخط اور املاء میں کامل ہم آہنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے اور تمام مطبوعات ٹائپ میں چھپتی ہیں۔ پشاور اور کوئٹہ میں البتہ رسم الخط کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔

---

(۱) لیکوالی، املاء و انشاء (محمد گل پاچا الفت) ص ص ۹ تا ۱۶ کابل ۱۹۶۱ء

ادیب اپنے طور مشترک رسم الخط کی پابندی کرتے ہیں مگر جب کتاب
کاتب کے پاس کتابت کے لیے چلی جاتی ھے تو وہ اپنا رسم الخط استعمال
کرتا ھے۔ املاء میں بے شمار اختلافی مسائل موجود ہیں ، مگر آج تک
کسی ادارے یا فرد نے اس کو ختم کرنے کے لیے منظم کام نہیں کیا۔
ضرورت اس بات کی ھے کہ پشتو کے تمام ادیب اور محققین مل کر
مشترک رسم الخط کو اپنائیں ، املاء کی صورتوں پر متفق ہو جائیں اور
اس کی سختی کے ساتھ پابندی کریں +

اردو رسم الخط

اُردو ایک قدیم زبان ہے۔ جس کی بنیاد قدیم ہند آریائی زبان پر اُستوار ہے
یہ بات مسلم ہے۔ کہ یہ ابتدائی "آریک" زبان کی بیٹی ہے۔ اور اس نے اپنے
علیحدہ وجود کو برقرار رکھا ہے۔ اُردو کی نشو ونما جس علاقے میں ہوئی ہے
اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ ابتداء میں دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔
اس کے نمونے قدیم ہندی زبان کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جو فورٹ
ولیم کالج سے قبل والے دور تک رائج رہی۔

مسلمانوں کی آمد کے بعد جہاں پورے برصغیر کی علمی، ادبی اور سرکاری زبان
فارسی بنی۔ وہاں مذہبی زبان کے طور پر عربی کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے
دیکھا جانے لگا۔ اس طرح دونوں زبانیں بیک وقت برصغیر میں داخل ہوئیں۔
فارسی سیکھنا اقتصادی ضرورت تھی۔ کیوں کہ اس کے بغیر سرکاری ملازمت
اور دربار تک رسائی مشکل تھی۔ البتہ عربی علم و فضل کی زبان قرار پائی۔ اور اس
کا سیکھنا مذہبی فریضہ تھا۔ اس طرح اخذ و اشتراک سے جہاں "اُردو" ایک
نئی زبان کی صورت میں سامنے آئی۔ وہاں اس نے اپنے لئے عربی کا
رسم الخط اختیار کیا۔ جو فارسی خط پر اضافے کے بعد اپنایا گیا۔ یہ
ایک فطری امر تھا۔ فارسی خط سے لوگ ایک عرصے سے آشنا تھے۔ جو
عربی کے نسخ خط سے بنا تھا۔ لہٰذا اُردو نے نسخ نہیں بلکہ نستعلیق کو
اپنایا۔

سنسکرت اور برج بھاشا دونوں ناگری خط میں لکھی جاتی تھیں۔ مسلمانوں
کی آمد کے بعد عربی فارسی خط کا رواج ہوا۔ تو اسے ہندوؤں نے بھی سیکھا

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب لکھتے ہیں :-

"مغلیہ دور میں تو بعض سنسکرت کی کتابوں کو بھی اسی (عربی - فارسی) خط میں لکھا گیا ہے" - (۱)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور صاحب لکھتے ہیں :-

"اس تحریک (فورٹ ولیم کالج) سے پہلے ہندو اور مسلمان دونوں اگر برج بھاشا میں اس کی تقلید میں شاعری کرتے تو وہ ناگری رسم الخط ہی میں لکھی جاتی تھی لیکن نثر اور کاروباری و سرکاری مراسلت کے لیے ہمیشہ فارسی رسم الخط ہی مستعمل ہوتا تھا۔ یہ تخصیص کہ ناگری خط ہندوؤں کا ہے اور فارسی خط مسلمانوں کا، قطعاً صحیح نہیں۔ ناگری مخصوص تھا برج بھاشا اور اسی طرز کی شاعری کے لیے اور فارسی خط عام تحریروں کے لیے رائج تھا" - (۲)

زبان اور رسم الخط اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں مگر ان کو ایک دوسری سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور جب ایک خط کسی زبان کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی وابستگی ایک جذباتی سا مسئلہ بن جاتا ہے اس کے علاوہ مخصوص رسم الخط اتنا مانوس ہو جاتا ہے کہ پھر اس کو آسانی سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

اردو جس فطری طریقے سے فارسی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی رہی ہے

---

(۱) جامع القواعد (حصہ صرف) ص ۲۱۵ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء

(۲) ہندوستانی لسانیات ص ۱۶۶ لاہور ۱۹۶۱ء

اس کا نتیجہ لازمی طور پر یہی نکلنا چاہیے تھا۔ کہ وہ اس خط کو اپناتی۔ اور ہوا بھی یہی کیونکہ ابتدا میں فارسی ہی میں ہندی کے جملے یا الفاظ استعمال ہوئے۔ بعد میں فارسی آمیز اردو وجود میں آئی۔

عربی حروف پر نقطے یا اضافے کر کے انہیں اپنی آوازوں کے لیے استعمال کرنے کا ~~رواج~~ تجربہ فارسی کر چکی تھی۔ جس نے ز سے ژ، ج سے چ اور ک سے گ (بچرگ) بنا کر اپنی آوازوں کے لیے نئے حروف وضع کیے تھے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے اپنے ایک مضمون میں اِن حروف کے بارے میں لکھا ہے۔ اور پُرانے طرز کی وضاحت کی ہے ــــــ (۱)

موجودہ صورت	قدیم صورت
ٹ	تْ
ڈ	ڍ، ڈ
ڑ	ڕ، ڑ، ڙ
گ	ڲ، ک ــــ (۱)

ابتداء میں مخلوط "ھ" اور سادہ "ہ" میں کوئی فرق نمایاں نہیں تھا۔

مثلاً کہا (کھا) ــــــ کھانے سے امر

کہا (کہا) ــــــ کہنا سے امر

میں فرق کرنا مشکل تھا۔ مگر یہ باتیں بالکل ابتدائی دور کی ہیں۔ بعد میں عربی علامت ط کو ت، د، ر کے اوپر لگا کر ٹ، ڈ، ڑ بنائے گئے۔

(۱) اُردو املاء کی تاریخ (مضمون) علمی نقوش ص

اور مخلوط "ھ" کیلئے ھ لگا کر بھ، پھ، تھ، ٹھ، کھ، جھ، چھ، دھ ڈھ بنائے گئے۔ البتہ نڑ (ن + ڑ مرکب آواز سندھی (ݨ)، پشتو (ڼ) کی ضرورت اُردو کو پیش نہیں آئی۔ کیوں کہ اس آواز کو اُردو نے خارج کیا اور اس کی جگہ سادہ ن کو اپنایا۔ یعنی (ݨ، ڼ، نڑ، ण) کو ن سے بدل دیا۔

اُردو کے حروف تہجی کے بارے میں اکثر قواعد نویسیوں کا اختلاف رہا ہے۔ اور وہ اِن کی تعداد مختلف بتاتے ہیں۔ انشاء اللہ خان انشاء اپنی کتاب "دریائے لطافت" میں لکھتا ہے۔

~~"اس کے حروف تہجی کے بارے میں اکثر قواعد نویسیوں کا اختلاف رہا ہے اور وہ اِن کی تعداد مختلف بتاتے ہیں۔ انشاء اللہ~~

"اس کے حروف تہجی کی تعداد زیادہ ہے۔ فصحا اور محققوں کے نزدیک یہ تعداد پچاسی ہے۔ عوام اور تحقیق سے بے واسطہ لوگ پچانوے قرار دیتے ہیں"۔ (۱)

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انشاء نے اُردو کے حروف تہجی کی یہ ڈرا دینے والی تعداد مخلوط اور مرکب آوازوں کے جملہ امکانات کو سامنے رکھکر متعین کی ہے۔ ورنہ عام متداول نصابوں میں تو لوگ حروف مخلوط بہ ہائے ہوز (بھ، پھ، تھ، ٹھ، دھ، ڈھ وغیرہ) کو بھی شامل نہیں کرتے۔ مثلاً لغات، قواعد اور بچوں کی ابتدائی کتابوں

(۱) دریائے لطافت (اُردو ترجمہ) ص ۸ (بحوالہ سندھی اُردو کے لسانی روابط)

میں اِن کو مستقل حروف کی حیثیت سے شامل نہیں کیا جاتا۔ اور انشاء نے
ہائیہ کے علاوہ انفیائی (یعنی مخلوط بہ نون غنہ) اور ہائیہ یعنی مخلوط بہ ہائے مخفی
آوازوں کو بھی مستقل حروف کی حیثیت سے شمار کر ڈالا —— (۱)

ڈاکٹر عبدالحق نے اِن حروف کی تعداد پچاس بتائی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"علاوہ اِن تین حروف (ٹ، ڈ، ڑ) کے چند اور حرف بھی ہیں جو
خاص ہندی ہیں۔ اور عربی فارسی میں نہیں آتے۔ اب تک اردو میں سادہ
حروف نہیں سمجھے جاتے تھے۔ بلکہ اِن کا ہر حرف دو حرفوں کے میل سے بنا ایک
مرکب آواز خیال کی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ابتدا میں ہم نے اپنی بول
چال فارسی حروف میں لکھنی شروع کی۔ فارسی عربی میں یہ آوازیں نہیں تھیں۔
اور نہ ہی اِن کے یہ حروف ہیں۔ ضرورت کے لیے اِن کو دو دو حرفوں کے ذریعے
سے ظاہر کرنا پڑا۔ یوں تو یہ دو سادہ آوازیں ہیں۔ مگر ملکر ایک ہوگئی ہیں
وہ حروف یہ ہیں

بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ

اِن کے علاوہ اُردو میں رھ، لھ، مھ، نھ کی آوازیں بھی ہیں۔ ہندی
میں اِن آوازوں کے لیے کوئی حروف نہیں۔ مثالیں اِن کی یہ ہیں۔

نیرھوال، کولھو، تمھارا، ننھا — چونکہ اِن حروف میں پہلی سادہ
آوازیں ھ کے ساتھ ملکر آتی ہیں۔ اس لئے معمولی "ہ" سے امتیاز کرنے کے لیے
دو چشمی ھ" سے لکھتے ہیں۔ مثلاً "کھا" اور کہا" دو علیحدہ لفظ ہیں۔

---

(۱) سندھی اُردو کے لسانی روابط ص ۱۰۷ مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹۷۰ء

تلفظ میں بھی اور معنوں میں بھی۔ لہٰذا املاء میں بھی فرق کرنا چاہئیے۔ اس حساب سے اُردو زبان میں کل حروف تہجی پچاس ہوتے ہیں" ـــــ (۱)
ناگری خط میں ہائیہ آوازوں کیلئے الگ حروف موجود ہیں۔ مگر ہندی اور اُردو دونوں نے ان کو الگ آوازیں سمجھتے ہوئے بھی مرکب حروف سے کام لیا ہے۔

اُردو میں ہائیہ مرکب حروف کو کبھی دس سمجھا گیا۔ کبھی رھ، ڑھ، لھ، مھ، نھ کو بھی شامل کر کے اِن کو پندرہ بنا دیا گیا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب نے رھ، ڑھ کو تو حروف میں شامل کیا ہے۔ مگر لھ، مھ، نھ، کو شامل نہیں کیا۔ اسی طرح ہمزہ کو بھی شامل نہیں کیا۔ لکھتے ہیں:

"اب اُردو میں مختلف آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے جو حروف اور علامات استعمال ہوتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

ا ۔ ب ۔ بھ ۔ پ ۔ پھ ۔ ت ۔ تھ، ٹ، ٹھ، ث
ج ۔ جھ ۔ چ ۔ چھ ۔ ح ۔ خ ۔ د ۔ دھ ڈ ڈھ ۔ ذ ۔ ر ۔ رھ
ڑ ۔ ڑھ، ز، ژ ۔ س ۔ ش ۔ ص ۔ ض ۔ ط ۔ ظ ۔ ع
غ ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ کھ ۔ گ ۔ گھ ۔ ل ۔ م ۔ ن ۔ و ۔ ہ، ی
ے ـــــ (۴۸) ـــــ (۲)

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے اِن کی تعداد ۵۴ بتائی ہے۔ اور

---

(۱) قواعد اُردو ص ۳۸ لاہور اکیڈمی ۱۹۵۸ء
(۲) جامع القواعد ص ۲۰۷ مرکزی اُردو بورڈ لاہور ۱۹۷۱ء

اور ردھ، ڈھ، لھ، مھ، نھ کو اور ھمزہ کو شامل نہیں کیا — (۱)
اِن اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ ۳۵ وہ حروف ہیں جن
پر سب کو اتفاق ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔
ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ز ژ س ش ص ض
ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی ے = (۳۵)
دس ہائیہ حروف ہیں۔ جن کو بعض مرکب سمجھتے ہیں۔ اور بعض مستقل
بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، کھ، گھ = (۱۰)
و، ہ اور ی کو حروف علت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔
اُردو نے ابتدا ہی سے فارسی کے نستعلیق خط کو اپنایا۔ اور یہی اُردو
خط کہلایا۔ مگر اب ٹائپ کی ضرورت کے تحت نسخ خط کو اپنایا جا رہا ہے
اور یہ طرز مقبول ہو رہا ہے۔ سکول اور کالج کی کتابوں کے لیے بھی اس
خط کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تاکہ بچے اس تحریر سے واقف ہو سکیں۔
اور نسخ خط کو رائج کرنے میں آسانی ہو۔

(۱) سندھی اُردو کے لسانی روابط ص ۱۰۷ مرکزی اُردو بورڈ لاہور
۱۹۷۰ء

سندھی، پشتو، اُردو رسم الخط کا اشتراک

تینوں زبانوں کے موجودہ رسم الخط تک پہنچنے کی مختصر روداد پڑھنے کے بعد اب اِن کے خط کا تقابلی مطالعہ آسان ہوگیا ہے۔ ذیل کا نقشہ اس کے لیئے مددگار ثابت ہوگا۔

نمبر	سندھی	پشتو	اُردو	ھندی	عربی	فارسی	صوتی نشان
۱	ا	ا	ا	+	ا	ا	a
۲	ب	ب	ب	ब	ب	ب	b
۳	ٻ	×	×	×	×	×	bb
۴	ڀ	×	بھ	भ	×	×	bh
۵	ت	ت	ت	त	ت	ت	t
۶	ٿ	×	تھ	थ	×	×	th
۷	ٽ	ټ	ٹ	ट	×	×	ṭ
۸	ٺ	×	ٹھ	ठ	×	×	ṭh
۹	ث	ث	ث	×	ث	ث	s
۱۰	پ	پ	پ	प	×	پ	p
۱۱	ڦ	×	پھ	फ	×	×	ph
۱۲	ج	ج	ج	ज	ج	ج	j
۱۳	×	ځ	×	×	×	×	dz
۱۴	ڄ	×	×	×	×	×	jj

٨ ١١ ٩ ٥ ٦

نمبر	سندھی	پشتو	اردو	ھندی	عربی	فارسی	صوتی نشان
١٥	جھ	x	جھ	झ	x	x	jh
١٦	ڄ	x	x	ॼ	[illegible]	x	j̄
١٧	چ	چ	چ	च	x	چ	ch
١٨	x	څ	x	x	x	x	ts
١٩	ڇ	x	چھ	छ	x	x	chh
٢٠	ح	ح	ح	x	ح	ح	h
٢١	خ	خ	خ	x	خ	خ	kh
٢٢	د	د	د	द	د	د	d
٢٣	ڌ	x	دھ	ध	x	x	dh
٢٤	ڏ	x	x	x	x	x	dd
٢٥	ڊ	ډ	ڈ	ड	x	x	ḍ
٢٧	ڍ	x	ڈھ	ढ	x	x	ḍh
٢٨	ذ	ذ	ذ	x	ذ	ذ	z
٢٩	ر	ر	ر	र	ر	ر	r
٣٠	ڙ	ړ	ڑ	ड़	x	x	ṛ
٣١	ز	ز	ز	x	ز	ز	z
٣٢	x	ژ	ژ	x	x	ژ	ẓ
٣٣	x	ږ	x	x	x	x	z/g
		٣٠	٢٥	١٩	١١	١٢	

نمبر	سندھی	پشتو	اُردو	ھندی	عربی	فارسی	صوتی نشان
۳۴	س	س	س	स	س	س	s
۳۵	ش	ش	ش	श	ش	ش	ṣ
۳۶	×	ښ	×	ष ×	×	×	ṣ/kh
۳۷	ص	ص	ص	×	ص	ص	s
۳۸	ض	ض	ض	×	ض	ض	z
۳۹	ط	ط	ط	×	ط	ط	t
۴۰	ظ	ظ	ظ	×	ظ	ظ	z
۴۱	ع	ع	ع	×	ع	ع	a
۴۲	غ	غ	غ	× ग़	غ	غ	gh
۴۳	ف	ف	ف	× फ़	ف	ف	f
۴۴	ق	ق	ق	× क़	ق	ق	q
۴۵	ڪ	×	×	×	×	×	k
۴۶	×	ک	ک	क	ک	ک	k
۴۷	ک	×	کھ	ख	×	×	kh
۴۸	گ	ګ	گ	ग	×	گ	g
۴۹	ڳ	×	×	×	×	×	gg
۵۰	گھ	×	گھ	घ	×	×	gh
۵۱	ڱ	×	×	ङ	×	×	g̃
		۳۳	۳۵	۳۶	۲۲	۲۶	

نمبر	سندھی	پشتو	اُردو	ھندی	عربی	فارسی	صوتی نشان
۵۲	ل	ل	ل	ल	ل	ل	l
۵۳	م	م	م	म	م	م	m
۵۴	ن	ن	ن	न	ن	ن	n
۵۵	ڻ	ڼ / نْہ	×	ण	×	×	ṇ
۵۶	و	و	و	व	و	و	w
۵۷	ھ	ھ	ہ/ھ	ह	ہ	ہ	h
۵۸	ع	ع	ع	×	ع	×	a
۵۹	ي	ی	ی	य	ی	ی	i
۶۰	×	ے	ے	×	ے	×	ē
کل تعداد	۵۲	۴۳	۴۵	۳۳	۲۸	۲۴	×

اس نقشے کو سامنے رکھکر جو نتائج نکلتے ہیں ۔ وہ یہ ہیں ۔

(۱) ۳۰ حروف سندھی، پشتو اور اُردو میں مشترک ہیں ۔ اِن کی آوازیں اور شکلیں بالکل یکساں ہیں ۔ اِن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ۔ وہ حروف یہ ہیں ۔

ا ـ ب ـ پ ـ ت ـ ث ـ ج ـ چ ـ ح ـ خ ـ د ـ ذ

ر ـ ز ـ س ـ ش ـ ص ـ ض ـ ط ـ ظ ـ ع ـ غ ـ ف

ق ـ ک ـ ل ـ م ـ ن ـ و ـ ھ ـ ع ـ ی = (۳۰)

(۲) جھ ـ گھ سندھی اور اُردو میں مشترک ہیں ۔ پشتو میں نہیں ۔

(۳) ژ کا حرف پشتو اور اُردو میں مشترک ہے۔ سندھی میں یہ حرف استعمال نہیں ہوتا ۔ کیونکہ سندھی میں ژ کی آواز موجود نہیں ۔

(۴) سندھی کے مخصوص حروف یہ ہیں ۔ جو اُردو اور پشتو میں نہیں ہیں ۔

ٻ ، ڄ ، ڃ ، ڳ ، ڱ ، ڏ ، (ڻ)

(۵) پشتو کے مخصوص حروف جو سندھی اور اُردو میں نہیں ہیں ۔

ښ ، ږ ، ځ ، څ ، ڼ / ټ (ڼ سندھی میں ڻ ہے)

(۶) ہائیہ آوازیں (Aspirited) پشتو میں موجود نہیں ۔ اس لیے یہ حروف بھی نہیں ۔ اِن آوازوں کے لیے گھ ، جھ کے علاوہ تمام میں سندھی اور اُردو میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

سندھی	اُردو
ڀ	بھ
ڦ	پھ
ٿ	تھ
ٺ	ٹھ
ڇ	چھ
ڌ	دھ
ڍ	ڈھ
ک	کھ

حروف کی آوازوں پر بحث "صوتیات" کے باب میں کی جائے گی۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود تھا ۔ کہ تینوں زبانوں کے رسم الخط کی بنیاد عربی

خط پر ہے۔ تینوں نے اضافے کے بعد ان حروف کو اپنایا۔ البتہ اس اضافے
میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ پشتو نے (چار مخصوص حروف کو چھوڑ کر) عربی
حروف کے نیچے ۃ (کنڈے کا نشان) لگایا۔ تو سندھی اور اردو نے
کہیں نقطے لگائے۔ کہیں ط سے کام لیا۔ اور کہیں ھ ملا کر مرکب حروف بنائے
تینوں زبانوں کے رسم الخطوں میں اسی لئے بنیادی اشتراک پایا جاتا ہے۔ کہ
ان کا ماخذ ایک ہے۔

تینوں زبانوں نے مختلف اوقات میں اپنے رسم الخط کے ارتقائی مراحل
طے کیے۔ اس لیے بہت سی یکساں آوازوں کے باوجود ایک ہی طرح کے
حروف رائج نہ ہو سکے۔ حالانکہ ۱۹۴۷ء کے بعد تینوں زبانوں کے
ماہرین ایک جگہ بیٹھ کر ایک مشترک رسم الخط وضع کرتے، اور حکومت
اس پر سختی سے پابندی کراتی۔ تو آج کم از کم رسم الخط کا اختلاف تو نہ
ہوتا۔ اور ان ۲۸ سالوں میں ہم نئے رسم الخط سے اتنے مانوس ہو چکے
ہوتے کہ آج وہ ہمارے لئے اجنبی نہ ہوتا۔ بدقسمتی سے اس چیز کو
بہت کم اہمیت دی گئی ہے۔

ایک اہم سوال ان حروف کا ہے۔ جو عربی خط کے ساتھ ہمارے
رسم الخط میں آئے۔ مگر ان کی آوازیں ہماری مقامی زبانوں، سندھی،
پشتو، اردو، بلوچی، اور پنجابی وغیرہ میں موجود نہیں۔ میرا مطلب
ث، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ح، ف، ق سے ہے۔ یہ
خالص عربی ~~آوازیں ہیں~~ آوازوں کے حروف ہیں۔ یہ آوازیں مقامی زبانوں
میں علی الترتیب س، ز، س، ز، ت، ز، ا، ہ، پ اور ک

سے بدل جاتی ہیں۔ اس طرح ان کی وجہ سے سندھی، پشتو اور اُردو کا رسم الخط بہت پیچیدہ ہو گیا ہے۔ ان حروف کے نکالنے سے زبان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ جبکہ لکھائی میں بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔ ان حروف کی، اُردو، سندھی اور پشتو میں، صوتی حیثیت پر صوتیات کے باب میں بحث کی جائے گی۔

اُردو، سندھی اور پشتو کو ایک مشترک خط میں لکھنے کے سلسلے میں کچھ کوششیں بھی ہوئی ہیں۔ پشتو اکیڈمی، پشاور نے اس سلسلے میں انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اور ایک ایسی ٹائپ مشین کا نقشہ بنایا ہے۔ جو بیک وقت سندھی، پشتو اور اُردو کے لیے استعمال کی جا سکے گی۔ اس ٹائپ میں سندھی اور پشتو کے مخصوص حروف کو برقرار رکھا گیا ہے۔ باقی تمام مشترک آوازوں کے لیے یکساں حروف بنائے گئے ہیں۔ اور اختلاف کو ختم کیا گیا ہے۔ یہ اقدام قابل تحسین ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مشترک خط کو ہر سطح پر رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ حکومت اس مشترک خط کو منظور کرنے کے بعد تمام ٹیکسٹ بک بورڈوں سے اس پر پابندی کرائے کہ کتابوں کو اسی خط میں چھاپا جائے۔ اخبارات، رسالوں، گورنمنٹ کی کتابوں، اشتہارات اور دوسری تمام تحریروں کے لیے ضروری ہو۔ کہ اسی خط میں لکھے جائیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ سے لکھنے کی جگہ ٹائپ کی طباعت کو رائج کیا جائے۔ تاکہ نہ صرف وقت کی بچت ہو۔ بلکہ سائنسی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ذہن کو جدید تقاضوں کے لیے تیار کیا جا سکے +

صوتیات

(صوتی اِشتراک)

صوتیات (Phonology)

"صوتیات" جسے انگریزی میں Phonology کہتے ہیں۔ وہ علم ہے۔ جس میں کسی زبان کی آوازوں سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) علم آواز Phonetics

(۲) علم صوتیہ Phonemics

جدید دور میں زبانوں کا مطالعہ صوتیات سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ دراصل زبان بولی کا نام ہے۔ نہ کہ تحریر کا۔ تحریر تو محض ایک ذریعہ ہے۔ اسے کسی بھی طرح لکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی آوازیں ہی ملکر معنوی پیدا کرتے ہیں۔ پھر ان آوازوں کو ہم حروف میں تبدیل کر کے انہیں دوسری صورت بخشتے ہیں۔

اُردو سندھی اور پشتو کے ابتدائی قواعد نویسوں نے آوازوں کو چھوڑ کر حروف سے زبان کی قواعد کا آغاز کیا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

"اُردو کے قواعد نویسوں نے قواعد کی کتابوں میں بحث کا آغاز حروف سے کیا ہے۔ اِن معنوں میں جن میں اس سلسلے میں قواعد نویسوں نے حرف کا استعمال کیا ہے۔ گمراہ کن اور مبہم ہے۔ ایک تو یہ کہ حرف کی اصطلاح کو یہی قواعد نویس آگے چل کر کلمہ کی تقسیم میں دوسرے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جب کلمہ کو اسم فعل اور حرف میں تقسیم کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حرف ایک تحریری علامت کا نام ہے۔ یہ ابتدائی بحث دراصل تحریری

نہیں کلام کی بحث ہوتی ہے۔ اور کلام کا سب سے سادہ جُز حرف نہیں صوتیہ ہے(۱)

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے حرف کی تعریف یوں کی ہے:-

"وہ سادہ آوازوں کو تحریری علامت میں لانے کا نام حرف ہے"—(۲)

صوتیات جدید علم نہیں۔ بلکہ آج سے دو ہزار تین سو سال قبل پانینی (Panini) نے جو گندھارا کا باشندہ تھا۔ صوتیات پر بحث کی۔ البتہ اُردو سندھی اور پشتو کیلیے یہ نئی چیز ہے۔ جو یورپی مطالعے کے بعد یہاں آگئی۔

سندھی پشتو اور اُردو تینوں کے رسم الخط صوتی تو ہیں مگر ان میں بہت سی پیچیدگیاں موجود ہیں۔ حروف تہجی کی ترتیب بھی صوتی اصولوں کے مطابق نہیں۔ البتہ دیوناگری حروف ہمیشہ صوتی ترتیب میں لکھے جاتے ہیں۔

صوتیہ

"صوتیہ آواز یا صوت کا وہ اقل ترین جزو ہے۔ جس کا مزید تجزیہ یا تکسیر ممکن نہ ہو۔ اور اس اقل ترین جزو کا فرق کلام میں فرق پیدا کردے۔ مثلاً "بَل" اور "پَل" کہ اِن دونوں کلمات میں تین تین عناصر ہیں۔ آخری دو عناصر یکساں ہیں۔ ب اور پ کا اقل ترین فرق اِن دو کلمات میں تفریق اور تفہیم کا باعث ہے۔ اور یہ ایسا عنصر ہے۔ جو منفرد ہے اور مزید تجزیے کی گنجائش نہیں رکھتا۔ گویا یہ صوتی اکائی ہے"—(۳)

(۱) جامع القواعد "اُردو کا صوتی نظام" ص ۱۸۲ مرکزی اُردو بورڈ ۱۹۷۱ء

(۲) قواعد اُردو ص ۲۴ لاہور اکیڈمی ۱۹۵۸ء

(۳) جامع القواعد (ابواللیث صدیقی) ص ۱۸۳ لاہور ۱۹۷۱ء

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے اس اقتباس سے صوتیے کی تعریف واضح ہوگئی ہے کچھ اسی قسم کی تعریف گوپی چند نارنگ نے کی ہے :-

"کسی زبان کے جن دو مماثل ہم وزن الفاظ میں صرف ایک آواز کے اختلاف کی وجہ سے معنے بدل جائیں۔ انہیں لسانیات کی اصطلاح میں اقلی جوڑ (Minimal pair) کہتے ہیں۔ اور اگر اس قسم کے صوتی فرق سے معنی میں تبدیلی نہ ہو۔ تو ایسی دو آوازوں کو ایک ہی صوتیہ Phoneme کی ذیلی اصوات (Allophone) قرار دیا جاتا ہے" ---- (۱)

کسی زبان کے تقابلی مطالعے کیلئے تحریر کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دراصل دیکھا یہ جاتا ہے۔ کہ آوازوں میں کیا اختلاف اور اشتراک ہے۔ ممکن ہے کسی زبان کے حروف کی آوازیں دوسری زبان کے انہی حروف کی آوازوں سے مختلف ہوں۔ اس طرح کسی لفظ کے لکھنے میں فرق نہیں ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے اس کی آوازیں مختلف ہوں گی۔ خود سندھی، پشتو اور اردو میں اس کی مثالیں مل جاتی ہیں۔

سندھی میں ک/"کھ" (تنفسی) کیلئے آتا ہے۔ جبکہ یہی ک پشتو اور اردو میں سادہ "ک" کیلئے آتا ہے۔

مثلاً

کاٹ	(کھاٹ) سندھی	Khat	
کاٹ	(کاٹ) پشتو	Kat	
کاٹ	(کاٹ) اردو	Kat	

---

(۱) اردو نامہ شمارہ ۱۴ ص ۹ (بحوالہ سندھی اردو کے لسانی روابط)

اب اگر رسم الخط کو مد نظر رکھا جائے تو تینوں جگہ ابتدائی ک میں کوئی فرق نہیں بلکہ صوتی لحاظ سے سندھی کھاٹ ہے۔ جبکہ اردو اور پشتو کاٹ۔ روسی زبان کے الفباء یونانی حروف سے ماخوذ ہیں۔ یہی حروف انگریزی میں مختلف آوازیں دیتے ہیں۔

روسی P = ر ، H = ن اور B = و —(۱)

انگریزی P = پ ، H = ھ اور B = ب

دنیا کی زبانوں کے لیے مختلف رسم الخط استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس طرح زبانوں کے تقابلی مطالعے میں یہ چیز بہت بڑی الجھن کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی لیئے برطانیہ کی بین الاقوامی صوتی انجمن نے ایک بین الاقوامی صوتی رسم الخط تیار کیا ہے جسے International Phonetical Alphabet کہتے ہیں۔ اور جس کا مخفف I.P.A ہے۔ اس خط کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس میں کسی بھی زبان کو صحت کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔ افریقی زبانیں جو ابھی تک دائرہ تحریر میں نہیں آئی تھیں۔ اب لکھی جا چکی ہیں۔ تاہم عملی طور پر کوئی بھی زبان اس صوتی خط کو اپنا نہ سکی۔ خود انگریزی، جس کا رسم الخط صوتی اعتبار سے انتہائی ناقص ہے۔ اس صوتی خط کو اپنا نہ سکی۔

ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ پہلے ہم اپنی زبانوں کا جدید صوتیاتی سطح پر مطالعہ کریں پھر اپنے رسم الخط میں جدید اصولوں کے مطابق ترمیم کریں۔ تاکہ ہماری تحریر بھی بچہ ہو جو کچھ ہم بولیں۔ ورنہ موجودہ صورت میں ہماری تحریر صرف خیال [illegible] Idealographic سے کم نہیں +

---

(۱) پشتو روسی قاموس ص ۱۳ ماسکو ۱۹۶۶ء

سندھی، پشتو، اردو کا صوتی اشتراک

پشتو، سندھی اور اردو تینوں آریائی زبانیں ہیں۔ اور ایک ہی ماں سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے ان تینوں زبانوں کے صوتیات کے نظام میں مکمل اشتراک پایا جاتا ہے۔ پشتو کی معکوسی آوازوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بالکل ابتدا سے رائج ہیں۔ اگرچہ جدید فارسی نے اپنے صوتیاتی ڈھانچے سے ان آوازوں کو خارج کیا ہے۔ تاہم زند (اوستا) میں ٹ اور ڈ کی آوازیں موجود تھیں۔ (۱) ہائیہ (تنفسی) آوازیں پشتو میں موجود نہیں ہیں۔ حالانکہ سندھی، سنسکرت اور اردو میں یہ آوازیں موجود ہیں۔ یوں لگتا ہے۔ کہ جب آریہ ہندوستان میں داخل ہوئے۔ تو سادہ معکوسی آوازیں وہ اپنے ساتھ لائے۔ مگر بعد میں یہاں کی مقامی زبانوں کے اثرات کے تحت ان سادہ آوازوں کے ساتھ ساتھ ان کی ہائیہ (ھ کے ساتھ مخلوط = تنفسی) آوازوں کو بھی اپنی زبانوں کا جزو بنایا۔ ظاہر ہے۔ اس ادغام میں بڑا وقت لگا ہوگا۔

ان تنفسی اور سندھی کی چھ مخصوص آوازوں کے بارے میں جب تک مزید تحقیق نہ کی جائے۔ اور صحیح طور سے معلوم نہ ہو۔ کہ یہ آوازیں کیسے اور کب شامل ہوئیں۔ یہی قیاس کیا جائے گا۔ کہ یہ ہندوستان کی مقامی بولیوں کے اثر کا نتیجہ ہیں۔ جو آریاؤں کی آمد سے قبل یہاں رائج تھیں۔

سراج الحق میمن نے انہی مخصوص آوازوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔

" اکثر ہند یورپی زبانوں کی آوازوں کا ماخذ سندھی زبان ہے۔ اسی لئے

---

(۱) دَ ډاکټر سیفر پښتو څیړنه ص ۱۶ کابل ۱۹۶۳ء
۱۳۴۲ ش

سندھی میں تو تمام آوازیں موجود ہیں۔ مگر باقی ہند یورپی زبانوں میں ہر ایک میں
کوئی نہ کوئی آواز کم ملے گی"۔ (۱)

زبانوں کے میل جول سے جہاں بہت سی چیزوں کا افزوا اشتراک ہو تا ہے
وہاں آوازوں کو اپنا لینا ناممکنات میں سے نہیں۔ تاہم ایسا بہت کم ہوتا ہے
اُردو میں عربی کی خالص آوازیں "ف" اور "ق" جزو زبان بن گئی ہیں۔
جنہیں تعلیم یافتہ حضرات آسانی سے روز مرّہ بول چال میں ادا کرتے ہیں
فارسی (جو افغانستان میں "دری" کہلاتی ہے) میں ٹ کی آواز نہیں پائی
جاتی۔ مگر ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جنہیں ٹ کی آواز سمیت فارسی
میں پشتو سے شامل کیا گیا۔ اس کی ایک مثال /پلوغوٹ/ ہے۔(۲)
پشتو میں ف کی آواز نہیں پائی جاتی۔ مگر عربی کے زیر اثر تعلیم یافتہ
حضرات روانی سے ف کو ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ باقی لوگ اسی ف
کو پ سے بدل ڈالتے ہیں۔

ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب نے اُن مختلف زبانوں کے نام لکھے ہیں۔
جن پر جزوی طور پر سندھی کی مخصوص آوازیں پائی جاتی ہیں۔ اِن زبانوں
میں ہند آریائی کے علاوہ افریقی اور ویٹ نامی زبانیں بھی شامل ہیں۔
اِن کی تفصیل یوں ہے۔

/ب/ = سندھی (کچھی - کاٹھیاواڑی - لاسی سمیت)، ملتانی، لہندا

---

(۱) سندی بولی ص ص ۳۰، ۳۱ حیدر آباد ۱۹۶۴ء

(۲) مادر زبان دری ص ۳ کابل ۱۹۶۳ء

سنتھالی

لدھیانی، سنفرلی گجراتی، راجستھانی (میواڑی اور مارواڑی)، بنگالی (ڈھاکے والا لہجہ)، سوھلی (نامعلوم) اور سنتھلبز (سلیون کی زبان)

/ڈ/ = سندھی، لہندا، گجراتی، اور ویتنامی

/ج/ = ویتنامی اور ایسی دوسری زبانیں۔

/گ/ = اسی طرح کی زبانیں ________ (۱)

یہ تو ایک مختصر سی فہرست ہے۔ جو الانا صاحب نے حاشیے میں دی ہے تحقیق و تلاش سے اور بھی ایسی زبانیں ہوں گی۔ جن میں یہ آوازیں جزوی طور پر موجود ہیں۔

یہاں یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ کہ الانا صاحب نے /ج/ اور /گ/ کا ذکر نہیں کیا۔ /ڈ/ تو خیر ہندی، پنجابی، سندھی اور پشتو وغیرہ میں مشترک ہے۔ لیکن /ج/ اور /گ/ کو سندھی کی مخصوص آوازوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ /ج/ اردو کے نج اور /گ/ نگ کے بہت قریب ہیں۔ پشتو میں یہ آوازیں سندھی اور اردو سے مختلف ہیں کیوں کہ دونوں جگہ ن کا واضح اظہار ہوتا ہے۔ اِن میں غنائیت کم ہوتی ہے۔ اِن کا ذکر آگے آئے گا۔

سندھی میں /گ/ اور /ج/ میں گ اور ج کا اظہار بالکل نہیں ہوتا اور یہ آوازیں ن کی آواز کے ساتھ ملکر اپنی آواز کو اُس میں ضم کر دیتی ہیں۔ یہ واقعی دو مختلف آوازیں ہیں۔ اور اس لحاظ سے دو الگ صوتیے

(۱) سندھی صوتیات ص ۳۰ حیدرآباد ۱۹۶۷ء

سندھی پشتو اور اردو میں مشترک صوتیوں کو اس طرح ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

/ا/ /ب/ ، /پ/ ، /ت/ ، /ٹ/ ، /ج/ ، /چ/ ، /خ/ ،
/ڈ/ ، /ر/ ، /ڑ/ ، /ز/ ، /س/ ، /ش/ ، /غ/ ، /ک/ ، /گ/ ،
/ل/ ، /م/ ، /ن/ ، /و/ ، /ہ/ ، /ی/ = ۲۳

پشتو اور اردو میں /ڑ/ مشترک ہے۔ جو سندھی میں رائج نہیں۔ البتہ پشتو میں /ڑ/ کی حیثیت اردو سے مختلف ہے۔

پشتو زبان صوتیات کے لحاظ سے دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہے۔ یہ اختلاف /ڑ/ ، /گ/ اور /خ/ ، /ش/ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ بعض الفاظ کو خٹک قندہار گروپ /ڑ/ سے ادا کرتا ہے۔ جبکہ انہی الفاظ کو یوسف زئی گروپ کہیں /گ/ سے اور کہیں کہیں /ج/ سے ادا کرتا ہے۔ اسی طرح کا اختلاف /ش/ اور /خ/ کا بھی ہے۔ ~~گویا~~ یعنی بعض الفاظ کو خٹک قندہار گروپ /ش/ سے ادا کرتا ہے۔ جبکہ یوسف زئی گروپ انہی کو /خ/ سے ادا کرتا ہے۔ گویا یوسف زئی لہجہ (حرف یوسف زئی سٹینڈرڈ) میں /ڑ/ موجود نہیں۔ یہاں پشتو سندھی کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ کیونکہ سندھی میں بھی /ڑ/ نہیں ہے۔ تاہم یوسف زئی گروپ کے وہ ممبر جو ڑ کو گ اور ش کو خ سے بدلنے میں ان کے ساتھ ہیں۔ یہاں مکمل حمایت نہیں کرتے۔ اس فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے مشترک حرف "ڑ"

وضع کیا گیا ہے ۔ جس کو خٹک قندہار گروپ /ژ/ سے اور یوسف زئی گروپ /گ/ سے ادا کرتے ہیں ۔ مثلاً

غوږ = خٹک گروپ = /غوژ/

یوسف زئی گروپ = /غوگ/

بالکل اسی طرح /ش/ اور /خ/ کے اختلاف والے الفاظ کیلئے "ښ" حرف بنایا گیا ہے ۔ اس کو خٹک قندہار گروپ /ش/ سے اور یوسف زئی گروپ /خ/ سے ادا کرتا ہے ۔ مثلاً

پښتون = خٹک گروپ = /پشتون/

یوسف زئی گروپ = /پختون/

اِن مشترک حروف کا فائدہ یہ ہوا ۔ کہ پشتو دو زبانوں میں تقسیم ہونے سے بچ گئی ۔ لکھنا کسی بھی لہجے کا ہو ۔ تحریر ایک ہی ہوتی ہے ۔

یوسف زئی گروپ ~~بعض~~ (خصوصاً قبیلہ یوسف زئی ۔ مندڑ) بعض الفاظ کو /ج/ سے ادا کرتا ہے ۔ جبکہ یہی الفاظ دوسرے قبائل میں /ژ/ سے ادا ہوتے ہیں ۔ اِن کے متعلق فیصلہ ہے ۔ کہ اِنکو ژ سے لکھا جائے ۔ مثلاً

ژبه = خٹک گروپ
اور یوسف زئی گروپ کے بیشتر قبائل = /ژبه/

قبیلہ یوسف زئی اور مندڑ = /جبه/

/ځ/ اور /څ/ پشتو زبان ~~کے دو مخصوص ہوتے ہیں~~ کی دو مخصوص آوازیں ہیں ۔ اِن میں مکانی اختلاف پایا جاتا ہے ۔ اور پشتون

قبائل اس معاملے میں تین گروہوں میں تقسیم ہیں۔
اخ/ جسکو تقریباً تمام انگریز محققین نے /dz/ لکھا ہے۔ ایسی آواز ہے جو /د/ سے شروع ہو کر /ژ/ پر ختم ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ج اور ز کی درمیانی آواز ہے۔ یا نرم ج۔
خٹک، بنگش، توری، آفریدی، اورکزئی، وزیر، مسعود، کاکڑ، بابڑ، سلیمانخیل اور دوسرے قبائل /څ/ کو اپنی اصل آواز کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یعنی ج اور ز کی درمیانی آواز نکالتے ہیں۔
اِن قبائل کو ہم خٹک قندہار گروپ کہتے ہیں۔
یوسف زئی، مندڑ، محمدزئی، اتمانخیل اور دوسرے قبائل اِن کو /ز/ سے ادا کرتے ہیں۔ اِن کو یوسف زئی گروپ کہا جاتا ہے۔
البتہ یہاں وہ تقسیم جو "ږ" اور "ښ" کے معاملے میں تھی نہیں ہے۔
تیسرا گروہ گنڈہ پور مروت ہیں۔ جو اس کو بالکل /ج/ سے ادا کرتے ہیں۔
نیچے کی مثال سے اس آواز کے مختلف انداز کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

/ځان/ — اردو = /جان/

خٹک قندہار گروپ = /ځان/ = /dzan/ = (ج اور ز کی درمیانی آواز)
یوسف زئی گروپ = /زان/ = /zan/ = (ز سے ادا کرتے ہیں)
گنڈہ پور/مروت = /جان/ = /jan/ = (ج سے ادا کرتے ہیں)

بالکل اسی ترتیب سے یہی قبائل /څ/ کے معاملے میں بھی اختلاف

رکھتے ہیں۔ /څ/ پشتو کی ایک مخصوص آواز ہے۔ جو (ت t) سے شروع ہو کر (س ی) پر ختم ہو جاتی ہے۔ انگریز محققین نے اس کے لیے /ts/ کی علامت مقرر کی ہے۔ گویا یہ ج اور س کی درمیانی آواز ہے۔ یا نرم چ۔

/څ/ کی ادائیگی کی ترتیب قبیلوی لحاظ سے یوں ہے۔

/څادر/ اُردو = /چادر/

خٹک قندھار گروپ بشمول یوسفزئی گروپ کے بعض قبائل ۔ /څادر/ /tsadar/ ج اور س کی درمیانی آواز

یوسفزئی گروپ : /سادر/ /sadar/ (س سے ادا کرتے ہیں)

مروت گنڈہ پور = /چادر/ /chadar/ (چ سے ادا کرتے ہیں)

جہاں تک ان آوازوں کے صوتیے ہونے کا تعلق ہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض اس کو صوتیہ تسلیم کرتے ہیں۔ بعض نہیں۔

ڈاکٹر ٹرمپ (Dr. Earnest Trumpp) نے /ځ/ اور /څ/ دونوں کو صوتیوں میں شمار کیا ہے — (۱)

وہ Palatals (تالوئی آوازوں) کی تفصیل دیتے ہوئے

---

(1) A grammar of Pashto Trumpp: P. 2 London 1873

لکھا ہے :-

"By a gradual sofetening of pronou-nciation the Pashto has formed out چ ĉ and ج ǰ two new sounds, viz څ t_s an ځ d_s(= dz) respectively. Both sounds i.e ĉ and t_s; ǰ and d_s are now firmly fixed and only in a few sounds the pronounciation is varying between چ and څ and ج and ځ." — (1)

ڈاکٹر ٹرمپ نے څ کیلئے ح کے اوپر دو نقطے لگا کر څ اور انگریزی میں dz کی جگہ d_s (یعنی d کے نیچے چھوٹا سا s) لکھا ہے۔ کتاب چھاپنے والوں نے ان کیلئے t_s اور d_s کے مستقل حروف بڑی محنت سے وضع کئے ہیں۔

|څ| اور |ځ| کی آوازیں جزوی طور پر مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ |څ| = |ts| کی آواز روسی زبان میں بھی موجود ہے۔ جس کو ц کی علامت سے لکھا جاتا ہے — (۲)

---

(1) A grammar of Pashto (Dr. Trumpp) P. 9 London 1873

(۲) پښتو روسی قاموس ص ۱۳ ماسکو ۱۹۶۶ء

ترجمہ = پشتو زبان نے بتدریج چ اور ج کی آوازوں کو نرم کرکے
دو نئی آوازیں څ /Ts/ اور ځ /dz/ بنائی ہیں - اب یہ
سب آوازیں (چ، ج اور څ و ځ) اپنی اپنی جگہ مستقل
آوازیں ہیں، سوائے چند آوازوں (یا لفظوں) کے جہاں چ و څ
اور ج و ځ کے درمیان تبادلہ ہوتا ہے -

اسی طرح یہ آوازیں مرہٹی، کشمیری اور تبتی زبانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔
گریئرسن لکھتا ہے:۔

"The ts sound found in Marhatta (च), Pashto (څ), Kashmiri ڗ (च़), Tibetan (ཙ) and elsewhere is represented by ts" — (1)

اسی طرح |ځ| = |dz| کے بارے میں یوں لکھا ہے:۔

"The dz sound found in Marhatti (ज), Pashto [ځ (ځ)] and Tibetan (ཛ) is represented by dz" and its aspirates by dzh" — (2)

پروفیسر نور احمد شاکر نے څ اور ځ دونوں کو صوتیوں consonants میں شامل کیا ہے۔ مگر جیسا کہ consonants کے لیے اقلی جوڑے (Minimal pairs) کا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے اس کی مثالیں نہیں دیں — (3) نہ ہی ایسی مثالیں موجود ہیں۔
خیال بخاری نے البتہ ان کو حروف کہا ہے۔ صوتیوں میں شامل نہیں کیا (۴)

---

(1) & (2) Linguistic survey of India Vol: X Page (xii)

(۳) زبنی خیبر نے (لسانی تحقیق) ص ۱۴ کابل ۱۹۷۰ء (پشتو)

(۴) د پښتو ژبے بنیادی مسئلے ص

ساتھ ہی اُنہوں نے یہ سفارش بھی کی ہے۔ کہ اِن کو س اور ز سے بدل دیا جائے۔ تاکہ رسم الخط میں آسانی ہو۔

جہاں تک اِن کے صوتیے ہونے کا تعلق ہے۔ تو یہ بات تو صحیح ہے۔ کہ یہ صوتیے نہیں۔ لیکن اگر اِن آوازوں پر غور کیا جائے۔ تو اِن کی وضاحت کے لیے ضرور ایسے حروف رکھے جائیں گے۔ جو اِن کو /ز/ اور /س/ سے ممتاز رکھیں۔ لہٰذا یہ حروف څ اور ځ ایک اہم ضرورت ہیں۔ جو لہجوں کے فرق کو واضح کرتے ہیں۔ ہاں اگر فطری طریقے سے /ځ/ اور /څ/، /ز/ اور /س/ میں ضم ہو جائیں۔ تو اِن علامات کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

پشتو صوتیات میں /ځ/ اور /څ/ سے بھی زیادہ پیچیدہ مسئلہ "ږ" کا ہے۔ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ جو بیک وقت /ژ/ اور /گ/ کی نمائندہ ہے۔ ساتھ ہی "ښ" ہے۔ جو /ش/ اور /خ/ کو ظاہر کرتا ہے۔

اِن چار اختلافی آوازوں کو نکال کر پشتو میں صوتیوں کی تعداد حسب ذیل رہ جاتی ہے۔

/ب/ ، /پ/ ، /ت/ ، /ٹ/ ، /ج/ ، /چ/ ، /خ/

/د/ ، /ڈ/ ، /ر/ ، /ڑ/ ، /ذ/ ، /ژ/ ، /س/ ، /ش/ ،

/غ/ ، /ک/ ، /گ/ ، /ل/ ، /م/ ، /ن/ ، /ڼ/ - /ڼم/ ، /و/

/ہ/ ، /ی/ = ۲۵

چونکہ پشتو میں تائیہ آوازیں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے کل ~~۴۴~~ ۲۵ آوازیں ہیں۔ جن سے ایک پشتون اپنا ما فی الضمیر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

ث، ص، ض، ط، ظ، ح، ع، ف، ق حرف علامات کی حیثیت سے مستعمل ہیں۔ ان کی آوازیں سندھی اور اردو کی طرح پشتو میں بھی نہیں ہیں۔

سندھی اور پشتو میں /ڻ/، /ڼ/ = /ڼهٔ/ مشترک ہے۔ یہ ن اور ڑ کی درمیانی آواز ہے۔ اور یہ دونوں زبانوں میں الگ صوتیے ہیں۔ کیوں کہ ان کے اقلی جوڑے مل جاتے ہیں۔

پشتو میں

/بَڼ/ = سوکن /بَڼ/ = /ښڼهٔ/ = جنگل

سندھی کو میں

/مَڻ/ = (دل ~~من تول کا پیمانہ~~) /مَڻ/ = من (تول کا پیمانہ)

اردو میں یہ آواز /ن/ سے بدل جاتی ہے۔

مثلاً

سندھی = /چاڻ/، پشتو = /چاڼ/ یا /چاڼهٔ/ اردو = چھان

خیال بخاری پشتو میں، اسے صوتیہ ماننے کیلئے تیار نہیں۔ بلکہ اسے صرف ایک غنائی آواز سمجھتے ہیں۔ (۱) البتہ نور احمد شاکر نے اسے صوتیہ تسلیم کیا ہے (۲)

---

(۱) د پښتو بنیادی مسئلے۔ ص ۹۸ (نا معلوم)

(۲) ژبنۍ خیرنے ص ۱۴ کابل ۱۹۷۰ء

سندھی میں (ٹ) بالاتفاق ایک صوتیے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کسی محقق نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔

/ٹ/ اور /ڻ/ ہمیشہ سندھی اور پشتو دونوں میں، درمیانی یا آخری حیثیت میں آتے ہیں۔ لفظ کے شروع میں یہ آواز نہیں آتی۔

سندھی کے مخصوص صوتیے یہ ہیں۔

/ٻ/ ، /ڄ/ ، /ڃ/ ، /ڳ/ ، /ڱ/ اور /ڏ/

/ٻ/ کی آواز اُردو اور پشتو /ب/ کی قریبی آواز ہے۔ لیکن اس میں ہونٹوں کو دبا کر ہوا کو اندر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ سندھی /ٻ/ کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں۔ جو اُردو میں ب سے لکھے جاتے ہیں۔

سندھی	اُردو
ٻلی	بلی
ٻکری	بکری

تاہم /ٻ/ الگ صوتیہ ہے اور سندھی میں اسکے اقلی جوڑے ملتے ہیں۔

/ب/ = بار (بوجھ)   /ٻ/ = ٻار (بچہ)

/ڄ/ سندھی کا مخصوص صوتیہ ہے۔ یہ اُردو اور پشتو کے ج کی قریبی آواز ہے۔ البتہ اس میں زبان کے کناروں کو ذرا زیادہ دبا کر آواز کو اندر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ سندھی میں ایسے الفاظ کافی ہیں جو اُردو اور پشتو میں /ج/ سے ادا ہوتے ہیں۔

سندھی	اُردو	پشتو
/ڄ/	/آ ج/	×
/ڄار/	/جال/	/جال/

/ڄ/ سندھی میں بلاشبہ ایک صوتیہ ہے۔ اور اس کے اقلی جوڑے مل جاتے ہیں۔

/ڄ/ = /ڄُر/ = بھول بازیرہ

/ج/ = /جُر/ = سیری۔ آسودگی

/ڳ/ سندھی کا ایک مخصوص صوتیہ ہے۔ جس کی آواز پشتو اور اردو کے /گ/ کے قریب ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس میں ہوا کو باہر کی جگہ اندر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ /ڳ/ کی ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں اُردو یا پشتو میں اس کو گ سے بدل دیا جاتا ہے۔

سندھی	اُردو	پشتو
ڳنوار	گنوار	×
ڳئُوں	گائے	×
ڳاڻ (گنتی)	×	گان / سائم (گنتی)
ڳپو (گچھو)	×	ټکړه (روٹی کا ٹکڑا)

/ڳ/ بلاشبہ ایک صوتیہ ہے۔ اور اس کے اقلی جوڑے ملتے ہیں۔

ڳ = ڳاھُ = غذا، للیچ گ = گاھ = گھاس

ڳ = ڳولو = متلاشی گ = گولو گولا

/ڏ/ ، سندھی کا مخصوص صوتیہ ہے۔ ڈ کی نرم آواز ہے۔ اس میں
زبان کے سرے کو مسوڑھوں سے لگا کر ایکدم اندر کی طرف کھینچا جاتا ہے۔
اُردو اور پشتو میں یہ آواز کہیں /ڈ/ سے اور کہیں /د/ سے بدل جاتی ہے۔

سندھی	اُردو	پشتو
ڏول	ڈول	×
ڏاڏو	دادا	×
ڏنڊ	× ڈنڈ	ڈنډ (جرمانہ، تاوان)
ڏیرو	ڈیرا	ډیره (ڈیرا، مکان، حویلی)

/ڏ/ ایک صوتیہ ہے اور اس کے اقلی جوڑے مل جاتے ہیں۔
/ڏ/ = /گڏ/ ، ڊ = گلب پودے کی جڑ

/ڃ/ ، سندھی کا ایک مصمتہ ہے۔ اس کی آواز اُردو کی ن اور ج "نج" کی مرکب آواز کے بہت قریب ہے۔ پشتو چونکہ نمائیت کی طرف کم مائل ہے۔ اس لئے ن اور ج کی مرکب آواز اور /ڃ/ میں فرق زیادہ ہے۔ سندھی میں ج کی آواز ن کی آواز کے ساتھ مل جاتی ہے۔ اور ج کا اظہار نہیں ہوتا۔ جبکہ اُردو میں کچھ زیادہ اور پشتو میں بالکل واضح طور پر ج کا اظہار ہوتا ہے۔

سندھی	اُردو	پشتو
پڃرو	پنجرہ	پنجرہ

/ڃ/ کے اقلی جوڑے کی مثالیں ملتی ہیں۔
/ڃ/ - /وڃڻ/ = بجنا وڃڻ (ونجن) = جانا

ڳ | سندھی کی ایک مخصوص آواز ہے۔ جو اُردو اور پشتو کی مرکب آواز "نگ" (ن + گ) کے بہت قریب ہے۔ لیکن یہاں بھی فرق یہ ہے۔ کہ اُردو اور پشتو میں تو گ کی آواز باقی رہتی ہے جبکہ سندھی میں یہ ن کے ساتھ اسطرح مل جاتی ہے۔ کہ اس کا اظہار نہیں ہوتا۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ سندھی کا ڱ / پشتو اور اُردو کے "نگ" کے برابر ہے

سندھی	اُردو	پشتو
مڱ	مونگ	×
آڱوٺو	انگوٹھا	×
اڏڱُ	ڈنگ	اَڑنگ

ڱ | بلاشبہ ایک صوتیہ ہے اور اس کے اقلی جوڑے مل جاتے ہیں۔

اڱو | (سوتیلا بھائی) ڱنو | (لنگڑا)

سنگ | (خوشہ۔ بالی۔ تیھر) سڱُ | (رشتہ نسبت عزیزداری)

سندھی کی یہ مخصوص آوازیں (ٻ، ڄ، ڃ، ڏ، ڳ، ڱ) صرف سندھی اہل زبان ہی صحیح طرح ادا کرتے ہیں۔ اِن کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی سندھی کی گفتگو سُنئے۔ تو فوراً آپ کو اِن آوازوں کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ اِن آوازوں کو مسلسل مشق اور کوشش سے سیکھا جاسکتا ہے۔ تاہم سندھ سے

دور اِن کی قریبی آوازوں سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔
سندھی میں /ج/ ، /گ/ اور /ڈ/ کی آوازیں لفظ کے ابتدا میں نہیں آتیں۔ اسی طرح پشتو کا /ڼ/ = /ڼھ/ بھی ابتدا میں نہیں آتا /ڈ/ اُردو اور سندھی دونوں میں ابتدائی حالت میں نہیں آتا۔ جبکہ پشتو میں یہ آزادانہ طور پر تینوں حالتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ابتدائی حالت کی مثالیں یہ ہیں۔

/ڈھوند/ (ڈروند) اندھا
/ڈھنگ/ (ڈرنگ) ویران، ٹوٹا ہوا، تباہ

ڈاکٹر غلام علی الانا نے /ٻ/ ، /ڏ/ ، /ڳ/ اور /ڄ/ کے لیے سندھی میں "جسکارے وار و دھما کے دار" کا نام دیا ہے ——(۱)
ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی صاحب نے اِن کے لیے انگریزی کی اصطلاح (Implossive) استعمال کی ہے (۲) جبکہ علی نواز جتوئی صاحب "داخلی بندشی" یا "دھما کے دار" کا نام دیا ہے (۳)
انگریز محققین میں سے گریئرسن نے اپنے لسانیاتی جائزے میں دو دو حروف سے اِن کو ظاہر کیا ہے۔
(۴) == dd = ڏ ، gg = ڳ ، jj = ڄ ، bb = ٻ

---

(۱) سندی صوتیات ص ۳۰ حیدر آباد ۱۹۷۸ع
(۲) اُردو سندھی کے لسانی روابط ص ۱۸۶ لاہور ۱۹۷۰ع
(۳) علم اللسان ۽ سنڌي زبان ص ص ۷۰، ۷۱ حیدر آباد ۱۹۸۷ع
(4) Linguistic survey of India Vol VIII Part I Page = 5 1919

اس طرح ہیں۔

سندھی	انگریزی اصطلاح صوتی علامات
ٻ	b̂
ڏ	d̂
ڄ	ĵ
ڳ	ĝ
ڃ	ñ
ڱ	ṅ

پشتو کے صوتی حروف کو عموماً انگریزی زبان میں اسطرح ظاہر کیا جاتا ہے

ځ = dz
څ = ts

البتہ ږ اور ښ کے لیے انگریزی صوتی علامات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ انگریز محققین نے اپنی مرضی کے مطابق اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ ڈاکٹر ٹرمپ (Dr: Earnest Trumpp) نے اپنی پشتو گرامر میں، صوتیاتی جدول میں ږ کے لیے ځ اور ښ کے لیے ک̌ کی علامتیں استعمال کی ہیں۔ ان علامتوں کی صوتی حیثیت پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ علامتیں ناقص ہیں۔ کیوں ځ سے /گ/ اور ک̌ سے /ش/ کا اظہار نہیں ہوتا جبکہ ږ گ اور ژ اور ښ ش اور خ دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں —— (1)

(1) A Grammar of PASHTO (Trumpp) P.2 London 1873

افغان محقق نور احمد شاکر نے ږ کے لیے ẓ اور ښ کے لیے ṣ کی علامتیں استعمال کی ہیں — (۱) یہ علامتیں صرف خٹک قندھار لہجے کی نمائندگی کرتی ہیں مگر یوسف زئی لہجے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

ښنګره (ننکی، بھلائی) جو شنګره اور خیګره دونوں ہے، کو نور احمد شاکر یوں لکھتے ہیں۔

Ṣegaẓa = ښنګره

ظاہر ہے ṣ سے ش کی طرف تو ذہن جاتا ہے مگر اس سے گ کی آواز کا پتہ نہیں چلتا۔

خیال بخاری صاحب نے دونوں لہجوں کی نمائندگی کے لیے مرکب علامتیں تجویز کی ہیں۔

ښ = $\overline{X\check{S}}$

ږ = $g\check{z}$ — (۲)

یہ علامتیں آوازوں کے لیے موزوں تو ہیں۔ مگر مرکب ہونے کی وجہ سے پیچیدہ ضرور ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پشتون ادیب اور ماہرین لسانیات باہم تعاون اور ہم آہنگی سے اِن صوتی علامات کے مسئلے کو بھی حل کریں تاکہ رسم الخط کی طرح انگریزی علامتوں میں بھی یکسانیت ہو۔

---

(۱) ژبنئ خیرنے (نور احمد شاکر) ص ۱۴ کابل ۱۹۷۰ء

(۲) د پښتو د بے بنیا دی مسئلے ص ۹۸ پشاور (نامعلوم)

غنائی مصمتے (Nazalised Consonents)

سندھی، پشتو اور اُردو تینوں میں تمام مصمتوں کی انفیائی صورت بھی آسکتی ہے مگر یہ صرف غنائی آوازیں ہیں، ان کو صوتیوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

پشتو میں غنائی آوازوں میں اکثر "ن" کا اظہار سندھی اور اُردو کے "ں" سے زیادہ ہوتا ہے۔ دراصل پشتو زبان غنائیت کی طرف زیادہ مائل نہیں اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ پشتو میں کسی بھی لفظ میں آخر میں غنائی "ں" نہیں آتا۔ لفظ بوئیں (بُو) اس سے مستثنیٰ ہے جو مختلف لہجوں میں مختلف طریقے سے استعمال ہوتا ہے۔

سندھی اور اُردو میں جہاں لفظ میں آخری غنائی نون آتا ہے وہاں پشتو میں اُس جگہ ن کا واضح اظہار ہوتا ہے

اُردو = کتابیں
سندھی = کتابوں
پشتو = کتابونہ

سندھی میں غنائی آوازیں آخر میں ہوں یا درمیان میں دونوں جگہ "ن" پر نقطہ ڈالا جاتا ہے۔ البتہ اردو میں آخر میں نقطہ نہیں ڈالتے۔

سندھی پشتو اور اُردو تینوں میں درمیان میں غنائی آوازیں آتی ہیں۔ جنگ، تنگ، رنگ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

انگریزی میں غنائیت ظاہر کرنے کے لیے حرف پر ~ کا نشان لگاتے ہیں۔ مثلاً

بانس	Bãs
سانس	sãs

وغیرہ

غنائیت کے سلسلے ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سندھی اور اردو میں کسی بھی لفظ کے شروع میں غنائی آواز نہیں آتی جبکہ پشتو میں اس کی چند مثالیں مل جاتی ہیں۔

نجلۍ (لڑکی)، نږور (بہو)، نندرور (نند) وغیرہ

تاہم یہ الفاظ مختلف فیہ ہیں۔ اور دوسرے علاقوں میں اس کی ادائیگی میں فرق ہے۔

سندھی، پشتو، اُردو کے مصوتے (Vowel Phonemes)

سندھی، پشتو اور اُردو تینوں کے مصوت صوتیوں کا اشتراک بالکل مکمل ہے۔ مشہور مصوتوں کی تعداد دس ہے جو تینوں زبانوں میں مشترک ہیں۔

سندھی پشتو اُردو کے مصوتے

Front اگلے		Current بیچ		Back پچھلے	
غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور
i ای					u اُو
I اِ					ʊ اُ
e اے					o او
	[illegible]	ə اَ			
ɛ اَے					ɔ اَو
	[illegible]	a آ			

پشتو میں دو نیم مصوتے ایسے بھی ہیں، جو سندھی اور اُردو میں نہیں پائے جاتے۔ ایک کو "زور کے" اور دوسرے کو یائے تانیث کہتے ہیں۔

مثلاً شَل = Shal

بَل = Bal

اور څپلئ ، ٹوپئ ، Tsaplai ، Topai

SINDHI Consonantal Phoneme مصمتے سندھی جدول صوتیات

کیفیت	Bilabial دولبی	Labio Dental لبی دنتی	Dental دنتی	Alveolar لثوی	Retroflex معکوسی	Palatal تالوئی	Velar غیر تالوئی	Post velar	Glottal گلوئی
Stopped Explosive Voiceless Unaspirated بندشی برآمدی غیر معتی غیر منفوس	p پ	–	t ت	–	ṭ ٽ	c چ	k ڪ	q ق	–
Voiceless Aspirated غیر معتی منفوس	ph ڦ	–	th ٿ	–	ṭh ٺ	ch ڇ	kh ک	–	–
Voiceless Unaspirated معتی غیر منفوس	b ب	–	d د	–	ḍ ڊ	j ج	g گ	–	–
Voiced aspirated معتی منفوس	bh ڀ	–	dh ڌ	–	ḍh ڍ	jh جھ	gh گھ	–	–
Implossive Voiced معتی در آمدی	b̂ ٻ	–	–	–	d̂ ڏ	ĵ ڄ	ĝ ڳ	–	–
Nasal Voiced انفی معتی	m م	–	–	n ن	ṇ ڻ	ñ ڃ	ṅ ڱ	–	–
Fricitive Voiceless صفیری غیر معتی	–	f ف	–	s س	–	ŝ ش	x خ	–	h ھ
Voiced معتی	–	v و	–	z ز	–	–	ɣ غ	–	–
Laterals Voiced پہلوئی معتی	–	–	–	l ل	–	–	–	–	–
Flapped voiced معتی ٹکی	–	–	–	r ر	ڙ	–	–	–	–
Semi Vowels	w و	–	–	–	[illegible]	y ي	–	–	–

(۲۰۱)

Pashto Consonantal Phoneme پشتو مصمتے جدول صوتیات

کیفیت	Bilabial شونډیز	Labio-Dental شونډه غاښیز	Dental غاښیز	Alveolar لثوی	Retroflex	Palatal تالوی	Velar حلقی	Uvular دماند حلقی	Glottal
Stopped Voiceless unaspirated بندشی غیر مصمتی غیر تنفسی	p پ	–	t ت	–	ṭ ټ	c چ	k ک/ق	–	–
Voiceless Aspirated غیر مصمتی - تنفسی	–	–	–	–	–	–	–	–	–
Voiceless Unaspirated غیر مصمتی - غیر تنفسی	b ب	–	d د	–	ḍ ډ	j ج	g گ	–	–
Voiced Aspirated مصمتی - تنفسی	–	–	–	–	–	–	–	–	–
Voiced Nasal انفی - مصمتی	m م	–	–	n ن	ṇ ڼ	–	–	–	–
Fricitive Voiceless لفیری غیر مصمتی	–	–	–	s س	–	ŝ ش	x خ	–	h ح/ه
Voiced مصمتی	–	–	–	z ز	–	ẑ ژ	γ غ	–	–
Laterals & Voiced مصمتی - پہلوئی	–	f ف	–	l ل	–	–	–	–	–
Flaps Voiced مصمتی - دستکی	–	v و	–	r ر	ṛ ړ	–	–	–	–
Semi Vowels	w و	–	–	–	–	y ی	–	–	–

Urdu Consonantal Phonemes اُردو مصمتے

جدول صوتیات

کیفیت	دو لبی Bilabial	لب دنتی Labio-Dental	دنتی Dental	لثوی Alveolar	معکوسی دماغی Retroflex	تالوئی Palatal	نرم تالوئی Velar	گلوئی Glottal	حلقی Velar
Stopped Voiceless unaspirated بندشی غیر مصوتی غیر متنفس	p پ	—	t ت	—	ṭ ٹ	c چ	k ک	—	ق
Voiceless Aspirated غیر مصوتی - متنفس	ph پھ	—	th تھ	—	ṭh ٹھ	ch چھ	kh کھ	—	—
Voiced unaspirated مصوتی - غیر متنفس	b ب	—	d د	—	ḍ ڈ	j ج	g گ	—	—
Voiced aspirated مصوتی - متنفس	bh بھ	—	dh دھ	—	ḍh ڈھ	jh جھ	gh گھ	—	—
Nasal Voiced انفی - مصوتی	m م	—	—	n ن	—	—	n نگ	—	—
Fricative voiceless غیر مصوتی - صفیری	—	f ف	—	s س	—	š ش	x خ	h ہ	—
Voiced مصوتی	—	v و	—	z ز	—	ž ژ	ɣ غ	—	—
Lateral voiced پہلوئی - مصوتی	—	—	—	l ل	—	—	—	—	—
Flaps voiced مصوتی - دستکی	—	—	—	r ر	ڑ - ڑھ	—	—	—	—
semi vowels	—	—	—	—	—	ی	—	—	—

صوتی تبدیلیاں (Phonetic Changes)

صوتی تبدیلی زبانوں کا ایک فطری عمل ہے۔ الفاظ میں مختلف خارجی یا جغرافیائی اثرات کے تحت صوتی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔

صوتی تبدیلیوں کا مطالعہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسی کی بدولت تقابلی لسانیات "Comparative linguistic" کی بنیاد پڑی۔ سولہویں صدی میں جب انگریزوں نے ہندوستان کی زبانوں کے مطالعہ کی طرف توجہ دی۔ اور سنسکرت اور دوسری آریائی زبانوں کا مطالعہ کیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ نہ صرف ہندوستان کی زبانوں بلکہ یورپ کی زبانوں میں باہمی مماثلت موجود ہے۔ ایسے الفاظ اُن کے سامنے آئے جن کی شکلیں صوتی تبدیلیوں کی وجہ سے مختلف تھیں۔ مگر مشترک اجزاء ان کے متحد الاصل ہونے کی گواہی دے رہے تھے۔ چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو	فارسی	سنسکرت	انگریزی
ماءُ	مور	ماں	مادر	ماتر	مدر (Mother)
پیءُ	پلار	باپ	پدر	پاتر / پتر	فادر (Father)
ڀاءُ	ورور	بھائی	برادر	بھراتر	برادر (Brother)
ڌيءَ	لور	دختر	دختر	دہتر	ڈاٹر (daughter)
نالو	نامہ / نوم	نام	نام	نامن	نیم (Name)
نئوں	نوے	نیا	نو	نوہ	نیو (New)
تارو	ستورے	ستارہ	ستارہ	ستارہ	سٹار (Star)
کڻڪ	غنم	گندم	گندم	گودم	—

سندھی	پشتو	اردو	فارسی	سنسکرت	انگریزی
اچو	سپین	سفید	سپید	سیت	وائٹ (white)
وڻ	ونہ	درخت	درخت	ون	tree ٹری
سھرو	سخر	سُسر	خسر	سوسور	-
جیپ	ژبہ	زبان (جیبھ)	زبان	جوا	-

اب ذرا شمار (گنتی) میں مماثلت ملاحظہ کیجئے۔

سندھی	پشتو	اردو	فارسی	سنسکرت	انگریزی
ھک	یو	ایک	یک	ایکم	ون
ٻہ	دوہ	دو	دو	دوا	ٹو
ٽي/ٽڙے	درے	تین	سہ	تری	تھری
پنج	پنځہ	پنج	پنج	پانڑچہ	فائیو
ڏھ	لس	دس	دہ	داشا	ٹین
سوہ	سل	سو	صد	سیتم	-

اِن چند مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ کسطرح ایک ہی لفظ صوتی تبدیلی کی وجہ سے مختلف ہوجاتا ہے۔

صوتی تبدیلیوں کے بہت سے وجوہات ہیں۔ جغرافیائی اور نسلی عوامل کی وجہ سے اعضائے صوت کی بناوٹ میں فرق ہے۔ اس کے علاوہ طویل صوتی پس منظر کی وجہ سے لوگ بعض آوازوں کو ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ سندی الاصل لوگ خالص عربی اور فارسی آوازوں (ق، ف، ع، خ، ح) کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی طرح عربی اور فارسی بولنے والے (ڈ، ٹ، ڑ، نڑ (ڻ) اور ڈھ وغیرہ ہرگز ادا نہیں۔ عربی میں پ، چ اور

گ کی آوازیں نہیں ہیں۔ اب فارسی کے زیر اثر گ کی آواز وہاں عام ادا ہوتی ہے۔

ایک مثال صوتی تبدیلی کی یہ ہے۔

ارسی (چاول) دراوڑی لفظ ہے۔ یہ عربی میں اُرز بنا۔ انگریزی میں rice رائس بن گیا۔ یونانی میں oeizos اور پشتو میں "وریژہ" بنا۔

صوتی تبدیلی کے لئے کوئی خاص وجہ تلاش کرنا یا قاعدہ بنانا مشکل ہے۔ البتہ بعض تبدیلیاں ایسی ہیں۔ جن کو اصول مانا جاسکتا ہے۔

سنسکرت کے وہ الفاظ جن کے شروع میں "و" آتا ہے، ب سے (سندھی میں) بدل جاتے ہیں۔

واٹ = باٹ
ورتم = بڑ
ونم = بن

ونشت / ویمشتی = بیس
والوک = بالو

سنسکرت کا (ٹ) (نڑ) اردو میں ن سے بدل جاتا ہے جس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

سندھی، پشتو اور اردو میں بکثرت ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو ایک ہی اصل سے ہیں۔ لیکن صوتی تغیّر نے ان کی صورتیں بدل ڈالی ہیں۔ یہاں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

سندھی اور پشتو دونوں نے قدیم ہند آریائی "و" کو برقرار رکھا ہے۔ جبکہ اردو نے اسے "ب" سے بدل ڈالا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر چند الفاظ لکھے جاتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو
وَس	وُس	بس (اختیار)
واڳ	واگے	باگ
وائي	وائیٔ	بالی (کان کا زیور)
وڻج	ونج (بیوپار)	بنج (بیوپار)
واٽ	واټ	باٹ (راہ)
واڻ	باڼ	بان

ٹ — ت

سندھی	پشتو	اُردو
ڪوٽوار	کوتوال	کوتوال
لٽو	لتّہ (بلا تشدید)	لتہ

ت — ٹ

سندھی	پشتو	اُردو
پيتي	پیټی	پیٹی

د — ت

سندھی	پشتو	اُردو
ڏند	×	دانت
-	زیاټ	زیادہ

ت — د

سندھی	پشتو	اُردو
پليت	پلیت	پلید

کھ — خ

سندھی	پشتو	اُردو
کھر (خر)	خَر	خَر
مکھ	مخ	-

سندھی	پشتو	اُردو
	ڏ — د	
ڏاڏو	-	دادا
ڏيرو	دیره	ڈیرا
	ڈ — د	
ڈگاسو ڈگھا	-	ڈگا (لمبے قدم رکھنے والا)
ڈبو	ڈبے	ڈبہ
	ڑ — ر	
پڙدو	پړده	پرده (فارسی)
دڙد	دړد	درد
کھڙدو	خوړده	خورده
مڙد	مړد	مرد
گڙدو	ګړده	گرده
	ر — ڑ	
توبره	توبره	توبڑا
	ڏ — ڑ	
کوڏي	کوړۍ	کوڑی
آڏاترڇو	-	آڑاترچھا

سندھی	پشتو	اردو
	ش ـ س	
شرنا	سُرنے	–
شالور	سالو	(رنگین دوپٹہ) شال
شاہوکار	–	ساہوکار
شیوا	–	سیوا

سندھی	پشتو	اردو
	س ـ ش	
خرخسو	خرخشہ	خرخشہ
ماسو	ماشہ	ماشہ
	ہ ـ س	
پوہ	پوہ	پوس (مہینہ)
ساہ	ساہ	سانس
پھاہي	پانسی	پھانسی
	غ ـ گ	
گماجي	غمازی	غمازی
گلیل	غلیل	غلیل
ساگہر	کاغذ	کاغذ

سندھی	پشتو	اردو
	ک ـ گ	
گف	کف	–
ٹنگسال	ٹکسال	ٹکسال
ڈنگ	ڈنک	ڈنک
	گ ـ ک	
گرن	–	گرنا
	ل ـ ڑ	
پپر	پیپل	پیپل
جاڑ	جال	جال
موری	مولئی	مولی
قارب	کلبوت	کالب
گارو	–	کالا

اب ایسے الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ جن میں اُردو میں تو نون غنہ پایا جاتا ہے۔ مگر سندھی میں اُن غنانیت نہیں ہوتی۔ پشتو میں بھی ان میں سے ایک دو لفظ مل جاتے ہیں۔ جن کے درمیان میں نون غنہ آتا ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو
ساہ	ساہ	سانس
اوچو	اوچت	اونچا
اَکھ (اک)	-	آنکھ
آڱٺي	انگٹھئ	انگوٹھی
جھوپڙي	چوپړه	جھونپڑی
پکو	پکے	پنکھا

سندھی	پشتو	اُردو
ہیلی	—	ہنسلی
ماسو	ماما	ماموں
ٽامو	ٽار	تانبا
پساری	پساری	پنساری
پھانسی	پانسی	پھانسی

اضافہ "یائے"

سندھی	پشتو	اُردو
مختیارکار	-	مختارکار
سالیانہ	-	سالانہ
خود مختیاری	خود مختیاری	خود مختار
ہکیاری	بھکاری	-

سندھی میں لفظ کے آخر میں "یائے" زائدہ

سندھی	پشتو	اُردو
حیاتي	-	حیات
سانجھي	-	سانجھ
ثابتي	ثابت	ثابت
غمی	غم	غم
بزاجي	بجاز	بزاز
قبضي	قبض	قبض

پشتو میں کوئی لفظ مشدد نہیں۔ نیچے ایسے لفظ دیئے گئے ہیں۔ جو اردو میں مشدد ہیں۔ مگر سندھی میں بلا تشدید مستعمل ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو
رَتي	رَتئ	رَتّی
ڪتو	-	کُتّا
پڪو	پوخ	پکّا
کٽو	-	کھٹّا
گدَي	گدئ	گدّی
بتي	بتئ	بتّی
رَسي	رسئ	رسّی
ڪچو	کَچا	کچّا
پٽي	پټئ	پٹّی

سندھی اور پشتو میں چند مخصوص آوازیں ہیں۔ جو اردو میں نہیں پائی جاتیں۔ ان مخصوص آوازوں کا تبادلہ عام ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ چند یہاں پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کا اندازہ ہمیں ہو سکے۔

سندھی	پشتو	اُردو
ٻڪري	بزه	بکری
ٻاهر	باہر	باہر
ڏنڊو	ډنډه	ڈُنڈا
ڳڙ	ګړه	گُڑ
اڄ	-	آج
ڌاڳو	-	دھاگا
ڄاڻڻ	-	جاننا
دمن	-	دھڻ
صابڻ	صابون	صابن
ڏاڙهي	-	داڑھی
شيشو	ښيښه	شیشہ
شاخ	ښاخ	شاخ
-	ږلۍ	ژالہ
جهنگل	ځنګل	جنگل
ڇڙو	څمه	چھرا

چند الفاظ جن میں صوتی تغیر ہوا ہے۔ ایسی مثالیں کم ہیں۔ چند یہاں دی جاتی ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو
تماڪ	تماکو	تمباکو
بخمل	بخمل	مخمل
ڪپور	کاپور	کافور
ايلاچي	لاچي	الائچی
قصائي	قصاب	کساب
سوئر	سوړ	سؤر
سرنائي	سرنے	شہنائی
چڪ	چيکړ	کیچڑ
ڍاٽا	دَ نهایا	دھنیا
پڳ	پګړۍ	پگڑی

چند اور مثالیں جو بالکل انفرادی ملتی ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو
ڪجاوو	کجاوه	کجاوہ
ڪنباٽي	-	کسبی
ڪنڌر	کنډر	کھنڈر
گنڍ	ګنډه	گانٹھ
ھڏڪي	ہټکۍ	ہچکی

— x —

حروف صحیحہ کے بعد اب حرکات و علل (زیر ۔ زبر ۔ پیش ، ا ۔ و ۔ ی) کا اختلاف بھی سندھی پشتو اور اُردو کے صوتی اشتراک کا ایک پہلو ہے ۔

حرکات سے متعلق ایک بات کی وضاحت بہت ضروری ہے ۔ کہ سندھی کے تمام الفاظ متحرک الآخر ہوتے ہیں ۔ اُردو اور پشتو کے الفاظ ساکن الآخر ہوتے ہیں ۔ پشتو میں صرف چند الفاظ متحرک الآخر ضرور ہیں ۔ جو قدیم دور کی یاد دلاتے ہیں مگر یہ بہت کم ہیں ۔

اب سندھی ، پشتو اور اُردو کے ایسے الفاظ لکھے جاتے ہیں ۔ جن میں حرکات ثلاثہ کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا ہے ۔

حرکات کے سلسلے میں ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے ۔ کہ پشتو میں سندھی اور اُردو کی تمام حرکات کے علاوہ دو مخصوص حرکات بہت عام ہیں ۔ جن کی مختصر وضاحت نیچے کی جاتی ہے ۔

پشتو میں دو مخصوص حرکات ہیں۔
جو اردو اور سندھی میں نہیں پائی
جاتیں۔ البتہ اس کی ایک ایک یا
دو مثالیں مل جاتی ہیں۔
ایک حرکت تو یائے منقلبہ ہے۔
جس کے اظہار کیلئے ی پر "۶" ڈالے
ہیں۔ مثلاً

ٹوپئ = Topai
مرئ = (روٹی) Marai

اسی طرح ہائے خفی ہے۔ جو
پشتو کی مخصوص حرکت ہے۔ اور
یہ ہمیشہ لفظ کے آخر میں آتی ہے۔

مثلاً خرۀ (گدھے جمع)
ملۀ (ساتھی جمع)
ترۀ (چچا۔ واحد)

ان کے علاوہ ایک حرکت،
حرکت مخصوصہ کہلاتی ہے۔ جو
زبر اور پیش کے بین بین ہے
مثلاً پښتون، یہ نہ پَختون
ہے اور نہ پُختون ہے بلکہ ان
کے بین بین ہے۔ اس کی اور مثالیں یہ
ہیں۔

ٻل = دوسرا
شُل = بیس

وغیرہ۔ اس کو نمایاں کرنے کیلئے
ابتدائی کتابوں میں ں (غڑوندے)
کا نشان ڈالتے ہیں۔

پشتو میں ی ابتدا ساکن
سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو
تین تک ساکن ایک ساتھ آ سکتے ہیں۔
لیکن ان میں سے ایک ی، و یا ا ہونا
چاہیے۔ مثالیں یہ ہیں۔

ایک ساکن = ترور (ت ساکن) خالہ
سپور (س ساکن) روکھا
شکور (ش ساکن) چنگیر
دو ساکن = ننذرور (ن+ن ساکن) نند
تین ساکن = سنڈ = (دریا)

پشتو کے ان تینوں مخصوص حرکات
کے صوتی تغیر کی مثالیں اردو اور سندھی
میں پائی جاتی ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
امریکہ	امریکه	امریکہ
آگست	اگست	اگست
آکتوبر	اکتوبر	اکتوبر
آفیم	افیم	افیون
آمٹري	املی	اِملی
	(ب)	
اَٹ	اَتهٔ	آٹھ
انب	اَم	آم
	(ج)	
گجر	گاجر	گجرے
لٽ	لته	لات
لک (لکھ)	لک	لاکھ
ڪجل	کاجل	کاجل
هٿ	اتهٔ	ہاٹ
پنج	پنځه	پنج
گنڍ	گنډه	گانٹھ
جهڳ	ځګ	جھاگ
پلٽي	پلټئ	پلٹی

د

سندھی	پشتو	اردو
چپاٽ	چپېړه	چپٹ
گادي	ګډئ	گدّی
ماجسٽريٽ	مجسټريټ	مجسٹریٹ
پرنسپال	پرنسپل	پرنسپل
ڍاتورو	دَتوره	دھتورہ
	ه	
ڦڦڙ	پړپوس	پھیپھڑا
ڀونئر	بورا	بھونرا
جوٽ	جوړه	جوٹھا × جھوٹ
	ل	
گدڙ	ګیدړ (بائے جھول)	گیدڑ
پٽل	پیتل (" ")	پیتل
پپر	پیپل (" ")	پیپل
	(ح)	
ڀنڊي	بنډئ	بھنڈی
	ط	
نيڪالي	—	نکاس

ی

سندھی	پشتو	اردو
ٹُک	توکے	تھوک

ک

سندھی	پشتو	اردو
دگنو	دوہ کونہ	دُگنا
دُرنگي	دوہ رنگی	دورنگی

ل

سندھی	پشتو	اردو
سوتلی	سوتلئ	سُتلی
سوپاری	سپاری	سپاری

م

سندھی	پشتو	اردو
بوجو	بوج	بوجھ
بھیرو	بھیر	بھیڑ

ن

اسقاطِ واؤ

سندھی	پشتو	اردو
ترار	تلوار	تورہ
سومر	سوموار	سوموار
جُوان	ځوان (ځ ساکن)	جوان

ع

سندھی	پشتو	اردو
سرنگھ	سرنگ	سرنگ

ے

سندھی	پشتو	اردو
چِت	څت	چھت
سَنّي	سَن	سَن

ق

سندھی	پشتو	اردو
دَہقان	دہقان ؟	دہقان

گ

سندھی	پشتو	اردو
بسترو	بستر	بسترہ
جرجلو	زلزلہ	زلزلہ
آسمان	اَسمان	آسمان

(ت)

سندھی	پشتو	اردو
جنگلو	جنگلہ	جنگلا

—— × ——

اُردو کے وہ تمام الفاظ جو "الف" یا "ہ" پر ختم ہوتے ہیں۔ سندھی میں "و" (مجہول) پر ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح پشتو میں "الف"، "ہ" یا "ے" (یائے ملینہ) پر ختم ہوتے ہیں۔ اُن الفاظ کے آخر میں سندھی میں "و" مجہول آتا ہے۔ نیچے حروف تہجی کے اعتبار سے چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(ا)

سندھی	پشتو	اُردو
آسرو	آسرہ	آسرا
اڏھیلو	اڈیلہ	ادھیلا
اڊو	اڈہ	اڈّہ
اُلٽو	اُلٹہ	اُلٹا
آنو	انہ	آنہ

فارسی الاصل

سندھی	پشتو	اُردو
افسانو	افسانہ	افسانہ
آئینو	اینہ	آئینہ
آب ۽ دانو	اوبہ دانہ	آب و دانہ

عربی الاصل

سندھی	پشتو	اُردو
اضافو	اضافہ	اضافہ

(ب)

ہندی الاصل

سندھی	پشتو	اُردو
باجو	باجہ	باجا
ٻجرو	برخہ	بجرا
ٻچو	بچے	بچّے
ٻيڙو	بیڑہ	بیڑا

فارسی الاصل

سندھی	پشتو	اُردو
بندو	بندہ	بندہ
بهانو	تلابانہ	بہانہ
بت خانو	بُت خانہ	بُت خانہ

بھ

پشتو میں تنفسی آوازیں نہیں ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو
ڀروسو	بروسہ	بھروسہ
ڀانڊو	-	بھانڈا
ڀاڙو	باڑہ	بھاڑا
ڀائي چارو	-	بھائی چارا

(پ)

ہندی الاصل

سندھی	پشتو	اُردو
پکوڙو	پکوڑہ	پکوڑا

سندھی	پشتو	اردو
پیسو	پیسه	پیسہ
پنکو (پکو / پکھو)	پکے	پنکھا
پَنو	پَته	پتہ
ڦیرو	پاره	پھیرا
فارسی الاصل		
پاکیزو	پَکیزه	پاکیزہ
پیالو	پیاله	پیالہ
پڙدو	پَرده	پردہ
پَرچو	پرچه	پرچہ
پیمانو	پیمانه	پیمانہ
پھ		
ڦلڪو	—	پھلکا
ڦوڙو	—	پھوڑا
ڦیرو	پیره	پھیرا
ڦندو	—	پھندا
ت		
ہندی الاصل		
تالو	—	تالا
ترو (ترازی)	تله	(ترازو)

سندھی	پشتو	اردو
تولو	توله	تولہ
تارو	ستوری	تارہ
فارسی الاصل		
تکیو	تکیه	تکیہ
تازو	تازه	تازہ
تھخانو (تخانو)	تهٔ خانهٔ	تہ خانہ
عربی الاصل		
ترجمو	ترجمه	ترجمہ
تجربو	تجربه	تجربہ
ہندی الاصل	**تھ**	
ٿوڙو	—	تھوڑا
ٿاڻو	تانه	تھانہ
ٹ		
ہندی الاصل		
ٽڪرو	ټکړه	ٹکڑا
ٽولو	ټولے	ٹولہ
ٽيلو	—	ٹیلہ
ٽڪا	ټکه	ٹکّا
ٽوڻو	ټونے	ٹونے
ٽوڪو	ټوټکے	ٹوٹکا

سندھی	پشتو	اردو
	ٹھ	
ٹونگو	ٹونگه	ٹھونگه
ٹونٹو	—	ٹھونٹھا؟
	ج	
ہندی الاصل		
جَٹو	جَته	جٹھا
جارو	ځاله	جالہ
عربی الاصل		
جُثو	جوثه	جُثه
جلسو	جلسه	جلسہ
جذبو	جَذبه	جذبہ
	جھ	
ہندی الاصل		
جھرنو	—	جھرنا
جھنڊو	جنډه	جھنڈا
جَھگڙو	جګړه	جھگڑا
	چ	
ہندی الاصل		
چارو	—	چارہ
چيلو	چيله	چیلہ

سندھی	پشتو	اردو
چَرچو	چرچه	چرچا
چھلو	چمټه	چمٹا
فارسی الاصل		
چرخو	څَرخه	چرخہ
چمچو	څمڅه	چمچہ
	چھ	
چرو	څېره	چھرا
چيچڙو	چيچړه	چھیچھڑا
چکڙو	چکړه	چھکڑا
	ح	
عربی الاصل		
حملو	حمله	حملہ
حصو	حصه	حصّہ
حيلو	ایله	حیلہ
خ (عربی الاصل)		
خطرو	خطره	خطرہ
خزانو	خزانه	خزانہ
خليفو	خليفه	خلیفہ

سندھی	پشتو	اردو
ہندی الاصل (د)		
ڏگنو	دوه گوني	دوگنا
ڏسهرو	ڏسهره	ڏسہرا
دلارو	—	دلارا
فارسی الاصل		
داڻو	دانه	دانہ
ديوانو	لیونی	دیوانہ
دمامو	ڇمامه	دمامہ
دروازو	دروازه	دروازه
عربی الاصل		
دورو	دوره	دوره
ڌ		
ہندی الاصل		
ڌڙو	ڌوره	دھرا
ڏ		
ڊنبا	ڇنډه	ڈنڈا
ڊرامو	ڊرامه	ڈرامہ
ڍ		
ڍوڍو	ڍوډئ	—
ڍلو	—	ڈھیلا

سندھی	پشتو	اردو
ذ		
عربی الاصل		
ذائقو	—	ذائقہ
ذريعو	ذریعه	ذریعہ
ذمو	ذِمه	ذمّہ
ذرّو	ذره	ذرّہ
ر		
ہندی الاصل		
روپيو	روپئ	روپیہ
فارسی الاصل		
رستو	—	راستہ
روانو	روانه	روانہ
روزو	روژه	روزہ
عربی الاصل		
رسالو	رساله	رسالہ
س		
ہندی الاصل		
ستھرو	سُتره	ستھرا
سنگھو	سَنگه	سنگھا
سيڪڙو	سيڪړه	سیکڑہ

سندھی	پشتو	اردو
	س	
فارسی الاصل		
سینو	سینہ	سینہ
سودو	سودا	سودا
سلسلو	سلسلہ	سلسلہ
	ش	
ہندی الاصل		
شودو	شودا	شہدا
شوالو	—	شوالہ
فارسی الاصل		
شیشو	شیشہ	شیشہ
شوروو	شوروا	شوربا
شملو	شملہ	—
شاہزادو	شہزادہ	شہزادہ
عربی الاصل		
شبھو	شُبہ	شبّہ
	ص	
عربی الاصل		
صدقو	صدقہ	صدقہ
صرفو	صرپہ	صرفہ

سندھی	پشتو	اردو
	ط	
عربی الاصل		
طریقو	طریقہ (ری بھیل)	طریقہ
طنبورو	تنبورہ	طنبورہ
	ع	
علائقو	علاقہ	علاقہ
عقیدو	عقیدہ	عقیدہ
عُھدو	—	عہدہ
عرصو	—	عرصہ
	غ	
غریبانو	غریبانہ	غریبانہ
غیبانو	غیبانہ	غائبانہ
	ف	
عربی الاصل		
فائدو	فائدہ (پیدا)	فائدہ
فیصلو	پیصلہ	فیصلہ
فلانو	پلانے	فلانہ

نوٹ۔ پشتو میں ف کی آواز پ سے بدل جاتی ہے فقیر = پقیر

فہم = پام

سندھی	پښتو	اردو
	ق	
عربی الاصل		
قبضو	قبضه	قبضہ
قاعدو	قاعده	قاعدہ
قلعو	قِلہ	قِلعہ
قِصّو	قِصه (بلا تشدید)	قصّہ
	(ک)	
ہندی الاصل		
ڪاٹو	کانی	کانا
ڪٽورو	کټورے	کٹورا
ڪڙو	کړه	کڑا
ڪوٺا	کوټه	کوٹھا
ڪپڙو	کپړه	کپڑا
فارسی الاصل		
ڪارخانو	کارخانه	کارخانہ
ڪلو	کُلا	کلاہ
ڪمينو	کمینه	کمینہ
ڪشتو	کشته	کشتہ
ڪجاوو ؟	کجاوه	کجاوہ

سندھی	پښتو	اردو
عربی الاصل		
ڪلمو	کلمه	کلمہ
	کھ	
ہندی الاصل		
کوٺو	کوټه	کھوٹا
کرو	کره	کھرّہ
ہندی الاصل	گ	
گنجو ؟	گنجے	گنجا
گلو	غاړه	گلا
گندو	ګنده	گندا
فارسی الاصل		
گرڙو	ګرده	گردہ
گنگو	ګونګے	گونگا
	گھ	
ہندی الاصل		
گھنٽو ؟	ګھنټه	گھنٹہ
گھٽو	ګڼه	گھنا
گھڙو	ګھړے	گھڑا
گھرانو	کورنۍ	گھرانہ

سندھی	پشتو	اردو
ل		
ہندی الاصل		
لانو	لالہ	لالہ
عربی الاصل		
لفافو	لفافہ (پاپہ)	لفافہ
م		
ہندی الاصل		
مامو	ماما	ماما (ماموں)
متوالو	~~متو~~	متوالہ
موٹو	–	موٹا
میلو	میلہ	میلہ
فارسی الاصل		
مزو	مزہ	مزا
نخرو	نخرہ	نخرہ
عربی الاصل		
مشورو	مشورہ	مشورہ
محلو	(ملکت) محلہ	محلّہ
معاملو	معاملہ	معاملہ
مدرسو	مدرسہ	مدرسہ

سندھی	پشتو	اردو
موقعو	موقعہ (موقہ)	موقعہ
مقابلو	مقابلہ	مقابلہ
مقدمو	مقدمہ	مقدمہ
ن		
ہندی الاصل		
ناٹو	[illegible]	ناطہ
نرالو	–	نرالا
نہلو	نیلا (نوکا نتیجہ تماش)	نہلا
نگو	–	ننگا
فارسی الاصل		
نمونو	نمونہ	نمونہ
نشانو	نشانہ (نخښبہ)	نشانہ
نخرو	نخرہ	–
و		
ہندی		
واڙو	والا	والا
عربی الاصل		
وعدو	وعدہ	وعدہ
واسطو	واسطہ	واسطہ
وسیلو	وسیلہ	وسیلہ
وظیفو	وظیفہ (وطیبہ)	وظیفہ

سندھی	پشتو	اُردو
	۵	
ہندی الاصل		
ہیرو	-	ھیرا
ھلکو	-	ہلکا
ھکو ہکو	ھک یک	یک بیک
فارسی الاصل		
ھمیشو	امیش	ہمیشہ
ھندائو	ھندوانہ	ھندوانہ (تربوز)

× × ×

عربی سے سندھی، پشتو اور اُردو نے بہت سے الفاظ مستعار لئے ہیں۔ اِن میں بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اُردو میں اپنی اصل شکل برقرار رکھی ہے مگر سندھی اور پشتو میں اس کی صورت بدل گئی ہے۔ یہاں پشتو زبان نے مکمل اشتراک کا ثبوت دیا ہے، کیونکہ کہیں تو وہ اُردو کے ساتھ مکمل آہنگ ہے۔ اور کہیں سندھی کی ہمنوا ہے۔

یہاں چند مثالیں دی جاتی ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو
بزاز	بجاز	بجاجی
دہلو	دبلہ	طبلہ
بدک	بطم (عربی)	بَطخ
کلپ / کُرف	کلپ	قفل
قصائی	قصاب	قصاب
گگاجی	غازی	غازی
تپاس	تپوس	تفحص (عربی)
طباخ	تباخ	طباق
ملم	ملم	مرہم
وقت	وخت	وقت
ایلاز	اِلاج	علاج
جھجلو	زلزلہ	زلزلہ
منگل	-	منقل (عربی)
روزو	روژہ	روزہ (فارسی)

فارسی سے سندھی، پشتو اور اُردو نے بے شمار الفاظ مستعار لئے ہیں۔ پشتو میں یہ پشتو کے مخصوص آوازوں ځ، ښ، اور ږ کے ساتھ آزادانہ تبدیل ہوتے ہیں۔ سندھی اور اُردو میں اکثر نے اصل

صورت برقرار رکھی ہے۔ ایسے بھی بہت ہیں۔ جو اپنی اصلیت کھو چکے ہیں۔

اُردو	پشتو	سندھی
پنجہ	پنجہ	چنبو
پلید	پلیت	پلیت
آبدست	اودس	—
کبوتر	کوترہ۔ کمترہ	—
پیرزالی	پیرزد	—
مہمان	میلمہ	مہمان، مہماں
روز	ورځ	—
ژالہ	ږلئ (ږلۍ / ږلئ)	—
چہرہ	څیرہ	—
منزل	منزل	—

متفرق الفاظ

غلیل	غلیل	گلیل
میخ	میخ	میکھ
بلبل	بلبل	ببربلو
سیخ	سیخ	سیخ
تلوار	تورہ	ترار
پنبہ	پنبہ	بجھو

ترکی کے الفاظ جو سندھی اور پشتو میں اپنی حالت بدلتے ہیں۔ مگر اردو میں جوں کے توں رہتے تھے۔

اُردو	سندھی	پشتو
قاشق	کاشک	کاشغ
نقارہ	نغارو	نغارہ

انگریزوں کی آمد کے بعد انگریزی زبان کے بے شمار الفاظ سندھی پشتو میں آئے۔ ان میں اکثر عوام اور خواص سب میں رائج ہیں۔ اُردو نے ایک دو کے علاوہ سب کو اصل ~~طرح رائج کیا ہے~~ صورت میں اپنایا ہے۔ مگر سندھی اور پشتو میں ان کی صورت بدل گئی ہے۔ یہ اختلاف کہیں صوتیوں کا ہے۔ کہیں حرکتوں کا۔

اُردو	سندھی	پشتو
انسپکٹر	انسپیکٹر	نسپیٹر
پنشن	پینشن	پنسن
پیٹرول	پیٹرول	پیٹرول
پسنجر	پاسنجر	پسنجر
بسکٹ	بسکوٹ	بسکٹ

اردو	سندھی	پشتو
ماچس	ماچیس	ماچس
ٹائپ	ٹائیپ	ٹیپ
سیکریٹری	سیکریٹری	سیکرټری
سمینٹ	سمینٹ	سیمنټ
بوتل	باٹلی	بوتل
مجسٹریٹ	ماجسٹریٹ	مجسریټ
کالج	کالیج (کالج)	کالج
گورنمنٹ	گورنمنیٹ	گورمنټ
ٹائم	ٹائیم	تیم
ڈائرکٹر	ڈائرکٹر	ډیرکتر
اسٹامپ	اسٹام	اِستام
فیس	فی	پیس
تولیہ	توال	تولیہ
الماری	الماڑي	الماریٔ
اپریشن	اپریشن	اپریښن
لائن	لائین	لین
ٹکٹ	ٹیکیٹ	ټکیس
ماسٹر	ماسٹر	ماستر
آفسر	آفیسر	آفسر

اردو	سندھی	پشتو
واسکٹ	واسکٹ	واسکټ
کلرک	کلارک	کلرک

سندھی، پشتو، اُردو

کے

قدیم روابط

سندھی، پشتو، اُردو کے قدیم روابط

پہلے تفصیل کے ساتھ کہا جا چکا ہے۔ کہ اُردو سندھی اور پشتو ایک ہی زبان سے پیدا ہوئیں۔ اسطرح تینوں زبانیں شروع ہی سے ایک دوسری کے ساتھ قریبی تعلق رکھتی ہیں۔ اب ہم یہ دیکھیں گے۔ کہ جب یہ زبانیں الگ الگ اپنے وجود کو تسلیم کرا چکیں تو اس کے بعد تینوں کا تعلق کیسا رہا۔ اور کسطرح یہ ایک دوسری پر اثر انداز ہوتی رہیں۔

سب سے پہلے ہم اُس دور کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب تینوں زبانیں ایک مشترک زبان کی صورت میں موجود تھیں۔ اور اپنے ملک "آریہ دیش" میں بولی جاتی تھیں۔ یہ اِن کے روابط کا قدیم ترین دور کہلایا جا سکتا ہے۔ چند ایسے الفاظ ہم تینوں زبانوں میں تلاش کرتے ہیں۔ جو اُس قدیم زبان میں رائج تھے۔ اور جن کے بارے میں ہم یقین سے کچھ کہہ سکتے ہیں۔

"آریہ" یقیناً اُس قدیم زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنے "شریف" یا زراعت کار کے لیے جا سکتے ہیں۔ جو اُس زمانے میں ہم معنی تھے۔ کیونکہ آریائی سوسائٹی کی بنیاد تمام تر زراعت پر تھی۔ تمام آریائی زبانوں میں زراعت کے متعلقات میں 'ار' کا مادہ موجود ہے سنسکرت میں "آر" آلہ کاشتکاری (ہل) کو کہتے ہیں۔ لاطینی میں "آراز"، سلاوی میں "آرآتی" کی شکل میں ملتا ہے۔ انگریزی میں ارگیشن (Irrigation) اسی مادے سے ہے۔ اُردو میں ارہٹ، پشتو میں "اَرہٹ" اور سندھی میں "اَرٹ" کھیتوں کو سینچنے کے لیے استعمال ہونے والے لکڑی کے چرخے کو کہتے ہیں۔
سندھی میں "ہاری" اور راھک کسان کو کہتے ہیں۔ — (۱) ×

(۱) سندھی اردو لغت مرتبہ نبی بخش بلوچ / ڈاکٹر غلام مصطفےٰ ص ۱۷ حیدر آباد ۱۹۵۹ء

× ہاری کو حارث (حرث) سے بھی مماثلت ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ اِن سب میں وہی "آریہ" کا مادہ جاری وساری ہے۔ سندھی میں تو "آري" تہذیب یافتہ اور مہذب کے معنوں میں مستعمل ہے۔ گویا سندھی نے بالکل اصل لفظ آریہ کو باقی رکھا ہے۔

پشتو میں "آرہ" بنیاد کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کے علاوہ پشتون معاشرے میں کسان کو جس قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اُس سے کاشتکار کے احترام کی بات کھل کر سامنے آتی ہے۔ جو آریائی سوسائٹی کا ایک اہم اور معزز فرد ہوتا ہے۔

آریہ قبائل جب ہند میں آئے۔ تو اپنے دیش کو "آریہ ورشہ" کہتے تھے۔ یہ نام اہل نے چراگاہوں کی مناسبت سے دیا۔ جو اس علاقے میں بکثرت تھیں۔ اور اُن کے مویشیوں کی وجہ سے اُن کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھیں۔ پشتو زبان نے اس قدیم لفظ کو محفوظ رکھا ہے۔ آج بھی "ورشو" چراگاہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

ویدی دور میں نسلی امتیاز کی بنیاد برہمن، کھشتری، ویش اور شودر پر رکھی گئی تھی۔ جن میں برہمن سب سے زیادہ قابل احترام تھے۔ سندھی اور اُردو کا "بھرم" اور پشتو کا "برم" اب تک عزت وآبرو کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یہاں اگر نسبتی "ن" لگایا جائے۔ تو یہ بالکل "برمن" (قابل عزت) بن جاتا ہے۔ جو برہمن کے قریب ہے "کشتری" دو اجزاء سے مرکب ہے۔ "کشش" اور "تری"۔ کشش سے فارسی کا کشیدن، پشتو کا کشل یا کشن (کھینچنا)، اور سندھی کا کشڻ نکلا ہے۔ تری سندھی میں تراز اور پشتو میں تورہ اور اُردو میں تلوار ہے۔ اس طرح لفظ کشتری تینوں زبانوں میں جزوی طور پر موجود ہے۔ اور اپنے اصل معنوں میں۔ کیونکہ کشتری کا کام تلوار کھینچنا اور لڑنا تھا۔

ویش ویدی دور کا تاجرانہ طبقہ تھا۔ تجارت میں اعتبار اور بھروسہ ایک لازمی جُزہے

اس طرح پشتو میں ویسا، سندھی میں ویساھ اعتماد اور بھروسے کے معنوں میں آج تک مستعمل ہے۔ البتہ اردو میں یہ لفظ "ویشیا" (کلمۂ حقارت) ہے۔ کیونکہ برھمن ویش طبقے سے نفرت کرتے تھے۔ بیسوا بھی (بے - ویسا) ہی کی ایک شکل ہے۔

شودر کا لفظ اگرچہ سندھی اور اردو میں باقی نہیں رہا۔ تاہم پشتو میں اب بھی یہ "سوڈر" (واؤ مجہول) کی صورت میں موجود ہے۔ جس کے معنے نالائق، کم عقل، غیر مہذب، نا سمجھ اور گرے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے یہ شودر ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

ویدی ادب میں "منو" ایک اہم شخصیت ہے۔ جس کو پہلا انسان مانا جاتا ہے۔ یہی منو انگریزی میں مین (MAN) کی صورت میں مستعمل ہے۔ سندھی میں یہ مانھو (مانڑھو) ہے۔ جو آدمی اور انسان کے لیے آتا ہے۔ پشتو میں "مانھو" مہذب انسان کے لیے آیا ہے۔

ٹپہ

د بر مانھو پہ شان ترھیږے
د روغ مانھو پہ شان کښینہ دید دِ کړمہ

(ترجمہ) تم جنگلی انسان کی طرح کیوں بدکتے ہو۔ مہذب انسان کی طرح بیٹھو تاکہ تمہیں دیکھ سکوں۔

اردو میں مانس (بھلا مانس، بن مانس) اسی منو کی یادگار ہے۔

"ویاکرن" سنسکرت میں گرامر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ آج بھی سندھی میں اصل معنوں میں مستعمل ہے۔ پشتو میں یہ وئیل کول یا گو وئیں کول ہے۔ البتہ گرامر نہیں بلکہ بول چال کے معنوں میں آتا ہے۔

وید اور اوستا اُن قدیم ترین کتابوں کے نام ہیں۔ جو آریاؤں کے ابتدائی دور سے متعلق ہیں۔ یہ دونوں نام تینوں زبانوں میں کسی نہ کسی صورت میں آج تک رائج ہیں۔ وید کے معنی علم ہیں۔ یہی لفظ پشتو میں وده (ترقی - نشو و نما) کی شکل میں ہے۔

اسی طرح "بڑ" ہوشیار کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ یہ و بدی کی شکل ہے۔ کیونکہ پشتو میں "ب" اور "و" کا ابدال عام ہے۔

سندھی میں ودھ (وڈ) اضافہ، ترقی اور بہتات اور افزونی کے معنوں میں ہے اُردو میں ودیا (علم، فن، ہنر، سائنس اور فلسفہ) اپنے اصل معنوں میں باقی ہے۔ ویدی دور کے اِن چند بنیادی الفاظ کو سامنے رکھنے سے پشتو، سندھی اور اُردو پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ قدیم مشترک آریائی زبان کے اجزا تینوں زبانوں میں موجود ہیں۔ یہ اس بات کا پتہ دیتے ہیں۔ کہ تینوں زبانوں کا زمانۂ قدیم سے گہرا رشتہ ہے۔ اور ان کے روابط کا سلسلہ اُن کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے۔

ویدی معاشرت کے قدیم الفاظ بھی سندھی پشتو اور اُردو میں آج تک موجود ہیں یہاں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

"پتی" ویدی معاشرے میں خاندان کا سربراہ ہوتا تھا۔ اس کے معنی مالک، رئیس یا سردار کے ہیں۔ جس کے لیے معزز، قابل احترام اور قابل اعتماد ہونا ضروری ہے۔ سندھی، پشتو اور اُردو تینوں میں پت کا لفظ زندہ اور مستعمل ہے۔ جس کے معنی عزت و آبرو کے ہیں۔

"کولا" قدیم ویدی معاشرے میں خاندان کو کہتے ہیں۔ یہی وہ ابتدائی ادارہ تھا۔ جس سے ملکر دوسرے ادارے وجود میں آتے تھے۔ پشتو زبان اور پشتون تہذیب نے اس لفظ کو اپنے اصل معنوں میں محفوظ رکھا ہے۔ اور "کہول" خاندان کے معنوں میں آتا ہے۔

"ڈلوا" چراغ کے معنوں میں مستعمل تھا۔ یہ تینوں زبانوں میں آج بھی مستعمل ہے۔ پشتو میں ڈیوہ (دیوہ)، سندھی میں ڈیو (ڈیو) اور اُردو میں دیا اسی لفظ کی

صورتیں ہیں۔ اس لفظ کو دوسری آریائی زبانوں نے بھی کسی نہ کسی طرح باقی رکھا ہے۔ یونانی زیوس، جرمن زیو، اٹالوی دیو، ہسپانوی اور پرتگالی ڈیوس

یہ چند مثالیں اُن قدیم ترین الفاظ کی ہیں۔ جو تینوں زبانوں میں مشترک ہیں یوں تو سندھی پشتو اور اُردو کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ اور ان سے اکثر الفاظ صوتی اور معنوی اعتبار سے ایک ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ بیرونی اثرات یا علاقائی عناصر نے ان الفاظ کو ایک دوسرے سے ظاہری طور پر الگ کیا۔ اور اسی اختلاف نے تینوں زبانوں کو الگ الگ نام دیئے۔

تاریخ سے یہ بات ہے۔ کہ قدیم افغانستان اور سندھ میں گہرے تجارتی، سیاسی اور معاشرتی روابط استوار تھے۔ مصر اور عراق سے خشکی کے راستے جو قافلے آتے تھے۔ وہ افغانستان سے گزر کر آتے تھے۔ اسی طرح سندھ سے جانے والے قافلوں کی گزرگاہ یہی تھی۔ سندھ کے لوگ تانبا راجپوتانے جنوبی ہند اور افغانستان سے۔ سیسہ راجستان اور افغانستان سے ایران اور جنوبی ہند سے اور سونا میسور اور افغانستان سے حاصل کرتے تھے۔ (۱)

سندھ اور افغانستان کی تجارت میں افغانستان کی جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے پشتو اور سندھی کا اثر ایک دوسری پر ضرور پڑا ہوگا۔

بھیرومل مہر چند اڈوانی نے اپنی کتاب "سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ" میں پشتو اور سندھی کے تعلق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"ویدوں کے زمانے سے ہی ہمارے سندھ اور گندھارا کے لوگوں کے آپس میں گہرے تعلقات رہے ہیں۔ اس کے بعد بھی ہندوؤں کے دور حکومت میں افغانستان اور بلوچستان

---

(۱) پښتانه د تاریخ په رڼا کښې بہادر شاہ ظفر ص ۱۱ پشاور ۱۹۶۵

سا کچھ حصہ سندھ کی حکومت میں رہا ھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سندھی کا پشتو اور بلوچی پر گہرا اثر پڑا" — (۱)

اس قدیم دور کا تحریری ادب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ یہ بات مسلم ھے۔ کہ اس دور میں الفاظ کا تبادلہ ہوا ھے۔ چند الفاظ یہاں دیے جاتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ یہ الفاظ کون سے ہو سکتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اُردو
روپیو	روپئ	روپیہ
پیسو	پیسہ	پیسہ
کوڏي	کوڈئ	کوڑی
وڻج وپار	ونج وپار	بیوپار۔
تور	تول	تول (تولنا)
ماپ	ماپ	ناپ
سڻ	سن	پٹ سن
مڻ	من	من
سیر	سیر	سیر
چٹانگ	چٹاک	چھٹانک
ڈاڙو	داړۀ	ڈاکہ
گوڻي	گوڼۍ	گونی - بوری
کوٽ	کوټ	قلعہ

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ص ۸۸، ۸۹

حیدرآباد
۱۹۵۴ء

اس ابتدائی قدیم دور کے بعد تاریخ کا وہ زمانہ آتا ہے - جب وادیٔ سندھ اور افغانستان ایک سیاسی بندھن میں بندھ جاتے ہیں - اور سکندر اعظم سے لیکر آخری مغلیہ دور تک کا طویل سفر اکٹھا طے کرتے ہیں - سندھی، پشتو اور اُردو اس طویل دور میں مختلف زبانوں سے اخذ واشتراک کرتے ہیں - یہ اخذ واشتراک تینوں زبانوں میں یکساں ہے - اس کا ذکر مشترک خارجی اثرات کے باب میں گزر چکا ہے -

اس دوسرے دور میں ہمیں واضح آثار نہیں ملتے - البتہ اسلام کی آمد کے بعد تینوں زبانوں کے روابط کا تحریری ثبوت ملتا ہے -

محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی آمد کے بعد سندھ سلطنت اسلامیہ کا حصہ بنا - اور سندھ، شمالی ہند اور افغانستان ایک مسلمان ریاست کی صورت میں نظر آئے - یہ وہ تعلق تھا - جس نے تینوں زبانوں کی تشکیل، اخذ واشتراک اور ایک دوسری پر اثرات کے سلسلے میں نمایاں کام انجام دیا -

لودھی خاندان (پہلا دور) ۳۸۰ ھجری تا ۳۹۶ ھجری تک ملتان میں حکمران رہا - شیخ حمید لودھی، نصر لودھی اور داؤد لودھی اس خاندان کے حکمران رہے (۱) یہ محمود غزنوی سے بھی پہلے کا دور ہے - لودھی پٹھان تھے - ملتان کے ساتھ سندھ (اس وقت کے منصورہ) پر بھی اُن کا اثر ہونا ضروری ہے - سندھ اور ملتان میں جو بہت قدیم پٹھان خاندان ہیں - غالباً یہ اُسی زمانے سے آباد ہیں -

محمود غزنوی نے اس لودھی خاندان کا خاتمہ کیا - اور ملتان اور سندھ کو فتح کیا - محمود خود ترک تھا - مگر اس کی ماں افغان تھی - اس طرح اُس کی فوج کے اکثر سپاہی افغان تھے - سندھ پر مسلمانوں کے اقتدار کے بعد افغانوں، سندھیوں اور شمالی ہند کے

(۱) تاریخ سندھ (مولفہ ابو الظفر ندوی) ص ص ۲۵۷ تا ۲۶۵ اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء

لوگوں کے درمیان ایسے تعلقات پیدا ہوئے جن نے تینوں کی زندگی پر دیرپا اثرات چھوڑے۔
غوری اور لودھی افغانوں کے دور میں سندھ میں سومرہ خاندان کی آزاد ریاست قائم تھی مگر افغان سندھ میں آئے۔ آباد ہو گئے۔ اس طرح ان کی زبان پر سندھی کا اثر پڑا۔ اور سندھی کو بھی انہوں نے بہت کچھ دیا۔

بابر نے لودھیوں کی سلطنت کا خاتمہ کیا۔ مگر جلد ہی شیر شاہ سوری (فرید خان) نے ہمایون سے بدلہ لیا۔ اور اس طرح بارہ سال تک سوری خاندان برسر اقتدار رہا۔ اس دور میں سندھیوں اور افغانوں کے درمیان پھر قریبی تعلق پیدا ہوا۔ اور زبان پر اس کے اثرات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں پشتونوں کے ایک مذہبی رہنما نے آزادی کی تحریک (۹۳۱ھ تا ۹۸۷ھ)
شروع کی۔ اس کا نام بایزید تھا۔ اور وہ اپنے مریدوں میں پیر روشن کے نام سے مشہور تھا۔ اس تحریک روشنیہ نے بھی سندھ میں بھی اپنے مرید پیدا کیے۔ اس طرح سندھیوں اور افغانوں کا یہ اعتقادی تعلق ایک دوسرے کی زبان سننے یا اس سے واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ بنا۔ افغان محقق عبدالحئی حبیبی لکھتا ہے :۔

"پھر چند مخلص داعی (پیر روشن کے) سندھ بھی گئے اور حیدرآباد کے قریب سیدپور میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کیا۔ اور بہت سے سندھیوں کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کیا (ترجمہ)۔ (۱)

سندھ اور افغانستان کے تعلق کا وہ دور خاصا اہم ہے۔ جب احمد شاہ ابدالی کے دور میں سندھ افغانستان کا صوبہ بنا۔ کلہوڑہ اس زمانے میں سندھ کے حکمران تھے۔ انہوں نے احمد شاہ کے ساتھ سمجھوتہ کیا۔ اس طرح ثقافتی، تہذیبی، مذہبی اور جغرافیائی تعلق کے ساتھ ساتھ سیاسی تعلق بھی پیدا ہوا۔ اس طرح سندھی اور پشتو زبانیں دو

(۱) د پشتو ادبیاتو تاریخ (جلد دوئم) ص ۲۸۲ کابل ۱۹۶۳ع

بہنوں کی طرح ملیں۔ اور بہت سے افغان شکارپور، حیدر آباد اور دوسرے شہروں میں مستقل طور پر آباد ہوئے۔ اِن خاندانوں میں سے بیشتر آج بھی اِن علاقوں میں رہ رہے ہیں۔ اور اپنی نسلی انفرادیت کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ البتہ اپنی زبان پشتو بھول چکے ہیں۔

احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ کے زمانے میں ۱۷۸۱ء میں جب کلہوڑوں نے خراج دینے سے انکار کیا۔ تو اُس نے ایک افغان سردار مدد خان کو سندھ بھیجا۔ مدد خان نے یہاں اِتنا ظلم کیا۔ کہ اس کو وہ آج بھی ظلم کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اور لفظ "مدد" مصیبت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

پشتونوں اور سندھیوں کے اس ملاپ سے سندھی اور پشتو کا تعلق پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے سے اخذ و اشتراک کے مواقع پیدا ہوئے۔ درج ذیل الفاظ کو اسی دور کے اثرات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

پشتو	سندھی	اُردو معنی	پشتو	سندھی	اُردو معنی
ډوډۍ (ڈوڈئ)	ڈوڈو (ڈھوڈھو)	توے کی موٹی روٹی مسالے دار روٹی	ٹماکو	ٹماکُ	تمباکو
مړۍ (مڑئ)	مانی	روٹی	ٹبر	ٹبر	کلہاڑا
خلاص	خلاص	ختم	کہول	کھول	بڑا کنبہ
ناجوړ	ناجوڑو	بیمار	ٹبھر	ٹبھر	قطار
سپک	سپک	کمزور ضعیف	ٹورزن	تورزن	بہادر
ننگ	ننگ	غیرت	ٹپوس	ٹپاس	بوجھ - گچھا
سوکا	سوکو (سوکھو)	آسان	سُرنے	شُرنا	شہنائی
			شملہ	شملو	طرہ
			ڈنہ	ڈنڈ	جرمانہ

پشتو	سندھی	اُردو معنی	پشتو	سندھی	اُردو معنی
تنہئ (تنڈئ)	ٹنٹی	فتیہ	گنڈہ	گنڈ (گنڈھ)	گرہ (گانٹھ)
بندی خانہ	بندی خانو	جیل، قید خانہ (بندی خانہ)	دینہ	ڈڈ (دھتڑو)	گائے کا ریوڑ، گلہ
لنگئ (لنگی)	لنگ	پگڑی (لنگی)	باڑہ	باڑو (باڑو)	کرایہ (بھاڑا)
لنغارہ	لنغارو	نقارہ	کبرئ	کاپارو	کھوپری (کپال)

یہ فہرست بہت طویل ہو سکتی ہے۔ مگر یہاں صرف انہی چند الفاظ کو مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اندازہ ہو سکے۔ کہ کس طرح سندھی زبان نے اس طویل دور میں پشتو زبان کے اثرات قبول کئے ہیں۔ یا سندھی نے پشتو پر اثرات چھوڑے ہیں۔

احمد شاہ ابدالی اور اس کے بیٹوں کے دور کے حالات (سندھ سے متعلق) کو مرزا عطا محمد شکار پوری نے فارسی زبان میں "تازہ نوائے معارک" کے نام سے 1271 ھجری / 1854 عیسوی میں لکھا۔ سندھی ادبی بورڈ نے عبدالحئی حبیبی کے حواشی اور تعلیقات کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں شائع کیا ہے — (۱) اس کتاب میں سندھ اور افغانستان کے تعلقات کو تفصیل سے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

پشتون سندھ میں آباد ہوئے۔ تو پشتو زبان سندھ میں متعارف ہوئی۔ ظاہر ہے کہ سندھ کے مقامی باشندوں کو بھی پشتو سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ جبکہ دوسری طرف افغانوں نے سندھ میں آباد ہو کر سندھی کو اپنا مستقبل سمجھتے ہوئے گلے لگایا۔

مخدوم طالب المولیٰ نے اپنی کتاب "یاد رفتگان" میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ میر علی نواز شاہ (۱۸۸۸ء تا ۱۹۲۰ء) سندھی کے شاعر تھے جن کے

---

(۱) ملاحظہ ہو "تازہ نوائے معارک" (عطا محمد شکارپوری) سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء

آباؤ واجداد افغانستان سے کلہوڑوں کے زمانے میں آئے تھے (۱) اسی طرح محمد خان گھٹیان (۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۹ء) نے سندھی میں شاعری کی۔ اِن کے بزرگ بھی افغانستان سے آئے تھے۔ (۲)

سندھی شعراء نے پشتو زبان میں بھی طبع آزمائی کی۔ ہدایت علی نجفی تارک (۱۸۶۰ء تا ۱۹۴۲ء) سندھی کے ساتھ پشتو زبان میں بھی شعر کہتے تھے۔ (۳)

سندھی خان صید (۱۸۹۷ء تا ۱۹۲۸ء) سندھی زبان کے ساتھ ساتھ پشتو زبان میں بھی ماہر تھا۔ (۴) اس قسم کی دوسری بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز پٹھان سندھی کے ممتاز ادیب ہیں۔ اسی طرح غلام حسین پٹھان سندھ یونیورسٹی سندھی شعبے میں سندھی زبان کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ اور سندھی ناول اُن کے تحقیق کا خصوصی موضوع ہے۔ اِن سب کا ذکر جدید روابط کے باب میں آئے گا۔

قدیم افغان خاندانوں میں سے ایک معزز اور مشہور خاندان پیر غلام محی الدین سرہندی اور ان کے بھائی پیر نظام الدین سرہندی کا ہے۔ (۵) اس خاندان کے بزرگوں نے اب تک پشتو سے رشتہ نہیں توڑا۔ البتہ نئی نسل سندھی زبان کو اپنا چکی ہے۔ یہ پشتو سندھی رابطے کی ایک زندہ مثال ہے۔

سندھ کے قدیم افغانوں نے اپنی انفرادیت بہت حد تک برقرار رکھی ہے۔ اکثر نام کے ساتھ پٹھان (پٹھان) لکھتے ہیں۔ یا بارکزئی، احمدزئی وغیرہ۔

---

(۱) یادِ رفتگان (مرتبہ طالب المولیٰ) ص ۱۷ الرحمان دار الاشاعت ٹالا (سندھ) ۱۹۸۳ء

(۲) ایضاً ص ۳۱ ـــ "ـــ

(۳) ایضاً ص ۳۴ ـــ "ـــ

(۴) ایضاً ص ۴۴ ـــ "ـــ

(۵) اِن کے عزیزوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب تھے جن کی اولاد ٹنڈو سائیں داد، میرپور خاص اور سانگھڑ وغیرہ میں اب تک پشتو بولتی ہے۔

سنہ ۱۹۲۰ء کا سال برصغیر میں ہجرت کا سال ہے۔ یہ وہ وقت ہے۔ جب برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں کے ظلم و تشدد کے خلاف افغانستان کو ہجرت کی۔ اس تحریک کے ایک سرکردہ رہنما سندھ کی مشہور و معروف ہستی اور مرد مجاہد مولانا عبیداللہ سندھی تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے سندھی مجاہدین اس ہجرت میں شامل تھے۔ دوسری طرف سے ہزاروں پشتون ہجرت میں شامل تھے۔ ان کی رہنمائی سالار حریت فخر افغان خان عبدالغفار خان کر رہے تھے۔ خان عبدالاکبر خان نے اس ہجرت کی داستان "کاروان آزادی" کے نام سے لکھی ہے۔ (۱) اس ہجرت میں پہلی بار سندھ سے باہر سندھیوں اور افغانوں کا ایک اشتراک پاکیزہ مقصد کے حصول کیلئے سانجھا ہوا۔ اور ایک دوسرے کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ مجموعی طور پر اس مدت کو سات سال قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لمبے عرصے میں ایک دوسرے کے خیالات، تہذیب و تمدن اور ثقافت کو سمجھنے کے علاوہ ایک دوسرے کی زبان کے بارے میں جاننے کا بھی ان کو اچھا موقع ملا۔ ہجرت عارضی ثابت ہوئی۔ اور پھر یہی لوگ اپنے اپنے علاقے میں واپس آئے۔ مگر ایک دوسرے کی زبان کا اثر لیکر اگرچہ ایسے اثرات دیرپا نہیں ہوتے۔ تاہم کچھ عرصے تک ان کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاتا۔ اور کسی نہ کسی سلسلے میں پشتو کا تذکرہ سندھیوں میں اور سندھی کا تذکرہ پشتونوں میں چلتا رہتا ہوگا۔ اور اسطرح پشتو اور سندھی کے خوشگوار ملاپ نے مثبت اور دیرپا اثرات چھوڑے۔

افغانوں یا پٹھانوں کو تمام مصنفین نے سندھ ہی کے قبیلوں میں شمار کیا ہے۔ اور اکثر جگہ حروف تہجی کی مناسبت سے ان کو سب سے پہلے لکھا ہے۔ اس سے

---

(۱) کاروان آزادی (اردو ترجمہ د روسی ترکستان او افغانستان سفرنامہ)
مصنف عبدالاکبر خان اکبر۔

اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ سندھ کے لوگوں نے ہمیشہ افغانوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور سندھ آنے کے بعد انکو کبھی اجنبی نہیں سمجھا۔ یہاں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(I) انگریز مصنف رچرڈ برٹن (Richard Burton) نے اپنی کتاب "Sind and the races that inhabit valley of Indus" کے باب نہم میں "افغان یا پٹھان" کے عنوان سے افغانوں کا ذکر کیا ہے[1] اور سندھ کی زبانوں میں پشتو زبان کو شامل کر کے لکھا ہے:۔ "کچھ افغان زمیندار جو سندھ کے شمالی حصے میں رہتے ہیں، اپنی آبائی زبان پشتو بولتے ہیں" — (۲)

(II) شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ نے اپنی کتاب قدیم سندھ (قدیم سنڌ ۽ ان جا مشهور شهر ۽ ماڻهو) کے پندرھویں باب "قدیم سندھ کے اقوام اور مذہبی فرقے" میں سب سے پہلے "افغان یا پٹھان" کے عنوان سے سب سے پٹھانوں کو سندھ کے مستقل قبیلوں میں شمار کیا ہے — (۳)

(III) رائے بہرچن اپنی کتاب "تاریخ ریگستان" میں "ٿرپارکر ۾ رهندڙ قومون" کے ذیلی عنوان "مسلمان" میں تیسرے نمبر پر "پٺاڻ (پٹھان) کی سرخی دیکر افغانوں کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ "پٹھان دراصل افغانستان کے باشندے ہیں جو ایک عرصے سے سندھ میں آباد ہیں" — (۴)

(IV) بھیرومل مہرچند اڈوانی نے اپنی کتاب "سنڌي ٻولي جي تاريخ" میں افغانوں

---

(۱) سنڌ ۽ سنڌو ماٿري ۾ وسندڙ قومون (رچرڈ برٹن کا ترجمہ) ص ۲۰۰ حیدرآباد ۱۹۸۱

(۲) ——— ایضاً ——— ص ۵۸

(۳) قدیم سنڌ ۽ ان جا مشهور شهر ۽ ماڻهو (قلیچ بیگ) ص ۱۸۱ حیدرآباد ۱۹۶۶ع

(۴) تاریخ ریگستان (رائے بہرچن) ص ص ۲۲۰، ۲۲۱ حیدرآباد ۱۹۵۹ع

اور افغانی (پشتو زبان) دونوں کا ذکر کیا ھے۔ اپنی کتاب "سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ" میں ایک ضمیمہ (ضميمو چوٿون)، "سنڌيءَ جو افغاني يا پشتوءَ اثر" کے عنوان سے شامل کیا ھے۔ اور پشتو میں سندھی کے درج ذیل الفاظ شامل دکھائے ہیں:-

"پشتو ۾ سنڌي لفظ"

پشتو	سندھی	اردو	پشتو	سندھی	اردو
انگڼ	اڱڻ	آنگن	کټ	کهٽ (کٽ)	کھٹ، پلنگ
بنګ	ڀنگ	بھنگ	[illegible] / گڼل	ڳڻڻ	گننا
ټوکه	ٽوڪ	مذاق	هډ	هڏو	ہڈی (۱)

آزادی (۱۹۴۷ء) کے بعد کراچی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ اور یہ ملک کا دارالحکومت بنا۔ اسطرح لاکھوں کی تعداد میں پشتون کراچی اور اندرون سندھ آباد ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ پشتو بھی لائے۔ اور سندھی کو بھی اپنایا۔ اس کا ذکر "جدید روابط" کے باب میں کیا جائے گا۔

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ (ڀيرومل) ص ص ۳۵۲، ۳۵۳ حیدرآباد ۱۹۵۶ء

پشتو اور اُردو کا تعلق، سندھی اور پشتو کے تعلق سے مختلف ہے۔ قدیم ویدی دور کے بنیادی اشتراک کے بعد ہندی (قدیم اُردو) نے پشتو، فارسی، ~~سنسکرت~~، ترکی اور عربی سے ملکر موجودہ روپ دھارا۔ اس طرح پشتو اور اُردو کے اشتراک کی ایک بڑی وجہ وہ فارسی عناصر ہیں۔ جو پشتو اور اُردو دونوں نے اپنائے۔ یہاں یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا۔ کہ فارسی کا یہ بڑا حصہ افغانوں ہی کے ذریعے اُردو میں منتقل ہوا۔

قدیم ویدی دور کے بعد پشتو اور اُردو کا براہ راست تعلق اُس وقت پیدا ہوا جب محمود غزنوی نے ہندوستان پر کئی حملے کیے۔ اور شمالی علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اور جب آخری غزنوی حکمران نے لاہور کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ تو پنجاب پر افغانوں کا اثر زیادہ نمایاں ہو گیا۔ اسی دور کو حافظ محمود شیرانی نے اُردو زبان کا ابتدائی دور کہا ہے — (۱)

جب غوری برسر اقتدار آئے۔ اور اپنا پائے تخت دہلی کو منتقل کیا۔ تو افغان رفتہ رفتہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ اور دکن، مالوہ، خاندیس، گجرات، اودھ، بہار اور بنگال تک جا پہنچے۔

غوری افغان تھے۔ اُن کی فوج میں غالب اکثریت افغانوں کی تھی۔ اس طرح ترک اور ایرانی بھی اِن کے ساتھ تھے۔ عربی مذہبی زبان تھی۔ اور اس وقت تک فارسی اور پشتو پر کافی اثر کر چکی تھی۔ لہٰذا ہند میں شورسینی پراکرت (برج بھاشا) نے عربی فارسی پشتو اور ترکی کے اثرات کے تحت جدید اُردو کی شکل اختیار کرنے لگی۔

---

(۱) دیکھئے، "پنجاب میں اردو" حافظ محمود شیرانی مکتبہ معین الادب لاہور ۱۹۹۶ء

پندرھویں صدی عیسوی میں سلطان بہلول لودھی نے ہندوستان کے تخت پر قبضہ کیا۔ تو افغان پھر نمایاں حیثیت کے مالک بنے۔ یہی وجہ ہے کہ بابر نے جب ابراہیم لودھی کو ۵۲۶ھ میں شکست دی۔ تو افغان سردار شیر شاہ سوری نے اس کے بیٹے ہمایوں سے اس شکست کا بدلہ لیا۔ اور سوری خاندان کی حکومت قائم کی۔ جو بارہ سال تک رہی۔ شیر شاہ سوری کی حکومت کے بارے میں مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ وہ نہایت منظم اور مضبوط تھی۔ اور اس نے رفاہ عامہ کے بہت سے کام کئے۔ لہذا اس طرح پشتو اور اردو (قدیم) کا تعلق بھی بڑھا۔ اور ایک دوسرے پر اس کا اثر نمایاں ہوتا گیا۔

مغلوں کے دور میں ہند میں افغانوں کی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ مگر اپنے علاقے میں وہ ان کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ اور آخر دم تک اُن کا مقابلہ کیا۔
بایزید انصاری پیر روشن (۹۳۲ھ/۱۵۲۵ع تا ۹۸۸ھ/۱۵۸۱ع) مشہور افغان روحانی پیشوا تھا۔ جو اکبر کے خلاف اُٹھا۔ پیر بل اسی کے زمانے میں جنگ میں مارا گیا تھا۔ مگر اندرونی اختلافات کی وجہ سے افغان کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم یہ سلسلہ جہانگیر کے زمانے میں بھی جاری رہا۔ اور یوسف زئی قبائل مغلوں کے خلاف لڑتے رہے۔
خیر البیان، بایزید انصاری کی کتاب ہے۔ جو چار زبانوں میں لکھی گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ ۹۸۱ ہجری میں لکھی گئی۔ اب اس کا صرف ایک قلمی نسخہ ٹیوبنگن یونیورسٹی (جرمنی) سے مولانا عبدالقادر مرحوم کو ملا ہے۔ پشتو اکیڈمی نے اسے ۱۹۶۷ع میں پشاور سے شائع کیا ہے۔ موجودہ نسخے میں پشتو، فارسی اور عربی تو آخر تک دکھائی دیتی ہے۔ مگر اردو (قدیم ہندی یا پنجابی کا ایک لہجہ) صرف ابتدائی سات (۷) (قلمی نسخے) صفحات تک موجود ہے۔ مگر پھر صرف پشتو،

فارسی اور عربی موجود ہے۔ ہندی (اُردو قدیم) نظر نہیں آتی - یہ اُردو اور پشتو کے روابط کی پہلی کڑی ہے۔ جو تحریری طور پر ثابت ہے۔

دولت لوہانی پہلا پشتون شاعر ہے جس کے دیوان میں ایک ذوالسانی شعر ملتا ہے۔ جس اُردو اور پشتو کو بڑے خوبصورت انداز میں یکجا کیا گیا ہے۔ دولت کا زمانہ ۱۰۰۰ھ کے قریب ہے۔

اصل	ترجمہ
ھغه کس جاهل ابتر ہے -	وہ شخص جاہل اور ابتر ہے۔
څوک عاشق په سیم وزر ہے .	جو مال و دولت پر عاشق ہے .
مرغ بے پر پرواز کرے نشی .	پرندہ پروں کے بغیر نہیں اُڑ سکتا۔
اُڑتا وہ ہے جس کا پر ہے -	اُڑتا وہی ہے جو پر رکھتا ہے -
غمگین مه اوسه په هیڅ حال	کسی بھی حالت میں غمزدہ نہ ہو .
غمگسار تیرا دلبر ہے	کیونکہ تیرا محبوب تیرا غمگسار ہے۔
اے دولته ذات دریاب دے	اے دولت اپنی ذات دریا ہے۔
اس کا لہر بحر و بر ہے -	اس کی لہر سمندر اور خشکی میں پھیلی ہوئی ہے۔

(دولت لوہانی ۱۰۰۰ھ)

دولت کے یہ اشعار امیر خسرو کے دور کی یاد دلاتے ہیں - جب فارسی اور ہندی کے مخلوط اشعار ایک نئی زبان کا خمیر تیار کر رہے تھے -

خوشحال خان خٹک (۱۶۱۳ع / ۱۰۲۲ھ تا ۱۶۸۹ع / ۱۱۰۰ھ) پشتو زبان کا عظیم شاعر ہے - وہ فارسی عربی کے ساتھ ساتھ ہندی (قدیم اُردو) زبان سے بھی واقف تھا - اس کے کلیات میں ایک ذوالسانی غزل پشتو اور اُردو کی ملتی ہے -

په سینه کښې م او ده سینه پهر جاگی
څما ستا محبت گوره کسیے لاگی
د رقیب ویناے یاده شوه که څه شوه
سینه خوله ئے په خندا راوړه پهر بهاگی
په تازئی بازئی وژلی کمال نشی
ځکه ما په مسخرو وژلی بے جاگی
نو ځ خوشحال چه لاله ورایه ورشکاره شوم
په خندا ئے وے چه آؤ میرا هیر آگی
(خ - خ - خټک)

میرے دل میں سوئی ہوئی محبت پھر جاگ اٹھی ہے
دیکھو میری آپ کی محبت کیسے ہوئی ہے۔
شاید اُسے رقیب کی بات یاد آگئی تھی۔
کہ وہ مسکراتی ہوئی آئی پھر بھاگ گئی۔
بازی لگا کر کسی کو قتل کیا جائے تو عیب نہیں
اس لئے وہ مذاق میں مجھے قتل کر رہی ہے، (کیا جاتا)
جب میں خوشحال دور سے اُسے نظر آیا۔
تو اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ میرا ہیر آگیا
آ جاؤ ---- (۱)

عبدالقادر خان خٹک، خوشحال خان خٹک کا بیٹا اور صاحب دیوان شاعر ہے
اس کا دور ۱۰۶۲ھ تا ۱۱۱۸ھ ہے۔ اُس کا ایک شعر ہے۔

ے ما تے ما تے زلفے بیا په مخه راغله
روغه خلقه پهر بیمار ا توبه تموتا

کھلے گیسوؤں کے ساتھ وہ پھر ہمارے سامنے آئی
اے لوگو ہمارا توبہ پھر ٹوٹا ---(۲)

معزاللہ خان مہمند ۱۱۶۷ھ کا شعر ہے۔

ے معزاللہ لا سیدھا لاس ور وړے نه وو
بیائے غبرگه میرا هار گلے کا ٹوٹا

معزاللہ نے ابھی ہاتھ اٹھایا بھی نہیں تھا۔ کہ وہ چلا اٹھی کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹا ---(۳)

پشتو اور اردو کے ان ملے جلے اشعار سے دونوں زبانوں کے قریبی رابطے کا پتہ چلتا ہے۔

---

(۱) کلیات خوشحال خان خٹک ص ۳۳۹ ادارہ اشاعت سرحد پشاور ۱۹۶۰ع
(۲)، (۳) ماہنامہ پشتو پشتو اکیڈمی اکتوبر نومبر ۱۹۷۵ع ص ص ۵۱، ۵۲

جب ہم اُس دور کے تحریری ادب میں اُردو الفاظ کی آمیزش دیکھتے ہیں۔ تو بول چال کی زبان میں اُردو کے اثرات کا ہم خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

اُردو کے پشتون شعراء کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اِن میں قاسم علی خان آفریدی پیدائش (۱۷۵۲ع) کا مرتبہ زیادہ بلند ہے۔ جس کے دیوان میں دو سو غزلیں ملتی ہیں۔ (۱)

معز اللہ خان مہمند (۱۱۶۷ھ) اُردو کے بھی اچھے شاعر تھے۔ اُن کے دیوان میں پشتو کے ساتھ اُردو کی غزلیں بھی ملتی ہیں۔ طرز ادا کے لحاظ سے معز اللہ خان مہمند کا درجہ بہت بلند ہے۔ اُردو میں "افغان" تخلص کیا ہے (۲)

خوشحال خان خٹک کے ہمعصر اور پشتو کے عظیم صوفی شاعر عبدالرحمن بابا کے دیوان میں ایک غزل اُردو کی ملتی ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

ے جو صلے تو ہمارا کیا بات ہے۔
کہ وصلے تو خیلے بڑی بات ہے۔

یہ غزل صرف مطبوعہ نسخوں میں ملتی ہے۔ قلمی نسخوں میں نہیں ملتی۔ جناب قلندر مومند کی تحقیق کے مطابق یہ الحاقی معلوم ہوتی ہے۔ (رسالہ "پشتو" شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۷۵ء)

اِن کے علاوہ بھی تقسیم سے قبل کے بہت سے ایسے پشتون شعراء ہیں جنہوں نے پشتو اور اُردو دونوں میں شاعری کی۔ اِن کی تعداد یقیناً سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

---

(۱) دیوان قاسم علی خان آفریدی (اُردو) پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۷۰ع

(۲) (i) دیوان معز اللہ خان مہمند (مرتبہ ہمیش خلیل) پشاور ۱۹۶۱ع

(ii) معز اللہ خان مہمند کا اُردو کلام پشتو اکیڈمی پشاور

افغانوں نے ہمیشہ فوج میں بڑی دلچسپی لی ہے۔ محمود غزنوی سے بہادر شاہ ظفر تک ہر دور میں فن سپاہ گری میں پشتونوں کو مہارت رہی ہے۔ مغلوں کے آخری دور میں بہت بڑی تعداد میں افغان سردار ہند چلے گئے۔ جہاں انہوں نے بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں قائم کیں۔ جن میں رام پور، روہیل کھنڈ، نجیب آباد، فرخ آباد، بھوپال، ٹونک، جاورہ زیادہ مشہور ہیں۔

روہیل کھنڈ کا نام "روہیلہ" کی مناسبت سے پڑا ہے۔ "روہ" پشتونوں کے علاقے کا پرانا نام ہے۔ لفظ "روہ" آج مستعمل نہیں۔ مگر اس کے معنے "پہاڑ" کے ہیں۔

افغانوں کے ہند میں اس نمایاں حیثیت اور قریبی تعلق کے باوجود محققین نے اس طرف بہت کم توجہ دی ہے۔ اور اردو اور پشتو کا رشتہ تلاش کرنے کی زحمت کسی نے نہیں کی۔ اردو میں عربی، فارسی، ترکی اور انگریزی عناصر کا پتہ چلایا گیا۔ یونانی اور لاطینی الفاظ پر کتابیں لکھی گئیں۔ (۱) پرتگالی زبان کا اثر اردو زبان پر دکھایا گیا۔ (۲)

امتیاز علی عرشی حاجی خیل رامپوری وہ پہلا افغان محقق ہے جس کو یہ اولیت حاصل ہے کہ اس نے اردو اور پشتو کے تعلق پر ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ اور بڑی محنت سے اردو میں پشتو عناصر کو تلاش کیا ہے۔ اُن کی کتاب "اردو میں پشتو کا حصہ" کے نام سے ۱۹۶۰ میں پشتو اکیڈمی پشاور کی طرف سے

---

(۱) اردو میں یونانی اور لاطینی الفاظ — محمد بن عمر — دکن حیدر آباد ۱۹۵۴ء

(۲) پرتگالی زبان کا اثر اردو زبان پر — محمد بن عمر — دکن حیدر آباد ۱۹۵۴ء

شائع ہوئی۔ اس اُردو اور پشتو کے قریبی تعلق کو تاریخی اور لسانی شواہد کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔

اُردو اور پشتو کے تعلق سے بے توجہی کے بارے میں امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں :-

" میری نظر میں اُردو اور افغانیوں کے علاقے کو نظر انداز کر دینے کی ایک وجہ تو اس زبان کا "اُردو" نام ہے اور دوسرے ہمارے ادیبوں کی پشتو زبان سے قطعی ناواقفیت ہے" ـــــ (۱)

زبان کے نام سے بحث کرتے ہوئے عرشی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کس طرح ایک ترکی لفظ (اُردو) اس مشترک زبان کا نام پڑا۔ اور اس طرح ترکی اور فارسی پر تو لوگوں کی نظر پڑی۔ مگر پشتو اُفق سے غائب ہو گئی۔

پشتو زبان سے محققین کی ناواقفیت پر وہ لکھتے ہیں :-

" اس بے توجہی کا دوسرا بڑا سبب پشتو زبان سے ناواقفیت ہے۔ یہ مرض بڑا پُرانا اور عام ہے۔ عبدالواسع ہانسوی سے لیکر آج تک کسی ایک لغت نویس ایک قواعد نگار یا ایک مورخ زبان نے بھی اُردو اور پشتو کے تعلق پر روشنی نہیں ڈالی۔ یہ سب نہیں تو اِن میں سے بیشتر حضرات ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے کم وبیش آگاہ ہیں۔ اس لئے کم از کم مسلمان افغانوں کی آمد ہند اور اس کے ہر قسم کے اثرات کو جانتے ہوئے اُردو زبان پر افغانی بولی کے اثر سے کلی بے توجہی کی توجیہہ عدم واقفیت کے سوا اور کیا کی جا سکتی ہے" ـــــ (۲)

ماہرین لسانیات اور محققین کی پشتو زبان سے بے توجہی کے اِن دو وجوہات کے

(۱) اُردو میں پشتو کا حصہ ص ص ۳۲، ۳۳ پشاور ۱۹۶۰ء

(۲) ـــــ " ـــــ ص ۴۳ پشاور ۱۹۶۰ء

علاوہ ایک اور بڑا سبب یہ ہے۔ کہ پشتو زبان اپنی جغرافیائی حیثیت اور اصل نسل کے لحاظ سے ہندی اور ایرانی زبانوں کی بیچ کی کڑی ہے (اس کا تفصیلی ذکر "پشتو زبان کا اصل نسل" کے باب میں گزر چکا ہے) لہذا اردو زبان میں پشتو کے جب ایسے عناصر آئے جو ہندی زبانوں سے مشابہ ہوں تو محققین نے انکو سنسکرت کا اثر قرار دیا۔ اور ایرانی کے ساتھ مشترک پشتو عناصر کو ایرانی زبان کا اثر قرار دیا گیا۔ اس طرح پشتو کا ذکر درمیان سے جاتا رہا۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ پشتو زبان کا اثر اردو پر فارسی یا ترکی سے بالکل کم نہیں۔ مگر آریائی ہونے کے ناطے فارسی کے ساتھ قریبی تعلق کی وجہ سے فارسی تو منظر عام پر آئی۔ مگر پشتو کا چرچا نہ ہو سکا۔

ہندوستان میں یقیناً ایسے ادیب تھے۔ جو پشتو زبان سے واقف تھے۔ مثلاً انشاء اللہ خان انشاء، جن کے کلیات میں فارسی زبان میں پشتو سے متعلق چار قطعات "در معرفت زبان پشتو" ملتے ہیں (۱)

حافظ رحمت خان کا خاندان علم و ادب کی وجہ سے بہت سے مشہور ہے۔ وہ خود پشتو زبان کا شاعر تھا۔ فرانسیسی محقق "ڈارمستیٹر" نے اس کے پشتو کلام کا انتخاب دیکھا تھا۔
(James Darmesteter)

حافظ رحمت خان کے دو فاضل فرزندوں نواب محبت خان اور نواب اللہ یار خان نے پہلی بار پشتو لغت لکھی۔ نواب محبت خان کی لغات "ریاض المحبت" ہے۔ جو اس نے ۱۲۲۱ ھجری (۱۸۰۶ ع) میں لکھی۔ اس کا ایک فوٹوسٹیٹ

(۱) کلیات انشاء ص ۱۰۴ مطبع نولکشور لکھنؤ فروری ۱۸۷۶ع

نسخہ پشتو اکیڈمی پشاور میں موجود ہے۔ اللہ یار خان نے عجائب اللغات ۱۲۲۸ھ (مطابق ۱۸۱۴ء) میں لکھی۔

ان کے علاوہ اسی خاندان کے نواب مستجاب خان (مصنف گلستان رحمت)، سعادت یار خان (مصنف گل رحمت) اور نیاز احمد ہوش (مصنف تاریخ روہیل کھنڈ) کے نام قابل ذکر ہیں (۱)

ان ادیبوں کے علاوہ بھی بہت سے ادیب گزرے ہیں۔ جو نسلاً افغان تھے مگر ہند میں آباد تھے۔ انہوں نے بھی پشتو اور اردو کے تعلق پر روشنی نہیں ڈالی۔

میجر راورٹی (Major H. G. Raverty) وہ پہلا انگریز محقق ہے جس نے پشتو اور اردو کے تعلق کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

"یہ حقیقت ہے کہ پشتو زبان میں بہت سے لفظ ایسے ملتے ہیں جو اردو میں بھی نظر آتے ہیں مگر جب ان سب کا واضح طور پر سنسکرت میں سراغ نہیں ملتا میں کم از کم اس وقت کہ انہیں کسی اور اصلی زبان کا ثابت کیا جائے اصطلاحیں سمجھنے کی طرف مائل ہوں جو بالکل اسی طرح ریختہ میں شامل ہو کر گھل مل گئے ہیں جیسے سنسکرت عربی فارسی وغیرہ بلکہ پرتگالی اور ملیام کے لفظ" یہ صورت حال ذرا بھی تعجب انگیز نہ ہوگی جب ہم یہ نظر رکھیں گے کہ بارھویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کے حملوں سے افغانوں نے ہندوستانی جزیرہ نما کے تصرف میں کیا نمایاں پارٹ ادا کیا یعنی اُن کی مہم اور مسلسل در آور اُن کی فتوحات اور یہاں مستقل آبادیاں اور یہ حقیقت کہ دیسیوں میں شادی بیاہ کر کے

---

(۱) د پښتو د ادب تاریخ ص ص ۸۲، ۸۳ (رښتین) کابل ۱۹۵۴ء

اُنہوں نے اپنی اولاد چھوڑی۔ جو ہندوستانی پٹھان" کہلاتے ابھی تک ہندوستانی مسلمانوں کا بڑا حصہ شمار ہوتے اور تقریباً سب کے سب اُردو بولتے ہیں۔ اُن کی مہاجرت اس حد تک پہنچ گئی تھی۔ کہ کچھ قبیلے اور خاندان افغانستان سے بالکل غائب ہو چکے ہیں۔ اور اُن کے اخلاف صرف ہندوستان ہی میں پائے جاتے ہیں" —— (۱)

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُردو اور پشتو میں جو الفاظ مشترک نظر آتے ہیں۔ اُنہیں پشتو ماننے کی جگہ اُردو، اور خود پشتو میں اُن کا داخلہ اُردو کے ذریعے کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔ راورٹی (Raverty) نے اس کا جواب حسب ذیل دیا ہے:-

"یہ امر بھی لوگوں کے پیش نظر نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اُردو مقابلۃً بہت نئی زبان ہے اور دہلی کی سلطنت کی بنیاد پڑنے پر جہاں یہ ہمیشہ بالکل خالص اور ترقی یافتہ رہ چکی ہے اور اب تک بھی ہے۔ شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں بنی ہے۔ کیوں کہ اس وقت سے ہندوستانی ادب کی طرف توجہ شروع ہوئی۔ اور اُسی کے برسر حکومت آنے کے بعد سے اُن خالص اسلامی علوم کا زوال شروع ہوا۔ جو پچھلی حکومتوں میں نشوونما پا چکے تھے۔ میرے قبضے میں پشتو کی بہت سی کتابیں ہیں۔ جو اکبر سے بہت عرصہ پہلے اور خود اُس کے عہد حکومت (۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۴) کے دوران میں تالیف ہوئی تھیں۔ حالانکہ اُردو کا سب سے پہلا مصنف جس نے اُردو بولی میں لکھا ہے۔ ولی شاعر ہے۔(۲) جو سترھویں صدی کے وسط میں گزرا ہے۔ اور شیخ ملی یوسف زئی تو سے ۳۲۷ برس متاثر ہے۔ جس نے ۱۴۱۷ء میں یوسف زئیوں کی فتح وادیٔ پشاور وغیرہ کی تاریخ لکھی تھی۔ یہ سب سے پرانی کتاب ہے جس

(1) A dictionary of Pashto & English (Major H.G. Raverty) Preface Page: 14,15 London 1860

(۲) ولی سے بہت پہلے شاعری کا ثبوت ملتا ہے

کا مجھے کھوج ملا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکالنا چاہیے۔ کہ اس سے پہلے
پشتو ادب کا وجود نہ تھا۔ اس کے برخلاف اخوند درویزہ اپنی فارسی کتاب "
تذکرۃ الابرار میں لکھتے ہیں۔ کہ ان کے زمانے میں "سراج" نام کی ایک مشہور کتاب
تھی۔ جو صدیوں سے ان کے قبضے میں چلی آئی تھی۔ اور یہ لوگ ہمیشہ سے بڑی وقعت
و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ پشتو زبان میں ایک اور تاریخ خان کا جو رانی زئی
نے ۱۴۹۴ء میں لکھی تھی۔ خود اخون درویزہ نے اردو کی سب سے پہلی کتاب
سے سو برس قبل اپنی "مخزن پشتو" لکھی تھی ..... اس کتاب میں انہوں نے
پشتو کے ان مصنفین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ جو ان سے پہلے گزر چکے تھے بنا
بریں یہ واضح ہے۔ کہ پشتو تحریری زبان کی حیثیت سے اردو کے بننے سے سینکڑوں
برس پہلے وجود میں آچکی تھی۔ باقی یہ حقیقت کہ پشتو بہت پرانی بولی ہے۔ اس
سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

دوسری بولیاں گجراتی اور دکنی زبانیں تقریباً اردو کے ساتھ پھوٹی ہیں۔ ان کا
زیادہ تر مدار عربی اور فارسی پر ہے۔ مگر یہ نئی زبان نہیں بن سکیں"۔ (۱)

میجر راورٹی نے اس بات کو محسوس کیا۔ کہ پشتو ادب جدید اردو ادب سے
بہت پہلے وجود میں آیا۔ اس طرح اردو زبان و ادب پر پشتو کا اثر ضرور پڑا
ہوگا۔ اور اردو اور پشتو کے مشترک عناصر کو پشتو زبان کے اثرات کہا جا سکتا
ہے۔

پشتو زبان ایک طویل عرصے تک خود اپنے ملک میں گمنام رہی۔ کیونکہ ہندوستان

---

(1) Pashto Eng: (Dictionary) H.G. Raverty P.P 15,16 London 1860

کے ادیب مدعی سست اور گواہ چست کے مصداق اس کا ذکر کرتے۔

امتیاز علی عرشی نے اپنی کتاب میں، اردو زبان میں افغانوں کی وساطت سے داخل ہونے والے الفاظ کی تین قسمیں بتائی ہیں۔

الف:۔ خالص پشتو زبان کے الفاظ جو افغانستان کے بڑے حصے کی مادری زبان ہے۔

ب:۔ فارسی زبان کے الفاظ جو افغانستان کے کچھ حصے کی مادری زبان اور چند سال پہلے تک پورے ملک کی دفتری زبان تھی۔

ج:۔ عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، اور پراکرت کے وہ الفاظ جن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کر کے افغانوں نے اپنی فارسی یا پشتو یا دونوں میں داخل کر لیا ہے۔(۱)

اسلام کے بعد ہندوستان میں سب سے پہلے آنے والے یقیناً افغان تھے جو بادشاہ، عاملوں اور صوفیوں کی حیثیت سے وہاں گئے۔ اس طرح فارسی زبان بھی انہی کی وساطت سے ہند میں پہنچی۔ مگر فارسی پھر بھی فارسی تھی، پشتو نہیں تھی۔ اردو زبان کے مطالعے میں زبان کو دیکھا جاتا ہے۔ بولنے والوں کو نہیں۔ لہذا فارسی کا بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

پشتو زبان ہند میں پہنچنے کے بعد بادشاہوں کی زبان ہوتے ہوئے بھی ہند کی ادبی سرکاری، دفتری یا تعلیمی زبان نہیں بن سکی۔ اور بول چال کی حد تک محدود رہی مگر اس نے اردو زبان کی تشکیل میں نمایاں حصہ لیا۔ وہ اردو کے ساخت پر تو اثر انداز نہیں ہو سکی۔ مگر تذکیر و تانیث، محاورات، ضرب الامثال،

---

(۱) اردو میں پشتو کا حصہ ص ۴۸ پشاور ۱۹۶۰ع

اور الفاظ کے معاملے میں اُس نے نمایاں حصہ لیا۔ اس طرح وہ فارسی، ترکی اور عربی سے کسی طرح پیچھے نہیں رہی۔ مگر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ فارسی کے قد آور دبت کے سامنے اُس کے حصے کو بھی فارسی کے "کھاتے" میں ڈالا گیا۔ اور اس طرح افغانوں کے ذکر کے باوجود افغانی (پشتو) کا ذکر نہیں آیا۔

مشترک الفاظ، ضرب الامثال، اور محاورات کیلئے اس مقالے میں الگ باب موجود ہے۔ یہاں امتیاز علی عرشی کی کتاب سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

I خالص پشتو زبان کے الفاظ اُردو میں

(i) بیرخہ = حصہ بخرہ (ص ۵۹)

(ii) بچو نگڑہ = خالص پشتو ترکیب ہے۔ جو اُردو میں مروج ہے۔ ص (۶۳)

(iii) بربنڈ = اس کے معنے ننگا، بے شرم کے ہیں۔ ملح لکھنؤ میں منحل میں گڑ بڑ مچنے کو بربنڈ پنا کرنا کہا جاتا ہے جبکہ رام پور اور روہیل کھنڈ میں وحشی کیلئے بولتے ہیں۔ جو بے باک اور بے شرم کا مترادف ہے۔ (ص ۶۴)

(۳) پلنگ چارپائی کیلئے پلنگ کا لفظ پشتو ہی سے داخل ہوا۔ (ص ۶۶)

(۴) تار پہ تار = پشتو زبان میں منتشر کو کہتے ہیں۔ رام پور کی مستورات دل کے گھبرانے کو دل کا تار پہ تار ہونا کہا کرتی ہیں۔ (ص ۶۶)

(۵) تخت پوش = تخت پر بچھانے کا کپڑا یا لکڑی کا تخت پشتو میں تخت پوش کہلاتا ہے۔ یہ اُردو میں مروج ہے۔ (ص ۷۲)

(۶) تڑاق = پشتو لفظ ہے۔ جو اُردو میں تڑاق اور تڑاخ کی صورت میں مستعمل ہے۔ (ص ۷۴)

(۷) جاگیر = پشتو کا لفظ ہے۔ جو پہلے پنجاب اور وہاں سے ہند جا کر اُردو میں رائج ہوا۔ (ص ۷۴)

(۷) جبال گوٹا :- مشہور دوا ہے۔ سنسکرت میں اسے "جیپال گٹا" کہتے ہیں۔ مع لفظ اس حالت میں پشتو سے اُردو میں پہنچا ہے ـــ (i)

(۸) جنبہ ، جانبداری کے معنوں میں اُردو میں مستعمل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ پشتو جنبہ ہے ـــ (ii)

(۹) جواری ، پشتو میں جواری جوئے کو کہتے ہیں۔ اور یہی "جواری" اُردو میں قمار باز (پشتو۔ جوارگر) کو کہتے ہیں ـــ (iii)

(۱۰) جٹ پٹ ، جھٹ پٹ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ پشتو ہی کا اثر ہے۔

(۱۱) چرس اُردو میں لوگ مخصوص نشہ آور بوٹی کو چرس کہتے ہیں۔ یہ خالص پشتو لفظ ہے ـــ (iv)

(۱۲) خنجر یا خیر پشتو سے اُردو میں پہنچا ۔ اگرچہ سنسکرت میں یہ "کھنشر" کی صورت میں موجود ہے۔ مگر موجودہ صورت میں یہ پشتو ہی کا اثر ہے ـــ (v)

(۱۳) خلتہ پشتو میں تھیلے کو کہتے ہیں ۔ یہ اُردو میں خلتہ اور خلیتہ مستعمل ہے (vi)

(۱۴) خیل ۔ بمعنی خاندان یہ پشتو سے اُردو میں پہنچا ہے۔ اس کی اصل عبرانی بتائی جاتی ہے ـ (vii)

(۱۵) دم دلاسہ ۔ تسلی دینا، حوصلہ افزائی کرنا کے معنوں میں پشتو زبان سے اُردو میں داخل ہوا ـــ (viii)

(۱۶) ڈنگر ۔ پشتو لفظ جانور اور کمزور کے معنوں میں آتا ہے۔ دہلی کی اُردو میں یہ بھینس کے علاوہ تمام جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ روہیل کھنڈ میں کمزور کیلئے آتا ہے

اُردو میں پشتو کا حصہ (i) ص ۷۴ ، (ii) ص ۷۵ (iii) ص ۷۶ (iv) ص ۷۸
(v) ص ۷۸ (vi) ص ۷۲ (vii) ص ۸۶ (viii) ص ۸۱ (ix) ص ۹۲

(۱۷) ڈیل ڈول وضع قطع کیلئے پشتو میں آتا ہے۔ یہی ڈیل ڈول اُردو میں پشتو سے پہنچا ۔۔۔ (i)

(۱۸) ڈھیر : پشتو میں مفہوم کو کہتے ہیں۔ اور یہ اُردو میں اپنی معنوں میں رائج ہے (ii)

(۱۹) سر مغزن خالص پشتو لفظ ہے۔ جس کے معنے آکھان اور پریشانی کے ہیں۔ یہ اُردوئے معلٰی میں رائج ہوا۔ اور لکھنؤ کی بیگماتی زبان میں استعمال ہوتا ہے (iii)

(۲۰) شملہ پگڑی کے سرے کو پشتو میں کہتے ہیں۔ یہ اصل معنوں میں اُردو میں شامل ہوا ۔۔۔ (iv)

(۲۱) روھیلہ : روہ، پشتونخواہ (پشتونوں کے علاقے کا پرانا نام ہے۔ لفظ روہ، پہاڑ کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی سے روھیلہ اور روہیل کھنڈ بنا ۔۔۔ (v)

یہ خالص پشتو الفاظ کی چند مثالیں ہیں۔ جو کہ اُردو زبان میں رائج ہیں۔ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ پشتو زبان سے اُردو میں اُس وقت پہنچے جب اُردو زبان اپنی نئی حالت میں سامنے آرہی تھی۔ اور افغان ہند کی سیاست میں اہم حیثیت کے مالک تھے۔

جناب امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں۔ اُردو کے وہ تمام لفظ بھی جن میں غ کے ساتھ ٹ، ڑ، وغیرہ خالص ہندی حروف جمع ہو گئے ہیں۔ یا ہندی الاصل

اُردو میں پشتو کا حصہ (i) ص ۹۳ (ii) ص ۹۳ (iii) ص ۹۸ (iv) ص ۱۰۱ (v) ص ۱۰۴

(۱) ڈھیر عام طور پر اُردو میں رائج نہیں ممکن ہے کہ یہ دام پور میں رائج ہو۔

لفظ کا گاف یا عربی کا قاف "غ" سے بدل گیا ہے۔ یا تو براہ راست پشتو سے آئے ہیں۔ یا تو براہ راست پشتو سے آئے ہیں۔ یا پٹھانوں کی زبان نے اُن میں تغیر و تبدل کیا ہے۔

اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے۔ کہ ہندی زبان کے حروف تہجی میں "غ" کی آواز نہیں ہے۔ اور اہل ایران ٹ، ڈ، ڑ سے ناواقف ہیں۔ پشتو البتہ ایسی زبان ہے۔ کہ اس میں سب آوازیں پائی جاتی ہیں۔ اور ایسے الفاظ کی خاصی تعداد موجود ہے۔ جس میں غ کے ساتھ ٹ، ڑ وغیرہ حروف جمع ہو گئے ہیں۔

اُردو میں متذکرہ بالاقسم کے جو لفظ بولے جاتے ہیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں۔

آغول غپ، غپ شپ، غپڑ شپڑ، غبی، غٹ، غٹا غٹ، غٹ پٹ، غٹر غوں، غٹکنا، غچ، غچا بچ، غچ پچ، غچا، غچاکا، غچو، غچی، غچو پارہ، غچی پارہ، غڑپ، غلا بیان، غنڈہ، کلغا، کلغی، لغد۔ یہ سب لفظ غ کی جگہ گ کے ساتھ بھی بولے جاتے ہیں۔ اِن میں سے گپ (گپ)۔ غپ (کٹنے کی آواز)، غچ غچا (غچ آواز)، غڑپ (گھونٹ) اور لغد (لقد) پشتو میں بھی مستعمل ہیں۔ "غنڈا" بھی پشتو میں موجود ہے مگر ذرا سے تغیر کے ساتھ۔ یعنی یہاں جو غنڈہ ہے وہ افغانستان میں غنڈا ہے۔(۱)

اِن پشتو الفاظ کے علاوہ جناب عرشی نے ایسے بے شمار فارسی الفاظ، تراکیب اور محاورات کا ذکر کیا ہے۔ جو فارسی زبان میں اُن معنوں میں مستعمل نہیں۔ جن معنوں میں اُردو میں ہیں۔ عرشی صاحب نے اِن کو افغانوں کی زبان کا اثر بتایا ہے اور کہا ہے۔ کہ اِن الفاظ میں لفظی یا معنوی عمل پہلے افغانستان میں ہوا۔ پھر یہ افغان

---

(۱) اُردو میں پشتو کا حصہ ص ص ۱۰۸، ۱۰۹ (امتیاز علی عرشی) پشاور ۱۹۶۰ء

کے ذریعے ہند میں پہنچے۔ مثالیں یہ ہیں۔

آچار، آخور، آخون، آزاد، ادل بدل، آبا، افیم، بادشاہ، بیزار، تمباکو، تکرار، تلاشی، تندور، جمعدار، چارپائی، چالباز، چغل خور، چمچہ، حال حوال، حرامزدگی کرنا، حضور، حق ناحق، حویلی، خال خال، خرچ، خفگی، خیر خبر، دارو، دالان، ڈیرا، رحیل، ردہ، رسید، رنگریز، رکابی، روزگار، سازش، ستر، سزا، سیل (یعنی سیر)، شوق، صفائی، عدالت، عرصہ، غریب، غصہ، قرضدار، قلف (تالا-قفل)، کاریگر، کرایہ، کڑک (مرغی کا انڈے سے چھوڑ دینا)، گریوان (گریبان)، گندیری، لب چھپ (تیزی اور لپک)، لوٹ باز، مبارکی، معین، نغارہ (نقارہ) نشہ، واردات، ہریان (حیران)، ہمیانی، ہو بہو، یارانہ۔

عرشی صاحب نے ہر لفظ کے ساتھ وضاحت کی ہے۔ کہ کس طرح یہ الفاظ یا تراکیب فارسی میں اِن معنوں میں مستعمل نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ افغانوں کا روزمرّہ اور محاورہ ہے۔ جو پشتو میں بنا اور پھر ہند جا کر اُردو زبان میں انہی معنوں میں رائج ہوا۔

تذکیر و تانیث پر پشتو کا اثر

عرشی صاحب نے بہت سے ایسے الفاظ لکھے ہیں جن کی تاریخ و تانیث پر پشتو کا اثر ہے۔ فارسی زبان میں تذکیر و تانیث کا وجود نہیں۔ اُردو میں پشتو کی طرح دو جنس ہیں۔ مذکر اور مونث لہذا اُردو نے فارسی الفاظ کے ہندی مترادفات کو سامنے رکھکر جنس مقرر کی۔ مثلاً "کلید" کو اس لئے مونث بولتے ہیں۔ کہ اس کا ہندی مترادف کُنجی مونث ہے۔ لیکن جب ہم

دیکھتے ہیں ۔ کہ بہت سے الفاظ کی تذکیر و تانیث ہندی کے خلاف ہے۔ تو یہ بلاشبہ پشتو زبان کا اثر ہے ۔ عرشی صاحب لکھتے ہیں ۔

"میری رائے یہ ہے ۔ کہ جتنی پردیسی لفظ ہماری زبان میں پٹھانوں کی وساطت سے داخل ہوئے ہیں ۔ ان کی تذکیر و تانیث میں ہمارے بڑے بوڑھوں نے اپنے انہی افغانوں (افغان استادوں) کی پیروی کی ہے ۔ اور اسی لئے بہت سے لفظ ہمارے اصل زبان کے برخلاف مذکر یا مونث مروج ہو گئے ہیں ۔ چنانچہ جتنا ماضی کی طرف چلتے جائیے یہ اثر زیادہ نمایاں نظر آتا ہے ۔ اور جتنا حال کی طرف آتے جائیے ۔ پشتو اصول سے جگہ جگہ انحراف دکھائی دیتا ہے ۔ مثلاً عربی کے وہ لفظ جو تفعیل کے وزن پر آتے ہیں ، سوائے ایک تعویز کے اردو میں سب مونث بولے جاتے ہیں ۔ لیکن پشتو میں ان کی تذکیر کا رواج ہے ۔ اب اگر آپ سلطان قلی قطب شاہ اور ابن نشاطی وغیرہ دکھنی شعرا کا کلام پڑھیں ۔ تو شاید بلا استثناء بالکل پشتو کے مطابق ان سب کو مذکر پائیں گے" —— (۱)

عرشی صاحب نے مندرجہ ذیل مثالیں دی ہیں ۔

الف ۱ ۔ اردو کے الف پر ختم ہونے والے لفظ مذکر مانے جاتے ہیں ۔ سوائے ان لفظوں کے

آسیا ، جا ، پروا ، شہنا ، قرنا ، کیمیا ، لوا ، مرحبا ، ہیجا ، یغما ، صل علیٰ ، صہبا ، سیما ، دنیا ، ~~حلقا~~ عقبیٰ ، حیٰ ، کربلا ، واویلا ، چون و چرا ، دعا ، "براپا"* "املا" انشاء ، ایذا ، ابتدا ، انتہا ، اشتہا ، ~~عطا~~ ، اعتنا ، اکتفا ، التجا

---

(۱) اردو میں پشتو کا حصہ ص ۱۵۲ پشاور ۱۹۶۰ ع

* "براپا" اور "املا" مذکر بھی بولتے ہیں ۔

استلہو، استدعا، استرضا، تمنا، ادا، بقا، فنا، بلا، جلا، دغا، صدا، قفا، جفا،
رضا، حیا، دوا، دُعا، صبا، حنا، عبا، قبا، سزا، جزا، ریا، نفا

(ب) اُردو کے واؤ پر ختم ہونے والے لفظ مذکر بولے جاتے ہیں۔ سوائے ان لفظوں کے

ہجو، نحو، آبجو، آبرو، بو، ترازو، جو، خُو، دارو، جستجو، گفتگو، سُست و شو،
نافہ بو، شب بو، کوکو، لگا بو، پرتو، رو، قلمرو، تگ و دو۔

(ج) "ہ" پر ختم ہونے والے لفظ مذکر بولے جاتے ہیں۔ سوائے ان لفظوں کے۔

آہ، باہ، راہ، کاہ، واہ، پناہ، گیاہ، رفاہ، نگاہ، سیاہ، کلاہ،
خرگاہ، درگاہ، رسم و راہ، خانقاہ، واویلا، بسم اللہ، شکوہ، کوہ، دفعہ، توبہ،
توجہ، زہرہ، فاختہ زہرہ = پتا (مذکر ہے)

ان الفاظ کی بے قاعدگی کو پشتو کے زیر اثر کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے وہ سب لفظ کاٹ دیئے جائیں۔ جو ہندی مترادف کی وجہ سے خلاف قاعدہ چل رہے ہیں۔ تب بھی بقیہ الفاظ پر پشتو کا اثر ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ورنہ اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا۔ کہ محمود غزنوی کے وقت سے بارھویں صدی تک افغانستان سے کوئی شخص یہاں آکر نہیں بسا۔ اور بسا تو دُنیا بھر کے اصول معاشرت کے برخلاف اُس نے یہاں کی زبان پر مطلق اثر نہیں ڈالا" — (۱)*

تذکیر و تانیث کے اس بحث میں عرشی صاحب نے ایسے الفاظ کی فہرست دی ہے۔ جو اُردو میں آج تو مؤنث ہیں مگر قدیم اردو میں یہ مذکر استعمال ہوئے ہیں

---

(۱) اُردو میں پشتو کا حصہ ص ص ۱۵۴ و ۱۵۵ (امتیاز علی عرشی) لاہور ۱۹۶۵

طلب، مضراب، محراب، شراب، ناب، رکاب، ضرب، جیب، آب، آب و تاب
نقاب، بحث، حدیث، احتیاج، طرح، فرح، شرح، فتح، مدح، روح،
صلاح، سرلوح، دوزخ، بنیاد، یاد، باد، مراد، امداد، سند، مسجد، اُمید،
عید، کلید، پند، گرد، حمد، محشر، کشور، تکبر، بہار، خبر، خاطر، خبیر،
قدر، سیر، چادر، یادگار، دیوار، تکبر*، طرز*، دہلیز، پرواز، آواز، جنس،
ہوس، ناموس، مجلس، نرگس، آتش، سفارش، عرض، بساط، شرط، طبع، نزاع
شمع، مشفق، خاک، خاشاک، کمک، مرگ، مثال، مجال، عقل، دلیل، مشکل،
آب و گل، بلبل، مشغل، جنگ و جدل، نقل، غزل، حمائل، قیل و قال، قتل، فہم
ماتم، زمام، رسم، قلم، رقم، چشم، بزم، شرم، سوزن، زمین، معدن، انجمن
شان، زبان، جان، میزان، کمان، بیان، داستان

جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ ان الفاظ کی سابقہ تذکیر اور موجودہ تانیث کی کوئی ایسی علت خیال میں نہیں آتی۔ جو مسکت ہو۔ سوائے اس کے کہ اسے پشتو کا اثر مانا جائے۔ اور اسے ہندی ترادف کا نتیجہ مانا جائے۔ یا بعض الفاظ کی حد تک معاملے کو ہنوز مبہم تصور کیا جائے۔" (۱)

اُردو کے ان الفاظ اور تراکیب اور محاورات کے علاوہ عرشی صاحب نے رام پور اور روہیل کھنڈ کی بول چال کی زبان میں سے ۱۲۵ خالص پشتو الفاظ اور تراکیب لکھی ہیں۔ جو آج بھی وہاں کے لوگوں میں عموماً اور افغان گھرانوں میں خصوصاً اُردو میں بولے جاتے ہیں۔ چند الفاظ یہ ہیں۔

---

(۱) اُردو میں پشتو کا حصہ ص ۱۵۶ (عرشی) پشاور ۱۹۶۰ء

* تکبر اور طرز مختلف فیہ ہیں۔

اَختہ (مبتلا - معروف) ، اَڑخ (پہلو) ، اولس (قبیلہ - خاندان - قوم) ، اوربل (بالوں کی لٹ) ، بَلا پسے (ہماری بلا سے) ، پاڑو (سانپ کا منتر جاننے والا) ،
بیر کٹے (اُس لڑکے کو کہتے ہیں - جس کا باپ مر چکا ہو - اُس کی ماں نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر لیا ہو - اب یہ لڑکا دوسرے شوہر کا بیر کٹے ہو گا) ، پڑدہ (پردہ)
پیغلہ (کنواری) ، پے مکھا (پے مخے - خوبصورت) ، تربور (چچا زاد بھائی) ، شبل الطبل
قور (پٹھان) ، خلگئی (منہ = دہن) ، دمہ دم لینا ، آرام کرنا ، ڈڈہ تکیہ لگانا ،
واشہ درشہ (ملاقات - میل ملاپ) ، روغ موٹ = (موٹا تازہ)
زنگدن = (جان کنی) ، سلگئی = (دم واپسیں) ، سیالی (برابری)
غڑانگہ (رونے کی آواز) ، غلے (خاموش) ، لکئی (دُم)
لمسول (بجبڑ کا نا) ، میراتی (میراث - لاولد) ، هیخ نیغ (اکڑ والا - حرکت نہ کر سکنے والا)
وار پہ وار (باری باری) ، ویر (رونا پیٹنا)
جناب عرشی صاحب خود رام پور کے رہنے والے ہیں - اُنہوں نے خود رام پور اور روہیل کھنڈ کی زبان کا تحقیقی مطالعہ کیا ہے - اور پھر اس میں پشتو زبان کے اثرات کو تلاش کیا ہے -
رام پور ، روہیل کھنڈ ، نجیب آباد ، فرخ آباد ، بھوپال ، ٹونک ، جاورہ ، سے ہجرت کر کے آنے والے پٹھان بھائیوں کی زبان لکھنؤ اور دہلی کی زبان سے بہت مختلف ہوتی ہے -
الفاظ ، محاورات وغیرہ کے علاوہ ان کے لہجے میں اب تک پشتو کا وہ گھن گرج موجود ہے - اور وہ صاف پہچانے جاتے ہیں - کہ ان کا تعلق ملت افاغنہ سے ہے -

سندھی اور اُردو کا تعلق بھی اُتنا ہی پُرانا ہے۔ جتنا سندھی اور پشتو یا اُردو اور پشتو کا ہے۔ دونوں زبانوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ طویل مدّت تک ایک مشترک زبان کی صورت میں رہیں۔ البتہ بعد میں مقامی اثرات کے تحت سندھی نے جدید سندھی کا روپ دھارا۔ اور اُردو جدید شکل میں سامنے آئی۔ اس طرح دونوں زبانوں میں مکمل ہم آہنگی کے باوجود ایسا فرق پیدا ہوا۔ جس نے دونوں زبانوں کے الگ الگ وجود کو جنم دیا۔

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اُردو وہی زبان ہے۔ جو سندھ اور پنجاب سے گزر کر ہند میں داخل ہوئی۔ اور وہاں پروان چڑھتی رہی۔ جبکہ اسی زبان کے ایک حصے نے سندھ میں بود وباش اختیار کیا۔ اس طرح دونوں زبانیں الگ الگ خطوں میں پھلی پھولیں۔ مگر بعد کے اثرات نے دونوں کے خدوخال کو انفرادیت بخشی

مسلمان سب سے پہلے خطۂ سندھ میں آئے۔ اس طرح سندھی عربی ملاپ ہوا اور ایک نئی زبان کا خمیر تیار ہوا۔ جسے ہم جدید سندھی کا نام دے سکتے ہیں۔ دوسری طرف اُسی آریائی زبان نے شمالی ہند میں فارسی عربی، ترکی، پشتو کے زیر اثر اُردو کا روپ دھارا۔ پھر سندھ کا علاقہ بھی سیاسی اور جغرافیائی طور شمالی ہند میں شامل ہوا۔ اس طرح سندھی نے بھی فارسی ترکی اور پشتو کا اثر اپنایا۔ لہذا مشترک اثرات نے دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کردیا۔

سندھ میں اُردو زبان کے آثار بہت قدیم زمانے سے پائے جاتے ہیں۔ قلی قطب شاہ کو اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر مانا گیا ہے۔ اس کا زمانہ حکومت $\frac{\text{۹۸۸ھ}}{\text{۱۵۸۱ع}}$ تا $\frac{\text{۱۰۲۰ھ}}{\text{۱۶۱۲ع}}$ ہے۔ اسی زمانے میں بکھر (سندھ) میں میر فاضل بکھری نے اُردو میں شاعری کی۔

مقالات الشعراء اگرچہ سندھی فارسی گو شعراء کا تذکرہ ہے۔ مگر اس میں اردو کے شعراء کا بھی ذکر ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے کے سندھی نژاد شعراء کے نام پیش کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اردو میں شاعری کی۔ ان کا زمانہ تقریباً ۱۷۰۰ عیسوی سے لیکر ۱۹۴۷ء تک ہے۔

"عبد السبحان قانع ٹھٹوی، سید حیدر الدین کامل مخدوم محمد معین الدین بیرگی، میر حفیظ الدین علی، شاہ عبد اللطیف بھٹائی، میر علی شیر قانع، منشی ہرسرام، مشتری ٹھٹوی، سید ثابت علی شاہ سیوستانی، شاہو فقیر، روحل فقیر، سچل سرمست، سید ضیاء الدین ضیاء، نواب ولی محمد لغاری، خلیفہ نبی بخش خان، میاں قادر بخش بیدل، صورت سندھی، سندھی غلام علی گرا ہاشمی، بہار، پیر حزب اللہ تخت والا، میر عبد الحسین سانگی والا، میرزا قلیچ بیگ، مرزا نادر بیگ، حکیم فتح محمد سیوہانی، ولی محمد جیسلمیری، محمد بخش راز، میر ایوب خان ایوب، غلام محمد نظامی" —— (۱)

ان میں سے سید ضیاء الدین ضیا ٹھٹوی، جو اردو شاعری کے باوا آدم ولی وفات (۱۱۱۹ھ) کے معاصر ہیں۔ میاں قادر بخش بیدل (۱۸۱۴ء تا ۱۸۷۲ء) اور مرزا قلیچ بیگ کے اردو دیوان موجود ہیں۔

اس فہرست سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اردو زبان تقسیم سے قبل ہی سندھ میں خاصی مقبول تھی۔ اور یہ تقریر و تحریر میں مستعمل تھی۔

جد و جہد آزادیٔ ہند میں اردو کے کردار پر جناب شرف الدین اصلاحی یوں روشنی ڈالتے ہیں:—

اردو سندھی کے لسانی روابط ص ۹۰ (اصلاحی) لاہور مئی ۱۹۷۰ء

"فارسی کے زوال کے بعد مسلم ہندوستان کی ملی تنظیم اور قومی شیرازہ بندی کا بار اُردو نے اُٹھایا۔ دینی اور مذہبی لٹریچر کی پیداوار نے اس کو پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی زبان کا درجہ دے دیا۔ غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم نے جس کا ڈول سر سید نے ڈالا تھا، اُردو کی حیثیت کو اور نکھارا۔ سندھ اس تحریک میں آگے بڑھنے سے کسی طرح کم نہ تھا پیچھے نہ تھا۔ یہ تحریک چونکہ اُردو زبان میں جاری ہوئی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر سندھ میں اس زبان سے دلچسپی بڑھتی گئی" — (۱)

الطاف حسین حالی کے مسدس مد و جزر اسلام کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کو سندھ میں بہت پسند کیا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مولانا اللہ بخش ابوجو نے اس کے بڑے حصے کا سندھی نظم میں ترجمہ کیا۔ جس نے مسلمانان سندھ کے قلوب گرما دیئے۔

سندھ میں اُردو کے عمل دخل کے بارے میں ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم لکھتے ہیں:۔

"نہ بھولنے والی باتوں میں سے ایک یہ حقیقت بھی ہے۔ کہ کراچی میں جب سالانہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ تو اس میں زیادہ تر تقریریں اُردو زبان ہی میں ہوئیں۔ اور اس میں فرزندان سندھ کا اچھا خاصا حصہ تھا" — (۲)

اُردو کی اس مقبولیت کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ تقسیم سے قبل ہی خالص اُردو کے بہت سے الفاظ تراکیب محاورات اور ضرب الامثال سندھی زبان میں شامل ہوگئے تھے۔ اِن میں سے اکثر الفاظ ایسے بھی تھے۔ جن کے مترادفات سندھی میں موجود ہیں مگر اُردو ادب کے زیر اثر یہ الفاظ سندھی تحریروں میں باریاب ہوئے۔

تقسیم ملک کے بعد کراچی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی نے اُردو زبان کو سندھی

---

(۱) سندھی کے اُردو لسانی روابط (اصلاحی) ص ۹۱ لاہور

(۲) مضمون "قومی زبان کے متعلق بعض حقائق" کتاب ادبی رابطے لسانی رشتے مئی ۱۹۷۰ء اکبر آباد، مرتبہ اختر انصاری، معتمد مجلس تہذیب اردو، سندھ حیدرآباد

اور سندھی ادبی بورڈ، شعبۂ سندھی (سندھ یونیورسٹی) اور انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی (حیدرآباد) نے سندھی کو اردو کے قریب لانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس کا ذکر جدید روابط کے باب میں کیا جائے گا۔

سندھی زبان نے جہاں اردو زبان کا اثر قبول کیا۔ وہاں سندھی کا اردو پر بھی اثر پڑا۔ تاہم یہ محدود رہا۔ اس کی وجہ سندھی دیس کا وہ محل وقوع ہے۔ جس نے سندھ کے لوگوں کو باہر جانے کی ضرورت بہت کم محسوس ہونے دی۔ بہرحال سندھی جیسی جامع زبان کا اردو کو متاثر کرنا ناگزیر تھا۔ اور یہ اثرات اس وقت سامنے آتے ہیں۔ جب تقسیم کے بعد بہت سے مہاجرین اردو زبان کو اپنے ساتھ لیکر سندھ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ جدید روابط کے باب میں کیا جائے گا۔

تقسیم سے قبل کے دور میں بھی سندھی زبان کے الفاظ یقیناً اردو میں پہنچے ہوں گے۔ خصوصاً اطراف بمبئی کی زبان پر سندھی کا اثر نمایاں ہوگا۔ مگر یہ اثر حرف بول چال کی حد تک رہا ہے۔ تحریری ادب میں سندھی الفاظ جگہ نہیں پا سکے۔ البتہ تقسیم کے بعد کے دور میں یقیناً سندھی زبان کا اثر اب تحریر پر بھی اثر انداز ہوا ہے۔ اور سندھی الفاظ اردو میں مستعمل نظر آتے ہیں۔

سندھی تہذیب و ثقافت سے متعلق الفاظ یقیناً اردو میں تقسیم سے بہت پہلے جانے پہچانے تھے۔ لفظ "سندھ" علاقے اور دریا کے نام کی حیثیت سے زبان زد عام تھا۔ سندھ میں احترام کے لئے "سائیں" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ سارے ہند میں جانا پہچانا ہے۔ لفظ "چھوکرا" اردو میں مستعمل ہے۔ یہ سندھی کا اثر نظر آتا ہے۔ اسی طرح "اجرک" (سندھی چادر)، تعلقہ* (تحصیل) وغیرہ کے الفاظ اردو میں پہلے سے جانے پہچانے ہیں۔

* تعلقہ عربی الاصل سندھی الفاظ ہے۔

سندھی
پشتو اور اُردو کے مشترک الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال کی تفصیل اپنی اپنی جگہ بیان کی گئی ہے۔ یہاں اس تفصیل کا مطلب صرف یہ تھا۔ کہ وقت کے لحاظ سے سندھی پشتو اور اُردو کے روابط کا جائزہ لیا جائے۔ اور قدیم دور کے اثرات معلوم کئے جاسکیں۔ جدید دور کیلئے "جدید روابط" کا باب شامل مقالہ ہے۔

مشترک خارجی اثرات

سندھی، پشتو، اردو پر خارجی اثرات

پشتو، سندھی اور اردو جن علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ وہ محل وقوع کے لحاظ سے خاصے اہم ہیں۔ شمال مغربی علاقہ، سندھ اور شمالی ہندوستان ہمیشہ مختلف قوموں کی گزرگاہیں رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مختلف اوقات میں بےشمار خارجی اقوام برصغیر میں داخل ہوئیں۔ ان کے تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی اثرات کے علاوہ لسانی اثرات کا پتہ واضح طور پر چلتا ہے۔ اور ہر دور کے دھندلے نقوش آج بھی ان زبانوں میں نمایاں ہیں۔ جبکہ آخری دور کے اثرات بالکل ظاہر ہیں۔

قدیم وادئ سندھ کوہستان کشمیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ جبکہ شمال مغربی علاقہ ٹیکسلا تک پھیلا ہوا تھا۔ جو گندھارا کے نام سے مشہور تھا۔ اس لئے سندھی اور پشتو پر بیرونی اثرات جاننے کیلئے اس باب میں وادئ سندھ اور گندھارا کے نام استعمال کئے جائیں گے۔

قدیم ایرانی اثرات ۵۵۰ ق م تا ۳۲۱ ق م

قدیم تاریخ ناپید ہونے کی وجہ سے یہ جاننا انتہائی مشکل ہے۔ کہ آریاؤں کے فوراً بعد کس قوم نے برصغیر کو اپنا مسکن بنایا۔ البتہ قدیم ترین آریائی اور اوستائی دور کے بعد ہخامنشیوں کے اقتدار کا پتہ چلتا ہے۔ اس دور کو ہم ابتدائی ایرانی اثرات کا دور کہیں گے۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اس دور کو "آڳاٽي ايراني ٻوليءَ جو اثر" (ابتدائی ایرانی بولی کے اثرات کا دور کہا ہے۔ (۱)

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جو مختصر تاريخ ص ۱۱ حیدرآباد ۱۹۶۲ء

آریاؤں کا باختری گروہ دو حصوں میں تقسیم ہوا - ایک کو ماد کہا جاتا تھا جس کے علاقے کو مادا (یونانی = میڈیا) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - دوسرا گروہ "پارسوا" کہلایا - جس کے علاقے کو "پارس" کہتے ہیں - "پارسوا" قوم میں ایک قبیلہ پارسا گاڈ تھا - جس کی ایک شاخ کا نام "ہخامنشی" تھا - جس کے سردار کا نام "ہخامنش" (ایکے منز تھا)

ہخامنشیوں میں سب سے طاقتور بادشاہ "سائرس" تھا - جنہیں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے - سائرس ~~یہودیوں~~ یونانیوں کا دیا ہوا نام ہے - جبکہ یہودی اسے شوروش کے نام سے جانتے ہیں - خود ایرانی اُسے کیخسرو کہتے ہیں.

اس خاندان کے بادشاہ دارا (۵۲۰ ق م) کے زمانے میں گندھارا اور سندھ پر ہخامنشیوں کا قبضہ ہوا - دارا کے زمانے کے ایک کتبے سے پتہ چلتا ہے - کہ وادیٔ سندھ سے دوسوسا ٹھ من سونا مالئے کے طور پر ہخامنشیوں کو ملتا تھا - (۱) دُنیا کے دوسرے اٹھائیس ملکوں (صوبوں) کی طرح گندھارا پر ان کی حکومت تھی — (۲)

مشہور یونانی سیاح اور مورخ ہیروڈوٹس (Herodotus) اسی کے زمانے میں برصغیر آیا - اس کی تحریروں میں پہلی بار پکتویس (پختون) اور پکتیکا (پختونخواہ) کے نام آئے ہیں - اور مختلف قبیلوں اور اُن کے علاقوں کے نام آئے ہیں -

ہخامنشیوں کی حکومت کا عرصہ دوسوسال (۵۵۰ ق م تا ۳۳۱ ق م) سے کچھ زیادہ ہے

(۱) الف) پښتنانه د تاریخ په رڼا کښې (بهادر شاه ظفر) ص ص ۱۷۰، ۱۷۲
پشاور
۱۹۶۵ ع

ظاہر ہے - اتنے بڑے عرصے کے اثرات گندھارا اور وادئی سندھ پر بہت گہرے پڑے - فوجی روابط کے علاوہ تہذیب و تمدن، ثقافت اور مذہبی عقائد ایرانیوں سے خاصے متاثر ہوئے - ٹیکسلا (ہندی صوبہ گندھارا + وادئی سندھ) کے کھنڈرات میں ایک آتشکدے کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس علاقے میں آگ کی پوجا ہوتی تھی - سکندر جب ٹیکسلا آیا - تو اُس نے دیکھا تھا - کہ یہاں کے لوگ اپنے مردوں کو آتش پرستوں کی طرح پرندوں کے آگے ڈال دیتے تھے - یہ واضح طور پر ہخامنشیوں کے اثرات کا نتیجہ ہے - کیوں کہ دارا کے ایک کتبے سے پتہ چلتا ہے. کہ زرتشتی مذہب اُس وقت کا سرکاری مذہب تھا -

دار یوش کے زمانے کا ایک کتبہ بہستون سے ملا ہے - جسکو تاریخِ کتبات میں سب سے قدیم سمجھا جاتا ہے - دار یوش ہخامنشی خاندان کا مشہور بادشاہ تھا - جس نے ۵۲۲ ق م سے ۴۸۶ ق م تک حکومت کی - اُس نے اپنی سلطنت کے احکام کتبوں پر لکھوائے - انہی میں سے ایک کتبہ بہستون (ایران) سے ملا ہے - جو میخی رسم الخط میں لکھا گیا ہے -

اس تحریر کے تین مصرعے ایسے ہیں - جن کے اجزاء آج بھی سندھی پشتو اور اُردو میں مشترک ہیں - یہ تین مصرعے یا جملے کچھ یوں ہیں -

(i) Ne a ki ka ā hum (نے ادکیہ آہم)

(ii) Ne drau ja na ā hum (نے دروجنہ آہم)

(iii) Ne zura ka ra ā hum (نے زورہ کہ رہ آہم)

یہ ایک ایسی زبان کے الفاظ ہیں - جن کے اجزاء سندھی، پشتو اور اُردو - تینوں میں مشترک ہیں - یہی وجہ ہے - کہ تینوں زبانوں والے اِن کو اپنی زبان کے

افغان محقق عبدالحئی حبیبی نے اس زبان کا تجزیہ کیا ہے - اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ یہ پشتو زبان کے الفاظ ہیں —— (۱)

سندھی ادیب سراج نے اِن مصرعوں کو سندھی زبان سے منسوب کیا ہے۔ اور اِن کی مشابہت سندھی سے ظاہر کی ہے (۲)

اِن مصرعوں یا جملوں میں "آھم" سندھی کے "آھیان"، پشتو کے "یم" اور اُردو کے "ہوں" سے بہت نزدیک ہے - اریکہ اُردو، سندھی اور پشتو میں (اَڑ، اڑ، آڑ) کی صورت میں باقی ہے - جبکہ دروجنہ پشتو میں دروہ (مکر و فریب) کی شکل میں موجود ہے۔

اِس قدیم ایرانی زبان کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ بالکل ابتدا میں ایرانی زبان کا سندھی، پشتو اور اُردو پر گہرا اَثر پڑا - یہ اثرات بہت زیادہ ہیں۔ مگر جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے - تیسرے دور کے اثرات اتنے واضح ہیں۔ کہ پہلے کے اثرات کی پہچان مشکل ہے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے۔ کہ پہلے دور میں قدیم ایرانی زبان کا سندھی پشتو اور اُردو پر گہرا اَثر پڑا۔

---

(۱) دَ پښتو کو ادبیاتو تاریخ ص (۴) کابل ۱۹۴۳ع

(۲) سنڌي ٻولي (سراج) ص ۸۱ حیدرآباد ۱۹

یونانی اثرات (۳۲۷ ق م تا ۸۰ ق م)

ہخامنشیوں کا خاتمہ سکندر اعظم کے ہاتھوں ہوا۔ ایران کو فتح کرنے کے بعد سکندر یونانی ۳۲۹ ق م میں وادئ کابل میں داخل ہوا۔ اور ۳۲۷ ق م میں باجوڑ اور سوات (اودیانا قدیم) سے گزرتا ہوا پنجاب میں داخل ہوا۔ سرحدی قبائل نے سکندر کا زبردست مقابلہ کیا۔ اور اُسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم وہ کامیاب ہوا۔ گندھارا اور وادئ سندھ پر اُس کا تسلط ہوا۔

یونانی اثرات کے دور کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) سکندر اعظم کا براہ راست اثر یا مقدونی یونانیوں کا اثر

(۲) باختری یونانیوں کے اثرات

سکندرِ اعظم کا براہِ راست اثر

سکندر اعظم کی فتح یورپ اور ایشیاء کے تعلقات کا ایک بڑا سبب بنا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ جب تاریخ میں کسی فاتح نے ایشیاء کی طرف پیش قدمی کی جس کا تعلق یورپ سے ہو۔ اس طرح مغربی دُنیا کا اثر مشرق پر اور مشرقی فلسفے کا اثر یورپی خیالات پر پڑا۔

سکندر کے ساتھ جو مؤرخ آئے تھے۔ اُن کی تحریروں سے اُس وقت کے مختلف علاقوں کے نام یا قبیلوں کے نام پڑھے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ زیادہ معلومات نا پید ہیں۔ سکندر آندھی کی طرح آیا اور طوفان کی طرح چلا گیا۔ پشتونخواہ (قدیم گندھارا) میں اُس کی چار سالہ مدت جنگوں میں گزری۔ مگر اب یونانی یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ جنہوں نے بعد میں

باختر میں ایک شاندار سلطنت کی بنیاد رکھی۔
سکندر کی وفات کے بعد برصغیر میں "موریہ خاندان" کے حکمران برسراقتدار آئے۔ گندھارا اور افغانستان کا علاقہ بھی ان کی سلطنت کا حصہ تھا۔ جن میں چندر گپت اور اشوک کا زمانہ لسانی اثرات کے لحاظ سے خاصا اہم ہے۔ زمانی لحاظ سے ان کا دورِ حکومت سکندر اور باختری یونانیوں کے درمیان آتا ہے مگر یہاں یونانی اثرات کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے باختری یونانیوں کا ذکر پہلے کیا جا رہا ہے۔

باختری یونانی

سکندرِ اعظم کے بعد اس کے جرنیل سلیوکس نے باختر، مشرقی ایران اور شام پر مشتمل یونانی حکومت قائم کی تھی۔ جس کے انتقال (۲۸۰ ق م) پر پہلے اس کا بیٹا انتوکیوس اول اور پھر دوئم حکمران بنے۔ ان دونوں کے دورِ حکومت میں ڈیوڈوٹس نامی ایک شخص باختر کا گورنر تھا۔ جو بڑا قابل اور ہوشیار تھا۔ اس لئے اس نے "باختر" اور "سغدی" صوبوں پر مشتمل ایک نئی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ بعد میں "پارتیا" کے صوبے کو بھی اس خود مختار سلطنت میں شامل کیا۔ اس طرح یہ باختری یونانی سلطنت جو افغانستان کے ایک بڑے حصے پر مشتمل تھی، تقریباً دو سو سال تک قائم رہی۔

ڈیوڈوٹس کے بعد اس خاندان کا مشہور حکمران ڈیمٹرس گزرا ہے جس نے تخت نشین ہوتے ہی افغانستان کے بیشتر حصے کو فتح کیا۔ اور اپنے بیٹے ایوتھیدمس (دوئم) کو باختر میں اپنا نائب مقرر کر کے اپنے جرنیل "میانڈر" کے ہمراہ ہند کی فتح کیلئے آیا۔ اور (۱۸۵ ق م) میں مغربی پنجاب اور سندھ کے

بڑے حصے کو فتح کیا۔ اور ٹیکسلا کو اس کا صدر مقام بنایا۔ جو جنگی نقطۂ نگاہ سے اہم شہر تھا۔ اور موریہ خاندان کے عہد میں بھی اہم فوجی مرکز رہ چکا تھا۔ یہیں ڈیمٹرس کے نام سے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی گئی۔

ڈیمیٹرس کے خلاف جب باختر میں بغاوت ہوئی۔ تو اس نے "میانڈر" کو گندھارا میں چھوڑا۔ اور خود باختر چلا گیا۔ اِدھر "میانڈر" نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا۔ اپنی سلطنت کے حدود سندھ تک بڑھائے اور ساکالا (سیالکوٹ موجودہ) کو اپنا صدر مقام بنایا۔

باختری یونانیوں کا آخری دور اُن کی خانہ جنگیوں کا زمانہ ہے جس میں مرکزی باختری سلطنت کمزور ہو گئی۔ اور مختلف چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔ جس میں وادیٔ سندھ (پنجاب و سندھ) میں الگ حکومت قائم تھی۔ جبکہ گندھارا کی سلطنت جُدا تھی جس کا صدر مقام "پُشکلاوتی" (موجودہ چارسدہ) تھا۔ آخری باختری یونانی حکمران "ہرمایوس" تھا۔ جس کا خاتمہ ساکا خاندان کے پہلے بادشاہ "آزس" (اول) کے ہاتھوں ہوا۔ اس طرح باختری یونانی دور کا خاتمہ ہوا۔ جو افغانستان میں تقریباً دو سو سال (۲۰۰)، گندھارا میں ایک سو ساٹھ سال (۱۶۰) اور سندھ میں ایک سو بائیس سال (۱۲۲) رہا۔

یونانی دور کے اثرات

باختری یونانیوں کے اس دو سو سالہ دورِ حکومت کے سوائے مسکوکات کے اور کوئی آثار نہیں ملتے۔ اس لیے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ باجوڑ سے "میانڈر" کی دورِ حکومت کا ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے۔ جو اس کی سلطنت کے پانچویں سال کا ہے۔ (۱)

---

(۱) پښتانۀ د تاریخ په رڼا کښې (بہادر شاہ ظفر) ص ۲۰۵ پشاور ۱۹۶۵ء

اُس دور کے باقیات میں نہ تو پشتون قوم کا ذکر آیا ہے۔ اور نہ ہی سندھ کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ البتہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ پشتون گندھارا میں اور سندھی سندھ میں رہ رہے تھے۔ اس لئے اُن کی زبان، ثقافت، عقائد اور خیالات پر گہرے یونانی اثرات پڑے ہوں گے۔ مگر رفتہ رفتہ وہ اثرات اتنے دھندلے پڑ گئے ہیں۔ کہ آج اُن کی نشاندہی کرنا انتہائی مشکل ہے۔

باختری یونانیوں کی سرکاری زبان یونانی تھی۔ اس بات کا ثبوت وہ سکّے ہیں۔ جن پر یونانی زبان میں بادشاہوں کے نام درج ہیں۔ اور مختلف نقوش سے اُن کی نقاشی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ اتنے خوبصورت ہیں۔ جن پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتے تھے۔ اس نقاشی کا اثر گندھارا کے آرٹ پر ضرور پڑا ہوگا۔ جبکہ یونانی سنگتراشی کا اثر ٹیکسلا کے مجسموں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور کوشان دور میں فنون لطیفہ کو جو شاندار ترقی ملی۔ اُس کی بنیاد باختری یونانی دور میں رکھی گئی تھی۔

آج یونانی مذہبی عقائد کا اثر نہ تو پشتونوں پر نظر آتا ہے اور نہ ہی سندھیوں پر نہ کہیں اُردو بولنے والوں پر اِن عقائد کا اثر ملتا ہے۔ البتہ یہ امر یقینی ہے۔ کہ اُس زمانے میں زرتشتی، یونانی اور بودھائی عقائد کے امتزاج سے ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ جسے باختری یونانی تمدن کا نام دیا گیا۔ اور جو ایک عرصے تک افغانستان، گندھارا، پنجاب اور سندھ میں رائج رہا۔ آج اُس تہذیب کے بارے میں کچھ زیادہ کہنا مشکل ہے۔ البتہ یونانی یہاں کے مستقل باشندے بن گئے۔ جو اس طرح گھل مل گئے کہ آج اُن کی تشخیص نہیں کی جا سکتی۔ وادیٔ کافرستان کے باشندے (جو آج تک دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں) کے بارے میں عام لوگوں کا خیال یہی ہے۔ کہ یہ وہی یونانی ہیں۔ جو سکندر کے زمانے سے چلے آ

رہے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے مذہبی عقائد اور رسم و رواج کی حفاظت کی* بتایا
رہے۔ کہ اُن کی زبان یونانی نہیں۔ بلکہ داردی گروہ کی ہے۔ جو کافر کہلاتی ہے

یونانی زبان اور رسم الخط کے اثرات

باختری یونانی دور میں سب سے بڑا اثر جو یہاں کی زبان پر پڑا۔ وہ یہ تھا
کہ افغانستان اور گندھارا میں یونانی خط رائج ہوا۔ اس کا ثبوت وہ سکے ہیں
جو باختری یونانی حکمرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابتدائی دور میں ان پر صرف یونانی
زبان اور رسم الخط پائے جاتے ہیں۔ مگر بعد میں یونانی کے ساتھ ساتھ ایک مقامی
باختری زبان بھی ملتی ہے، مگر اسے پڑھا نہیں جا سکا ہے۔ اسی طرح ڈیمٹریس
کے دور کے سکوں پر یونانی کے ساتھ خروشتی رسم الخط میں لکھی ہوئی زبان بھی ملتی
ہے۔ گویا یونانی کے ساتھ علاقائی زبانیں بھی رائج تھیں۔ اور ایسے لوگ موجود تھے
جو دونوں زبانوں کو بول اور لکھ پڑھ سکتے تھے۔

یونانی رسم الخط کو جب افغانستان اور گندھارا میں رواج پایا۔ تو مقامی
زبانوں کیلئے اسی رسم الخط کو استعمال کیا گیا۔ جیسا کہ بغلان کے کتبے سے ظاہر ہے۔
یہ کتبہ دوسری صدی مسیح میں (۱۵۰ ق م اور ۱۶۰ ق م) کے درمیان لکھا
لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشکدے سے ملا ہے۔ اس میں آتشکدے کی تعمیر اور آبادی
سے متعلق واقعات درج ہیں۔ اس کتبے کی زبان ایک مقامی زبان ہے۔ جس میں
فارسی، پشتو اور قدیم ہندی (سنسکرت) کے الفاظ شامل ہیں۔ اور ان میں سے بیشتر
آج بھی تینوں زبانوں میں مستعمل ہیں۔ اس کتبے سے ظاہر ہوا۔ کہ اُس وقت جب
کوشان بادشاہ حکمران تھے، یونانی رسم الخط استعمال کیا جاتا تھا۔ (۱)

---

(۱) ملاحظہ ہو زبان دو ہزار سالہ افغانستان (عبدالحئی حبیبی) کابل ۱۹۶۳ء

* اگرچہ ایسا لکھنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔

یونانی رسم الخط کے اثرات درّہ ٹوچی کے دو کتبوں میں بھی ملے ہیں۔ ان میں سے ایک کتبہ عربی اور باختری زبان میں ہے۔ جبکہ دوسرا باختری اور سنسکرت میں لکھا ہوا ہے۔ یہ کتبے ۸۵۷ ع اور ۸۶۲ ع کے ہیں(۱) باختری زبان یونانی خط میں ہے۔ جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ کسطرح یونانی رسم الخط اتنے بعد تک یہاں رائج رہا۔

فاتح قوم کا اثر مفتوح قوم پر یقیناً گہرا پڑتا ہے۔ اس لیے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سندھی پشتو اور اردو (قدیم ہندی - سنسکرت) پر یونانی زبان اور کلچر کے بہت سے اثرات مرتب ہوئے۔ مگر ایک طویل دور گزرنے کے بعد یا تو وہ اثرات مٹ گئے ہیں۔ یا اتنے دھندلا گئے ہیں کہ آج محسوس نہیں ہوتے۔

مشہور فرانسیسی ادیب ڈاکٹر گستاؤلی بان یونانی اثرات کے بارے میں لکھتا ہے۔
"چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان کو یورپ سے کام پڑا۔ اس کے تمدنی ~~اثرات~~ نتائج البتہ بڑا اثر ہوئے" —— (۲)

بھیرومل مہرچند اڈوانی نے اپنی کتاب "سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ" میں سندھی زبان میں رائج یونانی زبان کی فہرست یوں دی ہے۔

(i) یونان — اصل (IONIAN)
(ii) پرسو (پیرس رام میں) اصل (PELKUS)
(iii) دام = اصل (DRAKME)
(iv) سرنگھ = اصل SYRINX SURINKS

---

(1) Bulletin of the Department of Archaeology University of Peshawar vol. I 1964.
(۲) تمدن ہند (ترجمہ سید بلگرامی) ص ۱۸۲ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۰ع

(۷) سیبون (سیویاں، میدے سے بنی ہوئی) اصل Semidalis ـ (۱)
یہ تو وہ الفاظ ہیں جنہیں ہاکا بجیر ومل نے انتہائی تلاش وجستجو کے بعد لکھا ہے۔ اِن کے علاوہ یونانی کے بہت سے الفاظ انگریزی کے ذریعے یا عربی کے ذریعے سندھی، پشتو اور اُردو میں رائج ہیں۔

یونانی	سندھی	پشتو	اُردو
کانون	قانون	قانون	قانون
کلم	قلم	قلم	قلم
پھانوس	فانوس	فانوس	فانوس
کفن	کفن	کفن	کفن
زیوس Zeus	ڈیو	دیوہ	دیا
ستراپ (گورنر)	ـ	(ستر بڑا۔ رہنما) *	

سکندر کا نام آج برِصغیر میں اس طرح رکھا جاتا ہے گویا یہ خالص اسلامی نام ہو۔ حالانکہ یہ واضح طور پر سکندر یونانی کا اثر ہے۔
یونانی زبان اور تہذیب کا اثر پشتو سندھی اور اُردو تینوں پر پڑا۔ مگر بعد کے اثرات نے اِن کو دھندلا کر دیا۔ بہرحال اِن اثرات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ص ص ۱۷۹، ۱۸۰ حیدرآباد ۱۹۵۶ء

ایرانی اثرات

(دوسرا دور)

ساسانی بادشاہوں کی زبان سنہ ۲۳۰ء تا سنہ ۳۲۵ء

کوشان دور کے بعد ایک بار پھر افغانستان، گندھارا، سندھ اور شمالی ہند پر ایرانی بادشاہوں کا تسلط ہوا۔ اور ساسانی خاندان کے آردشیر نے ایران میں نئی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جس نے تقریباً ۲۳۰ عیسوی میں گندھارا پر قبضہ کیا۔ اس طرح یہاں کے کشان سردار ایران کے باجگذار بن گئے۔

آردشیر کے بعد اس کا بیٹا شاپور تخت پر بیٹھا۔ یہی وہ شاپور ہے جس کا کتبہ تخت جمشید کے قریب نقش رستم کے مقام پر آتشکدہ کی دیواروں پر لکھا ہوا ملا ہے۔ اور اس میں پسکیبورا (پشاور) کو ایران کا شرقی سرحد دکھایا گیا ہے۔

سر اولف کیرو لکھتا ہے،

"کوشان سلطنت کا جو حصہ ساسانیوں کے ہاتھ آیا۔ اس میں گندھارا، ڈیرہ جات اور سندھ کے علاوہ افغانستان کا بھی وسیع علاقہ شامل تھا" —— (۱)

شاہ پور (اول) کے نقش رستم کے کتبے میں پہلی بار لفظ "ابگان" استعمال ہوا ہے یعنی Goundifer ABGAN Rismaud (گوندلفر ابگان رسماد) جو "افغان" کی ابتدائی صورت ہے۔ اس سے افغان قوم کا ایران کی سلطنت میں عمل دخل کا پتہ چلتا ہے۔ ساسانی دور میں قدیم فارسی زبان کا سندھی، پشتو اور اردو پر گہرا اثر پڑا۔ اسے ایرانی اثرات کا دوسرا دور کہا جا سکتا ہے۔ مگر جیسا ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایرانی اثرات تیسرے دور میں اتنے واضح ہیں۔ کہ اب پہلے اور دوسرے دور کے الفاظ و اثرات کی نشاندہی مشکل ہے۔

---

(۱) پٹھان ص ۱۲۳ (ترجمہ The Pathans کیرو) پشاور ۱۹۶۷ء

پالی اثرات

(پہلا دور)

موریہ خاندان (۳۰۵ ق م تا ۲۵۰ ق م)

سکندر اعظم اور باختری یونانی حکمرانوں کے درمیانی دور میں چندر گپت موریہ نے گپت خاندان کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ گندھارا میں سکندر کے جرنیل "امبھی" کو لوگوں نے بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ اور خود کو یونانیوں سے آزاد کرایا۔ مگر چندر گپت نے فوراً ہی سارے علاقے کو اپنے قبضے میں کیا۔ اس طرح گندھارا پر موریہ خاندان کا تسلط ہوا۔

چندر گپت کے بعد اس کا بیٹا "بندو سارا" تخت نشین ہوا۔ جس کی وفات پر "اشوک اعظم" تاج و تخت کا مالک بنا۔ جسے ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے زمانے میں بدھ مت کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور یہ ہندوستان، گندھارا اور افغانستان کے کونے کونے میں پھیلا۔ اس کا ثبوت اشوک کے وہ فرامین ہیں۔ جو پالی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ اور شہباز گڑھی (مردان) مانسہرہ (ہزارہ) اور دوسرے مقامات سے کتبوں پر دستیاب ہوئے ہیں۔

میگستھنیز (Magasthenese) ۳۰۴ ق م سے ۲۹۷ ق م تک اشوک کے دربار میں رہا۔ اُس نے اُس دور کے حالات لکھے ہیں۔

موریا خاندان ۳۰۵ ق م سے ۲۵۰ ق م تک حکمران رہا۔ جس کے بعد اسے زوال آیا۔ اور یونانی باختری افغانستان، گندھارا اور سندھ پر قابض ہوگئے۔

اشوک کی سرکاری زبان پالی تھی۔ جسمیں بدھ مذہب کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ اسی زبان کے بہت سے کتبے گندھارا، افغانستان اور ہندوستان کے مختلف

کے دوسرے مختلف مقامات سے ملے ہیں۔

پالی زبان کا سندھی، پشتو اور اُردو (قدیم ہندی) پر گہرا اثر پڑا ہوگا۔ کیونکہ باختری یونانی دور کے خاتمے پر کوشان دور میں پھر پالی زبان کو عروج حاصل ہوا۔ البتہ اِن سے پہلے ساکا، پارتھی اور پہلوا سلاطین کا دور آتا ہے۔ اس لیے کوشان دور کو پالی اثرات کا دوسرا دور کہا جائے گا۔

تورانی اثرات

ساکا، پارتھی اور پہلوا دور (۵۸ ق م تا ۷۵ عیسوی)

باختری یونانی حکمرانوں کے بعد ساکا، پارتھی اور پہلوا حکمرانوں کا دور آتا ہے۔ جو گندھارا، افغانستان اور سندھ پر تقریباً دو سو سال تک حکمران رہے۔ اس دور کے بہت سے سکّے دستیاب ہیں۔ جن سے اُس دور کی تاریخ مرتب کی گئی ہے۔

ساکا اور پارتھی وسط ایشیاء کے خانہ بدوش تورانی قبائل تھے۔ جو اپنی قدیم روایات کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ یہ قبائل اپنے اصل علاقے سے نکلے اور افغانستان، گندھارا، سندھ اور شمالی ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس دور میں سیستان کا نام ساکستان تھا۔

"مالیوس" پہلا ساکا حکمران تھا۔ جس نے ۵۸ ق م میں ٹیکسلا کو اپنا دارالحکومت بنا کر ایک مرکزی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اسی سے ساکا دور کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ لوگ ۷۵ عیسوی تک برسراقتدار رہے۔ سکّوں کے مطابق چار حکمران ماولیس (MAVES)، آئیس (AZES I)، آئسیلزز (AZILISES) اور آئس دوئم (AZES II) کے ناموں کا پتہ چلتا ہے۔

ساکا نڈر، جنگجو اور بہادر تھے۔ مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس نے ساکاؤں کا ذکر بھی کیا ہے:۔

"ساکاؤں نے شلواریں پہن رکھی تھیں۔ لمبی مخروطی ٹوپیاں سروں پر تھیں۔ ان کے پاس اپنے ملک کے تیر کمان اور خنجر تھے۔ اور ایک قسم کے کلہاڑے ان کے پاس تھے۔ یہ اصل میں آمور جین سیتی قبائل تھے۔ مگر ایرانی ان کو ساکا

کہتے تھے۔ کیونکہ وہ تمام سیتی قبائل کو اسی نام سے پکارتے تھے" ـــ (۱)
پارتھی ساکاؤں کے قرابت دار تھے۔ جو ان کے بعد گندھارا، افغانستان اور سندھ و پنجاب کے حکمران بنے۔ ساکاؤں کی جگہ پارتھیوں کے برسر اقتدار آنے کو ایک ہی قوم کے دو قبائل میں سے ایک کو مغلوب کر کے دوسرے کا حکمران بن جانا کہا جا سکتا ہے۔ "پارتھی" ۵۷ء تک برسر اقتدار رہے۔ جن کے بعد "پہلوا" خاندان کے آثار ملتے ہیں۔

پہلوا، جنہیں یورپی مؤرخوں نے "ہندی پارتھی" بھی لکھا ہے۔ انہی پارتھیوں اور ساکاؤں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے پارتھیوں کے بعد حکومت سنبھالی۔ البتہ ان کا دور بہت مختصر ہے۔ اس سلطنت کا بانی ونوس تھا۔ اور اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ گندوفارس (Gondophares) تھا۔ جس کا کتبہ مردان کے گاؤں "تخت بھائی" سے دستیاب ہوا ہے۔ اور جس پر ۱۰۳ بکرمی درج ہے۔ جو اس کی حکومت کا اکیسواں سال ہے۔ گویا وہ ۴۶ عیسوی کو تخت نشین ہوا تھا۔ اور ۵۱ عیسوی تک زندہ رہا۔ اس کے سلطنت کے حدود سیستان سے لیکر گندھارا تک پھیلے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گندوفارس نے ایک عیسائی حواری سینٹ تھامس کو پہلے قید کیا تھا۔ مگر بعد میں نہ صرف اُسے آزاد کیا۔ بلکہ خود بھی عیسائی مذہب قبول کیا۔ اس کا پتہ تخت بھائی کے کتبے سے ہوتا ہے۔ ویسے ابتدا میں وہ زرتشتی مذہب کا پیرو تھا۔ ــ (۲)

پہلوا (ہندی پارتھی) خاندان کا کل عرصۂ حکومت ستر سال بنتا ہے جن کے کوشان دور کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) لیبنانۂ د تاریخ پہ رڼا کښې ص ۲۲۲ پشاور/۱۹۶۵ مؤلف بہادر شاہ ظفر
(۲) ـــ ایضاً ـــ ص ۲۲۳

ساکا، پارتھی اور پہلوا عہد کی زبانیں
اور سندھی، پشتو، اردو پر اُن کا اثر

ساکا، پارتھی اور پہلوا دورِ حکومت اس لحاظ سے منفرد ہے۔ کہ اس کے تمام بادشاہوں کے سکّے دستیاب ہوئے ہیں۔ اِن سکوں پر یونانی زبان اور رسم الخط اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ یونانی اثرات بہت دیر پا تھے۔ جو ساکا، پارتھی اور پہلوا دور تک اور اس کے بعد بھی ملتے ہیں۔ یونانی زبان کے ساتھ ہی اِن سکّوں پر ایک مقامی زبان بھی کندہ ہے جو خروشتی رسم الخط میں ہے۔

بعض محققین کے خیال میں پشتو زبان ساکا اور پارتھی قوم کی زبان سے نکلی ہے وہ پارت، پثیت، پیشتون اور پارتیا، پشتو نخواہ، پکتیکا کو ایک ہی مادے سے بتاتے ہیں۔ اور ساکاؤں کی تصویروں (سکوں پر) اور حالات سے پشتون قبائل کی مشابہت ظاہر کرتے ہیں۔

مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے ساکاؤں اور شامی یونانی سیاح اپولونیس نے پنڈی پارتھیوں کے حالات لکھے ہیں۔

اس دور کی زبان کے صرف چند ~~حروف~~ الفاظ موجود ہیں۔ جو سکوں پر درج ہیں ایک بات قابل ذکر ہے۔ کہ اس وقت بادشاہ کے نام کے ساتھ اُس کے بھائی یا بھتیجے کا نام بھی لکھا ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اقتدار میں اُن کو بھی شامل سمجھا جاتا تھا۔ اور سکے پر نام درج کرکے اُن پر اعتماد کا اظہار کیا جاتا تھا۔

آج ساکاؤں اور پارتھیوں کی زبان کے بہت سے اجزاء پشتو، سندھی اور اردو میں مروج ہیں۔ مگر جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ اس زبان کے صرف چند الفاظ موجود ہیں۔ جن کی مثالیں یہ ہیں۔

ساکا زبان	سندھی	پشتو	اُردو
برات (بھائی)	پاؤ (بھاؤ)	ورور	بھائی
پوترا (بیٹا)	پٹ	ځوئے۔ پور	بیٹا۔ پوت
راجا	راجا (راجو)	راجہ	راجہ

اِن چند معلوم الفاظ کی مشابہت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ساکا، پارتھی اور پہلوا خاندانوں کی زبان نے پشتو، سندھی اور اُردو کی ساخت میں یقیناً حصہ لیا ہے۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے ساکاؤں کے دور کو ترکی اور دراوڑی زبانوں کے دور میں شمار کیا ہے۔ اور اس کا تعین ۱۵۰ ق م تا ۱۲۰ ق م کیا ہے۔ اور پہلی صدی مسیحی تک اس کے اثرات دکھائے ہیں — (۱)

جناب ڈاکٹر غلام علی الانا نے اپنی کتاب "سنڌي ٻوليءَ جو بڻيادُ" میں سندھی زبان کو دراوڑی زبانوں سے قریب تر ثابت کیا ہے۔ اور چونکہ بعض محققین نے دراوڑی زبانوں کو قدیم سیتھین (ساکا، پارتھی، پہلوا) بولی کے خاندان میں شامل کیا ہے۔ اس لئے الانا صاحب، سندھی کو بھی تورانی النسل سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:—

"اگر کالڈویل کی رائے کے مطابق دراوڑی زبانیں سیتھین (ساکا، پارتھی، پہلوا) زبانوں کی صورت تورانی خاندان سے مشابہت رکھتی ہیں۔ تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا۔ کہ دراوڑی بولیوں کی اصل موہنجو دڑو کی زبان ہے۔ اور موہنجو دڑو کی بولی تورانی زبان سے تعلق رکھتی ہے" —(۲)

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ ص ۱۱ حیدرآباد ۱۹۶۲ع

(۲) سنڌي ٻوليءَ جو بڻياد ص ۱۱۵ حیدرآباد ۱۹۶۷ع

سر اولف کیرو پشتو کا تعلق ساکا زبان سے جوڑتے ہوئے یوں لکھتا ہے:۔
"جہاں تک ہم ساکا بولی سے واقف ہیں۔ اس کے ساتھ پٹھانوں کی زبان (پشتو) کے تعلق کی حمایت میں مضبوط شہادتیں ملتی ہیں" ـــ (۱)

اِن بیانات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ اِن سیتھین (ساکا۔ پارتھی پہلوا) اقوام کی زبان کا سندھی، پشتو اور اُردو تینوں پر گہرا اثر پڑا۔ اتنا کہ بعض محققین اس کو سندھی، پشتو ~~اور اردو~~ زبانوں کی بُنیاد سمجھتے ہیں۔ بہرحال یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ سندھی پشتو اور اُردو پر ساکا، پارتھی اور پہلوا خاندان کی زبان کا خاصا اثر پڑا۔

(۱) پٹھان (ترجمہ The Pathan) کیرو ص ۱۰۸ پشاور ۱۹۶۷ء

پالی اثرات (دوسرا دور)

کوشان عہد سنہ ۵۰ء تا ۲۲۵ء

ساکا، پارتھی اور پہلوا دور کے بعد افغانستان، گندھارا، سندھ اور شمالی ہند کوشان خاندان کے قبضے میں آئے۔

کوشان وسط ایشیاء کے یوچی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔ جس کا سردار "کوی شانگ" تھا۔ اسی کے نام پر خاندان کا نام کوشان پڑا۔

کوشان خاندان کا بانی "کجولا کدفیزس" (Kujula Kadphises) تھا جس نے سنہ ۵۰ء میں کابل، سنہ ۶۰ء میں گندھارا اور سنہ ۶۵ء میں ٹیکسلا کو فتح کر کے شمالی ہند تک اپنے حدود بڑھائے۔

کجولا کدفیزس کے بعد ویما کدفیزس برسر اقتدار آیا۔ جس کے بعد اس خاندان کے عظیم بادشاہ کنشک کا دور آتا ہے۔ جو زبان اور آرٹ کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔

گندھارا کا عظیم الشان فن اسی دور میں وجود میں آیا۔ جو پشاور سے بہت سے ایشیائی ممالک میں پھیلا۔ اس آرٹ میں پتھر، کانسی اور استر کئے ہوئے پتھر کے مجسمے، صندوقچے، لوحیں، بڑے پیالے اور فن کاری کے دوسرے نمونے شامل ہیں۔

کنشک ایک طاقتور حکمران تھا۔ جو بدھ مت کا زبردست پیرو کار رہا اور اسے پھیلانے کیلئے شاندار کام کیا۔ اسی کے دور میں مہاتما بدھ مہایانا (اوتار۔ پیغمبر) سے مہایانا (دیوتا) بنا دیئے گئے۔ اور اسے الوہیت کا درجہ دیا گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اس دور کے فن کے ہر نمونے کی بنیاد بن گئے۔

کنشک ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا۔ جس کے حدود تمام افغانستان، گندھارا، شمالی ہند (گنگا کے میدان تک)، ہندھیاچل اور سنکیانگ تک پھیلے

ہوئے تھے۔ پارتھیا، ختن (تبت)، کشمیر اور گجرات کے صوبے بھی اس عظیم سلطنت کا حصہ تھے۔ جس کا دارالحکومت "پشاور" تھا۔

موجودہ پشاور شہر کے گنج دروازے کے باہر شاہ جی کی ڈھیری سے کنشک کے دور کا ایک صندوقچہ برآمد ہوا ہے۔ جو پشاور کے عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس میں جو تبرکات محفوظ تھے۔ انہیں برما کی حکومت کے حوالے کیا گیا ہے۔ جہاں کی آبادی بدھ مت کی پیرو ہے۔

شاہ جی کی ڈھیری (پشاور) میں کنشک نے ایک یادگار مینار بنوایا تھا۔ جس کی بلندی (۴۰۰ فٹ) تھی۔ یہیں بدھ مت کی ایک خانقاہ کے آثار بھی ملے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہاں بدھ مت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مشہور بدھ عالم ویرا دیو (VIRA DEVA) نے نویں صدی عیسوی میں اس خانقاہ کو دیکھا تھا (۱)

کنشک نے ۱۵۰ء میں وفات پائی۔ مگر صحیح طور پر اس کے جانشین کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم اسی خاندان کے دوسرے بادشاہوں کے جو نام سکوں پر درج ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) واشکا (۲) کنشک دوئم (۳) ھوئشکا (۴) واسودیوا

واسودیوا ۱۸۲ء میں تخت نشین ہوا۔ اور ۲۲۵ء تک حکمران رہا اُس کے نام سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ بدھ مت کو چھوڑ کر برہمنیت کے زیر اثر آچکا تھا۔ کیونکہ اس آخری دور کو اپنا سلطنت کو بچانے کیلئے کبھی کچھ کر سکتا تھا۔ اور اگر واقعی ایسا ہو۔ تو یہ سب کچھ بعد از وقت تھا۔ کیونکہ جلد ہی ساسانی خاندان غالب آیا۔ اس طرح کوشان خاندان کے ۱۷۵ سالہ شاندار دور کا خاتمہ ہوا۔

---

(۱) پٹھان (ترجمہ The Pathans اولف کیرو) ص ۱۱۹ پشاور ۱۹۶۷ء

کنشک کے عہد کی خروشتی تحریر مختلف کتبوں اور چاندی یا تانبے کی پلیٹوں پر ٹیکسلا
متھرا، تخت بائی، سوئی دیہار (بہاولپور)، آرا، وردک (افغانستان) اور زیاسائٹ
سے دستیاب ہوئی ہیں۔ اِن کے علاوہ بغلان کا وہ کتبہ اسی دور کا ہے۔ جو یونانی
رسم الخط میں ہے اور ھولیشکا کے زمانے میں ۱۵۰ عیسوی سے ۱۶۰ عیسوی کے درمیان لکھا گیا
بغلان کے اس کتبے سے ایک بات واضح ہوتی ہے۔ کہ کوشان عہد میں بدھ مت کے
ساتھ ساتھ آتش پرستی بھی رائج تھی۔ کیونکہ بغلان کا یہ کتبہ ایک آتشکدے سے
برآمد ہوا ہے۔ جسکو شاہ ھولیشکا نے آباد کیا۔ اور اس کے لیے پانی کا بندوبست کیا۔
بغلان کی اس تحریر کا تجزیہ افغان محقق اور ادیب عبدالحئی حبیبی نے مادر زبان
دری یا زبان دو ہزار سالہ افغانستان کے نام سے کیا ہے۔ زبان کا نمونہ یہ ہے۔
اصل ایدہ مالیزم کنیشکو اننہ بگ لنگ سیدی بگ شاکنشکی نامو برگ کرد
ترجمہ این است مادر کانشکای بعبور بغلان کہ آں را شاہ بزرگ کانشکائی نامور کرد (۱)
اس زبان کو اُس نے (class - ۵۰ - دری) نام دیا ہے۔ یعنی ایسی زبان جس
میں دو زبانیں باہم مل گئی ہوں۔ یہ بات صحیح ہے۔ کہ اس مشترک کوشان زبان
کے بہت سے الفاظ آج بھی پشتو سندھی فارسی اور اُردو میں رائج ہیں۔ یونانی خط
سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ یونانی رسم الخط بہت بعد تک رائج رہا۔
اشوک، یونانی باختریوں اور کنشک کے خروشتی کتبوں کے رسم الخط کا تجزیہ
ڈاکٹر احمد حسن دانی نے اپنی کتاب INDIAN PALLEOGRAPHY
میں کیا ہے۔ اور اس خط کے مختلف نمونوں سے اس کے ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے۔

ملاحظہ ہو مادر زبان دری (عبدالحئی حبیبی) کابل ۱۹۶۳ء ص ۱۴۰

کوشان دور برِصغیر کی تاریخ میں عموماً اور افغانستان، گندھارا اور سندھ کی تاریخ میں خصوصاً بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جس میں مجسمہ سازی، نقاشی، موسیقی، تعمیرات وغیرہ نے خوب ترقی کی۔ اور ایک مستقل دبستان (School of thought) وجود میں آیا۔ جسے گندھارا آرٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

آرٹ کے علاوہ مذہب، تجارت، زبان اور ثقافت کے لحاظ سے بھی یہ دور خاصا اہم ہے۔ جس نے دیرپا اثرات چھوڑے ہے۔ اسی دور میں بدھ مت نے بے مثال ترقی کی۔ اور یہ افغانستان، ہند، چین، جاپان، سری لنکا اور دوسرے ممالک میں پھیلا۔ کنشک نے اس کی تبلیغ کے لیے مبلغین بھیجے۔ اور اس مذہب کو رائج کیا۔

کوشان دور میں رومن سلطنت کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا ہوئے۔ اور دونوں میں تجارت کا آغاز ہوا۔ رومی سلطنت کا سونا یہاں کے لوگوں کے توجہ کا مرکز تھا۔ جبکہ کابل، گندھارا اور کشمیر سے اون، چین سے ریشم، سندھ سے جبٹر (گوند) اور ہندوستان سے جڑی بوٹیاں اور عطر اور بدخشان کے لعل اور قیمتی پتھر رومی سلطنت میں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ اس طرح ~~خوشحال~~ کوشان سلطنت اقتصادی طور پر خوشحال ہوا۔

کوشان دور کی زبان

کوشان دور کی بے شمار تحریریں سکوں اور کتبوں کی صورت میں ملی ہیں۔ ایک بات قابل ذکر ہے۔ کہ جتنے سکے دستیاب ہیں۔ ان کا رسم الخط یونانی ہے۔ جبکہ کتبے خروشتی خط میں ملتے ہیں۔ البتہ یونانی زبان اب عام مستعمل نہیں تھی۔ بلکہ اس کی جگہ پالی زبان کو بدھ مت کی سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ یہی زبان اشوک کے دور میں بھی کتبوں پر تحریر کی گئی تھی۔

اشوک اور کنشک کی پالی زبان کا سندھی پشتو اور اُردو تینوں پر گہرا اثر پڑا ہے ۔ کیونکہ یہ اُس وقت کی عوامی بولی تھی ۔ اور بدھ مت کی تعلیمات کے لیے اسی زبان کا انتخاب کیا گیا تھا ۔

سندھی زبان پر پالی کے اثرات کے بارے میں ڈاکٹر بلوچ لکھتا ہے :-

" مگر پراکرت بولیوں خصوصاً پالی زبان کا اثر کسی قدر سندھی زبان پر پڑا ہوگا " (۱)

بھیرو مل مہر چند آڈوانی نے بھی سندھی زبان پر پالی کے گہرے اثرات کا ذکر کیا ہے :-

" سنسکرت بعد میں بگڑ کر پالی بنی ۔ اسی لیے سندھ اور گندھارا کی پالی یقینی طور پر بہار اور دوسری جگہوں کی پالی سے ٹھیٹ ہوگی ۔ دوسری بڑی بات یہ ہے ۔ کہ نہ صرف پالی کا تلفظ بلکہ کچھ الفاظ بھی سندھی زبان سے مشابہت رکھتے ہیں ۔

مثلاً

سنسکرت	پالی	سندھی
دھرم	دھم	دھم / دھرم
پریم	پیم	پیم / پریم —— (۲)

اِن اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے ۔ کہ پالی پراکرت کا اثر سندھی زبان پر یقیناً پڑا ہے ۔ اسی طرح کے اثرات پشتو اور اُردو (قدیم ہندی) پر بھی یقیناً پڑے ہوں گے ۔ مگر آج اُن کی نشاندہی کرنا مشکل ہے ۔

کوشان دور کی ایک اہمیت اُس خروشتی رسم الخط کی وجہ سے بھی ہے ۔ جس کے کتبے افغانستان سے لیکر تبت تک پھیلے ہوئے ہیں ۔ یہ رسم الخط دائیں سے بائیں لکھا

---

(۱) سنڌي ٻولي جي مختصر تاريخ (بلوچ) ص ۶ حیدرآباد ۱۹۶۲ع
(۲) سنڌي ٻولي جي تاريخ (بھیرومل) ص ۱۷ حیدرآباد ۱۹۵۶ع

جاتا تھا۔ اور یہ پانچ سو سال سے زیادہ عرصے تک رائج رہا۔ بلکہ اسی کے ساتھ جنوبی ہند میں برہمی رسم الخط نے رواج پایا۔ جس کی دیوناگری صورت میں سنسکرت زبان لکھی گئی ہندوستان کے بہت سے رسم الخط اسی سے نکلے ہیں۔

خروشتی خط جو ایک بڑے عرصے تک ایک بڑے علاقے میں رائج رہا۔ مختلف زبانوں کے لیے استعمال کیا گیا۔ اس کے حروف صوتی ہیں۔ اور اِن میں مختلف آوازوں کو صحیح طرح لکھنا آسان ہوتا ہے۔

قدیم تحریریں ناپید ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم سندھی اور قدیم پشتو اِسی مقبول رسم الخط میں لکھی گئی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی آمد کے بعد تینوں زبانوں نے عربی خط کو اپنانے میں کوئی دِقّت محسوس نہیں کی ہوگی۔ کیونکہ خروشتی اور عربی دونوں خط دائیں سے بائیں لکھے جاتے تھے۔

قدیم ترکی اثرات

افتھالی یا سفید ھُن ۳۲۵ئہ تا ۵۳۰ئہ

گندھارا اور وادیٔ سندھ پر ساسانیوں کے اقتدار میں عارضی طور پر تعطل پیدا ہوا۔ اور ایک غیر ایرانی قوم افتھالی جنہیں سفید ھن کہا جاتا ہے۔ یہاں کی تقدیر کی مالک بنی۔ سفید ھنوں کے بارے میں زیادہ معلومات چینی ادب میں پائے جاتے ہیں۔ جس میں انہیں (Yi - ta - ni - tu - da) ای۔ تی۔ آنی۔ ی۔ ڈو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ فارسی اور عربی میں انکو ھیتال (HAYTAL) یا ھیاطلہ کہتے ہیں

افتھالیوں کے بارے میں اکثر محققین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ وہ ترکی النسل تھے۔ جو منگولی زبان بولتے تھے۔ اور ان کا حکمران خاقان یا خان کہلاتا تھا۔ یہی لفظ "خان" آج تک پشتو زبان اور پشتون معاشرت کا اہم جزو بنا ہوا ہے۔

افتھالیوں کے اقتدار کی دو لہریں گندھارا کی طرف آئیں۔ پہلے گروہ کو کیداری یا چھوٹے کشان بھی کہا جاتا ہے۔ جن کا سردار کیدار گندھارا پر ۳۲۵ عیسوی میں قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس خاندان کا اقتدار تقریباً ایک سو برس رہا۔ جس کے بعد افتھالیوں کے دوسرے گروہ نے ۴۲۵ عیسوی میں اقتدار پر قبضہ کیا۔ اور تمام شمالی ہندوستان پر ان کا قبضہ ہوا۔ جس سے ایران کی ساسانی سلطنت کافی کمزور ہوئی۔ افتھالیوں نے ایران پر حملے بھی شروع کئے۔ پہلا حملہ ۴۲۷ ع میں ساسانی بادشاہ پنجم نے روکا۔ جسکو بہرام گور کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُس نے تمام افتھالی سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ بعد میں بہرام گور کے پوتے فیروز نے جب اپنی مدد کے لیے افتھالیوں کو بلایا۔ اور کچھ مدت کے بعد ان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ تو زبردست لڑائی کے بعد ۴۸۴ع میں فیروز کے قتل کے ساتھ ہی ساسانی اقتدار کے ایک دور کا

کا خاتمہ ہوا۔ اور افتھالی شمالی ہند کے ساتھ ایران کے بھی حاکم بنے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد
گندھارا اور پنجاب میں تورا مانا (Toramana) اور اس کے بیٹے مہر گلا (MIHR GULA)
کے مظالم کی وجہ سے بغاوت ہوگئی۔ اور افتھالی شکست کھا گئے۔ یہی وجہ ہے کہ
گندھارا میں پسپائی کے بعد باختر اور ایران میں بھی اُن کا خاتمہ ہوا۔

افتھالیوں کے دور میں تُرکی زبان کے اثرات سندھی، پشتو اور اُردو پر مرتب ہوئے
اس طرح مندرجہ ذیل الفاظ قدیم ترکی اثرات کے باقیات میں سے معلوم ہوتے ہیں۔

افتھالی قدیم ترکی	پشتو	اُردو
خاقان/خان	خان	پشتون قبیلے کا سردار/ نام کا جزو
اولس	اولس	قوم
برمتہ	برمتہ	کسی کے بھیڑوں کے گلے پر اپنا نقصان پورا کرنے کے لیے حملہ کرنا۔
اَشر	اَشر	فصل کاٹنے کے لیے بلائے گئے دوست (1)

سندھی، پشتو اور اُردو میں ترکی کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ مگر یہ تعین کرنا مشکل ہے۔ کہ کون سے الفاظ کس دور میں آئے ہیں۔ کیونکہ ترکی زبان کے بعد کے دور کا تینوں زبانوں پر گہرا اثر پڑا ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔

(1) پٹھان ص ۱۳۰ ترجمہ (The Pathans) کیرو پشاور ۱۹۶۷ء

ایرانی اثرات (تیسرا دور)

ساسانی خاندان کا دوسرا دور ۵۳۱ء تا ۶۴۳ء

انتفالیوں کے خاتمے کے بعد ایک بار پھر ساسانی خاندان برسراقتدار آیا۔ اور خسرو اول نوشیروان عادل کا طویل دور (۵۳۱ تا ۵۷۹ عیسوی) شروع ہوا۔ اس سلسلے کا مشہور بادشاہ خسرو پرویز ہے۔ شیرین اسی کی ملکہ تھی۔ جس کے نام سے سندھی، پشتو، اردو اور فارسی ادب میں کوہکن فرہاد کا نام وابستہ ہے۔ خسرو پرویز نے اپنی سلطنت کے حدود ہخامنشی دور تک بڑھائے۔ لیکن رومی بازنطینیوں نے ہرقل کی قیادت میں ساسانیوں کے بادشاہ خسرو دوئم کو ۶۲۸ ع میں شکست دی۔ اور رومیوں نے بہت سا علاقہ آزاد کرایا۔ ساسانی سلطنت ایک زبردست انتشار کا شکار ہوئی۔ کئی شہزادے یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے مگر مارے گئے۔ یزدگرد سوئم (پینتیواں ساسانی بادشاہ) کے زمانے میں عربوں کے حملوں کا آغاز ہوا۔ اس طرح ۶۳۲ عیسوی میں ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

گندھارا، سندھ اور شمالی ہند پر ایرانی اثرات کو کئی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور قدیم اثرات کا ہے۔ جو ہخامنشیوں کا دور کہلاتا ہے۔ دوسرا دور ساسانیوں کے اقتدار کا پہلا دور ہے۔ جو ۲۳۰ ء سے شروع ہو کر ۴۸۴ ع تک رہا۔ اور تیسرا دور ساسانیوں کے اقتدار کا دوسرا دور ہے۔ جو ۵۳۱ ء تا ۶۴۳ ع رہا۔

ان تینوں ادوار میں سندھی، پشتو اور اردو پر فارسی کے گہرے اثرات پڑے۔ مگر جب اسلامی دور میں فارسی علمی، ادبی اور سرکاری زبان کی حیثیت سے اُبھری۔ تو اُس کے اثرات تینوں زبانوں پر بہت واضح پڑے۔

اسلام کا ظہور
مسلمانوں کا افغانستان میں نفوذ
سنہ ۶۴۳ء
۱۹-۲۰ ہجری

سرزمین عرب میں روشنی کی جو کرن پھوٹی۔ اس نے بہت جلد شام، عراق، مصر اور ترکی منور کیا۔ اور ایران کی جانب بڑھی۔ ایران کے ساسانی بادشاہ یزدگرد سوم نے ایرانی لشکر کو لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ مگر "قادسیہ" کے مقام پر شکست کھائی۔ یہی وہ جنگ ہے۔ جس میں ایرانی پہلوان رستم نے حصہ لیا تھا۔ دوسری اور آخری فیصلہ کن جنگ سنہ ۶۴۳ء (۲۰-۱۹ ہجری) میں نہاوند کے مقام پر ہوئی۔ جس نے ساسانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اور تمام ایران مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ تاہم یزدگرد نے خراسان (قدیم افغانستان + مشرقی ایران) کی فوج کی مدد سے چند سال تک ناکام کوشش کی۔ مگر آخر کار "رے" کے مقام پر قتل ہوا۔ اس طرح مسلمان فاتح ہوئے۔ اور ایران و افغانستان میں ان کے اثرات کا نفوذ شروع ہوا۔

افغانستان اور ایران میں مقامی مسلمان خاندان کی حکمرانی
صفاری خاندان

خراسان میں صرف مرو اور نیشاپور میں مستقل بنیادوں پر مسلمانوں کا اقتدار قائم رہا۔ مگر دوسری جگہوں پر خود مختار حکمران مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہے۔ تاہم جب بھی اُن کو موقع ملتا۔ وہ ان کے خلاف بغاوت کرتے۔ البتہ ان فتوحات کا فائدہ یہ ہوا۔ کہ اسلام اس علاقے میں روشناس ہوا۔ اور لوگ تیزی کے ساتھ اس نئے مذہب کو اپناتے گئے۔

مسلمانوں کے ان فتوحات کے بعد ایک ایرانی النسل مسلمان خاندان حکمران

ہوا۔ جو صفار کہلاتا تھا۔ یعقوب لیث اس خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔ جس نے کابل کے ہندوشاہ کو شکست دی۔ اور کابل پر قبضہ کیا۔

ہندوشاہی خاندان ۷۵۰ئہ تا ۱۰۰۰ئہ

کابل شاہی یا ہندوشاہی حکمران جنکو ڈاکٹر بلوچ نے رائے یا برہمن گھرانے کا نام دیا ہے (۱) گندھارا اور وادیٔ سندھ میں تقریباً چار سو سال تک حکمران رہے ہیں۔ ابتداء میں کابل بھی اس سلطنت میں شامل تھا۔ جو ان بادشاہوں کا مرکز تھا۔ مگر جب یعقوب لیث نے (۸۷۱ ع) میں اِن سے کابل چھینا۔ تو اِن کا مرکز "واٹے ھند" بنا۔ جو مختلف مورخوں کے نزدیک دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر آباد ضلع مردان تحصیل صوابی کا شہر "ہنڈ" یا "لوہور" یا اِن کا کوئی نزدیکی شہر ہے۔

مشہور مورخ البیرونی پیدائش (۹۷۳ ع) نے اپنی تاریخ ہند میں اس خاندان کے بادشاہوں کا ذکر کیا ہے۔

ھندوشاہی دور کے جو سکے برآمد ہوئے ہیں۔ اِن پر مندرجہ ذیل بادشاہوں کے نام کندہ ہیں۔

۱. اسپالاپتی ۲. سمنتادیوا* ۳. بھیم دیوا ۴. وکادیوا

البتہ راجہ جے پال اور انندپال جو اس سلسلے کے آخری بادشاہ ہیں، کے سکے دستیاب نہیں۔ حالانکہ تاریخی نقطہ نظر سے یہ دونوں راجے بہت مشہور رہیں۔ کیونکہ اِن کے ساتھ سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کی جنگیں ہوئیں۔

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ ص ۱۱ حیدرآباد ۱۹۶۲ ع

* اس کا نام غزنوی سلاطین کے سکوں میں درج ہے اور بیل (OX) کا سر بھی ہے۔

ہندوشاہی حکمران تقریباً چار سو سال تک خیبر کے مغرب میں ننگرھار، لوگر سے لیکر پوری وادی سندھ پر قابض تھے۔ گندھارا کا پورا علاقہ ان کی سلطنت میں شامل تھا جس کا ثبوت وہ کتبے ہیں۔ جو شمالی وزیرستان کے ٹوچی اور سوات کے بری کوٹ سے ملے۔

ٹوچی کا کتبہ ۱۹۰۷ء میں دستیاب ہوا۔ اس پر ۲۴۳ھ (۸۵۷ عیسوی) کی تاریخ درج ہے۔ اور یہ عربی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں ہے۔ اس کتبے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اگرچہ اس علاقے میں ہندوشاہی سلطنت قائم تھی۔ مگر اسلام کا اثر اس حد تک ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ لوگ عربی زبان سے واقف ہو چکے تھے۔ خصوصاً کتبوں پر اس تحریر کا لکھا جانا اس علاقے میں عربی کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

بری کوٹ (سوات) کا کتبہ سنسکرت میں لکھا ہوا ہے۔ اور یہ راجہ جے پال کے عہد سے متعلق ہے۔

اس دور کے حالات کا علم ہمیں مشہور چینی سیاح ہیون سانگ کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ جس نے (۶۲۹ء سے ۶۴۵) تک جنوبی ایشیاء کا سفر کیا۔ اس نے افغانوں کو "اپوکین" کے نام سے یاد کیا ہے۔

البیرونی نے ان ہندوشاہی سلاطین کے ساتھ ساتھ افغانوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور غالباً یہی وہ پہلی عربی تحریر ہے۔ جس میں افغانوں کا ذکر ملتا ہے۔

ہندوشاہی خاندان کے سکوں کے بارے میں یہ بات واقعی بڑی اہم ہے۔ کہ عباسی خلیفہ المقتدر (۹۰۸ عیسوی / ۲۹۵ ھجری) کے سکے ان سکوں سے بالکل ملتے ہیں۔ البتہ عرب خلیفہ کا نام عربی میں لکھا ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کس طرح ان ہندو بادشاہوں کو قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

افغانستان، گندھارا اور وادی سندھ میں ہندوشاہی خاندان کا سقوط ←

غزنوی اور غوری خاندان کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ جس کے بعد اس علاقے میں اسلامی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پشتو، سندھی اور اردو پر عربی اثرات فارسی زبان کے ذریعے غزنوی دور کے بعد پڑے ہیں۔ مگر تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ۲۲ھ سے ۲۵۷ھ تک کے دور کو عربی اثرات کا دور کہا جاتا ہے۔

سندھی، پشتو، اردو پر عربی کا اثر

عربی اثرات سندھی زبان پر بھی تقریباً اسی دور میں پڑے۔ سندھ ۷۱۲ع سے ۸۷۱ع تک بغداد کی اسلامی خلافت کے زیر نگین رہا۔ ازاں بعد منصورہ (سندھ) اور ملتان میں عربوں کی چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستیں قائم رہ گئیں۔ جبکہ باقی علاقے ہندو راجاؤں کے زیر نگین آ گئے۔

"چچ نامہ" یا فتح نامہ سندھ وہ قدیم تصنیف ہے۔ جس میں عربوں کی فتح سندھ کے حالات ہیں۔ اصل تصنیف (جو عربی میں تھی) ناپید ہے۔ البتہ اس کا فارسی ترجمہ ملتا ہے۔ جس کو مخدوم امیر احمد نے سندھی کا جامہ پہنایا۔ اور ڈاکٹر بلوچ نے اپنے حواشی کے ساتھ شائع کیا۔ (۱)

ابتدائی اسلامی دور میں عربی کا سندھی پر اثر یقینی ہے۔ مگر موجودہ سندھی میں عربی اثرات یقیناً بعد کے دور کے ہیں۔ جب پورے شمالی ہند (بشمول سندھ) پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

افغانستان، گندھارا، سندھ اور شمالی ہند میں عربوں کا نفوذ دوسرے حکمران خاندانوں سے مختلف تھا۔ ہخامنشیوں سے ہندو شاہیوں تک جتنے بھی

ملاحظہ ہو چچ نامو ترجمہ امیر احمد مخدوم مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ
حواشی این۔ بی۔ بلوچ حیدر آباد ۱۹۵۴ع

خاندان حکمران ہوئے ۔ سب کا بنیادی مقصد حکومت کرنا تھا ۔ اس مقصد کے حصول
کیلئے اُنہوں نے سیاسی، سماجی اور اقتصادی بھلائی کے کام بھی کئے ہوں گے۔ مگر
اصل مقصد اپنے اقتدار کو قائم رکھنا تھا۔ اشوک اور کنشک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ
دونوں نے ایک مذہبی فلسفے (بدھ مت) کو اپنا کر اس کی ترویج کی ۔

مسلمان ایک نئے سیاسی، سماجی، اقتصادی، تہذیبی، معاشرتی اور مذہبی
و اخلاقی نظام کو لے کر آئے تھے۔ اس طرح عربی زبان جب اس علاقے میں
آ گئی ۔ تو وہ صرف بول چال کی عام زبان نہیں تھی ۔ بلکہ اس کے پس منظر میں ایک
مکمل نظام تھا ۔ اس کے الفاظ "اصطلاحات" تھے ۔ لہٰذا جیسے جیسے لوگ مشرف بہ
اسلام ہوتے گئے ۔ مختلف الفاظ اپنے تمام تر مفہوم کے ساتھ یہاں کی زبانوں میں
شامل ہوتے گئے ۔ اگر ہم سندھی، پشتو اور اُردو کے اُن عربی الفاظ کو جمع کریں۔ جو
مذہبی اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ۔ تو ان کی تعداد یقیناً سینکڑوں تک
پہنچ جائے گی ۔

اِن خالص مذہبی اصطلاحوں کے علاوہ اقتصادی، سماجی، معاشرتی،
سیاسی، انتظامی اور اخلاقی شعبوں کے الفاظ اِن زبانوں میں اس طرح
داخل ہوئے ۔ کہ انہوں نے اِن زبانوں کے تمدنی ڈھانچوں کو مکمل طور پر متاثر کیا
یہی وجہ ہے ۔ کہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے سندھی زبان پر عربی زبان کے
اثرات کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ یہی اثرات بعینہٖ پشتو
اور اُردو پر بھی پڑے ۔

(i) زبان میں مرکزیت پیدا ہوئی ۔

(ii) زبان کی لغیاتی کیفیت بدل گئی ۔

(iii) بولی کے تمدنی سرمایے میں اضافہ ہوا۔

(iv) زبان کے رسم الخط او حرفی و نحوی نظام پر اثر پڑا۔

(v) زبان میں علم ادب کی بنیاد پڑی ——— (1)

سندھ اور افغانستان (خراسان) پر عربی کا اثر براہ راست عربوں کی آمد سے پڑا۔ جبکہ شمالی ہندوستان پر یہ اثر ترک اور افغان حکمرانوں کے دور میں پڑا۔ جب عربی زبان ایران اور افغانستان میں نفوذ کر چکی تھی۔ اور اس کا اثر فارسی، ترکی اور پشتو پر بہت گہرا پڑا تھا۔

عربی دین اسلام کی مقدس اور اشاعتی زبان ہے۔ "قرآن مجید" عربی میں نازل ہوا اور احادیث کا پورا سرمایہ عربی میں ہے۔ تفسیریں، احادیث اور فقہے کی اہم کتابیں اسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اس طرح اسلام اور عربی زبان کو لازم و ملزوم کہا جا سکتا ہے۔

خراسان، سندھ اور برصغیر کے اکثر علماء نے عربی زبان میں ہی تصنیف و تالیف کی ہے۔ گویا اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عربی زبان اس طرح آئی۔ کہ اس کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر پڑا۔

قدیم اردو (ہندی) ناگری حروف میں لکھی جاتی تھی۔ سندھی کے لیے ناگری کے ساتھ بہت سے مقامی خط رائج تھے۔ قیاس ہے کہ پشتو کو یونانی اور خروشتی رسم الخط میں لکھا گیا ہوگا۔ مگر مسلمانوں کی آمد کے بعد تینوں زبانیں عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگیں۔ پشتو اور سندھی نے تو براہ راست اثرات

---

(1) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ (بلوچ) ص ص ۲۳ تا ۲۹ حیدرآباد ۱۹۶۲ء

کی وجہ سے نسخ کو اپنایا۔ جس میں عربی زبان کو اکثر لکھا جاتا ہے۔ جبکہ اُردو نے فارسی کے زیرِ اثر نستعلیق کو اپنایا۔ جو عربی خط تو ہے مگر زیادہ رائج نہیں۔

سندھی، پشتو اور اُردو تینوں خالص آریائی زبانیں ہیں۔ جبکہ عربی سامی نسل کی زبان ہے۔ اسے تینوں زبانوں اور عربی زبان کے صرفی ونحوی ڈھانچے میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ البتہ الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ تینوں زبانوں نے عربی سے لیا ہے۔ جو تینوں زبانوں میں مشترک ہے۔

سندھی، پشتو اُردو پر عربی اثرات کو نمایاں کرنے کے لیے کئی کتابیں درکار ہیں۔ اس لئے یہاں اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ اور تینوں زبانوں کے چند ایسے مشترک عربی الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ جو اپنی اصل صورت میں تینوں زبان میں رائج ہیں۔ یہ اُن صدہا الفاظ کے علاوہ ہیں۔ جن کی صورت میں معمولی تبدیلی آئی ہے۔

اللہ، الطاف، اتفاق، اتحاد، اسباب، امیر، انسان، اجازت، انتظار، اختیار، امداد، ایمان، اقرار، انکار، امانت، اسم، اُستاد۔

بیان، بغاوت، تاریخ، تقریر، تکبیر، تقدس، تعظیم، تقدیر، ثواب، جواب، جاہل، جماعت، جمع، جنت، حساب، حبیب، حال، حالت، خطا، حکیم، حاکم، حکومت، خاص، خلق، دوا، داخل، ذریعہ، ذکر، روح، رحم، رحمت، رزق، سبق، سوال، ساعت، شفا، شعر، شاعر، شہید، شکل، شباہت، شرط، شکر، شربت، صحت، صحیح، صلح، صلاح، صاحب،

طاقت، طبیب، طبیعت، طریقہ، طلاق، ظالم، ظلم، علم، عالم، عادل، عشق، عاشق، عمر، عام، عمل، علاج، عذاب، عقیدہ، غلط، غریب، غم، فیصلہ، فصل، فوج، فقیر، فتح، فکر، قلم، قانون، قوم، قتل، قاتل، قید، قیدی، قبول، قدر، قیمت، کتاب، مضمون، معنی، مرض، مریض، مجلس، ملک، مرید، مخلوق، مطلب، مقصد، مراد، مضبوط، منصوبہ، مدد، معلوم، منظور، منصف، نظم، نثر، وقت۔

یہ تو وہ عام الفاظ ہیں۔ جو علماء، طلباء اور عام لوگ بلاتکلّف استعمال کرتے ہیں۔ ورنہ اگر تعلیمی، مذہبی اور ثقافتی اصطلاحات کو لکھا جائے، جو خصوصی طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ تو یقیناً یہ تعداد ہزاروں تک پہنچ جائیگی۔
یہ عربی کے اثرات کا نتیجہ تھا۔ کہ ابتدائی محققین نے تینوں زبانوں کو سامی نسل سے منسوب کیا۔ اور ان کو عربی زبان کے نسل سے ملانا چاہا۔
عربی زبان کے اثرات انگریزی دور میں بھی کم نہ ہو سکے۔ بہت سے انگریزی الفاظ اور اصطلاحات نے مقبولیت حاصل کی۔ مگر ان کا رواج ایک طبقے تک محدود رہا۔ عام لوگ اُنہی عربی اصطلاحات کو کام میں لاتے رہے۔
برصغیر میں انگریزی ذریعہ تعلیم بن جانے کے بعد عربی کے اثرات وقتی طور پر دھندلے پڑ گئے۔ مگر آزادی کے بعد جب اُردو اور سندھی کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ تو ایک بار پھر عربی اصطلاحات رائج ہو گئیں۔
آج کل تحریک اتحاد اسلامی کے سلسلے میں عربی مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں کے بے شمار لوگ سعودی عرب، عراق، مصر، کویت، قطر،

دوبئی، ابوظہبی، بحرین وغیرہ کو مختلف ملازمتوں کے سلسلے میں جارہے ہیں جہاں عربی سرکاری اور کاروباری زبان کی حیثیت سے رائج ہے اور اس کا اثر یہاں کی زبانوں پر پڑ رہا ہے۔

ملک کے اندر ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خصوصی پروگرام عربی اسباق کے نشر ہوتے ہیں اس طرح اگر نئے الفاظ رائج نہیں ہوتے تو بھی پرانے الفاظ رائج رہنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

سندھی، پشتو اور اردو تینوں میں تحریری ادب اسلام (عربی) آنے کے بعد ہی وجود میں آیا۔

پشتو کی "خیر البیان" (۹۳۱ھ تا ۹۸۷ھ)، اردو کی "معراج العاشقین" (۱۴۱۲ع تا ۱۴۲۲ع) اور کلا سندھی کی "شاہ جو رسالو" ۱۶۸۹ع تا ۱۷۵۲ع وہ مکمل کتابیں ہیں جو اب تک دریافت ہوئی ہیں۔ ان سے پہلے جو روایتی ادب مختلف حوالوں سے ملا ہے وہ بھی ظہور اسلام کے بعد ہی کا ہے۔ گویا تینوں زبانوں کے ادب میں بھی اس اشتراک کو دیکھا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے بعد ان زبانوں نے ادبی زبانوں کی حیثیت اختیار کی اور بعد میں ان کا ادب ایک ہی قسم کی تحریکوں سے متاثر ہوا۔

سندھی، پشتو اور اردو تینوں کی ابتدائی تصانیف خالص مذہبی ہیں، اور ان کا موضوع اسلامی تعلیمات ہیں۔ ان میں بے شمار عربی الفاظ، قرآنی آیات، احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اکثر کتابوں کی ابتدا حمد، نعت اور منقبت سے ہوتی ہے۔

لسانی اثرات کے علاوہ معنوی اثرات بھی بہت زیادہ پڑے تینوں زبانوں

زبانوں کے نظم اور نثر کی اصطلاحیں، تلمیحات وغیرہ عربی سے فارسی کے ذریعے لی گئی ہیں۔ علم عروض اور صنائع وبدائع عربی سے ماخوذ ہیں۔

معاشرتی زندگی پر عربوں کے جو دیرپا اثرات پڑے۔ اُن کی وجہ سے بے شمار عربی الفاظ تینوں زبانوں کے جُز بن گئے۔ یہاں تک کہ افغانوں، سندھیوں اور اُردو دان حضرات کے نام عربی زبان ہی سے رکھے جاتے ہیں۔ اور یہ روایت اتنی اہم ہے۔ کہ اس علاقے میں نام مذہبی پہچان کا ذریعہ بن گئے ہیں۔

عربی اثرات کے سلسلے میں ایک بات قابل ذکر ہے۔ کہ یہ اثرات براہ راست کم پڑے اور فارسی کے ذریعے زیادہ پڑے۔ کیونکہ جب فارسی برصغیر میں داخل ہوئی۔ تو وہ عربی کے بہت سے اثرات کو قبول کر چکی تھی۔

سندھی، پشتو، اُردو پر فارسی زبان کا اثر

سندھی، پشتو اور اُردو پر فارسی زبان کا اثر سب سے زیادہ پڑا۔ اصل نسل کے لحاظ سے فارسی، سندھی، پشتو اور اُردو کی بہن ہے۔ حکمرانوں کی زبان ہونے کی وجہ سے ایک عرصے تک افغانستان، سندھ اور شمالی ہند میں اس کا راج رہا جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اُردو کو بلاشبہ موجودہ صورت فارسی ہی کی بدولت ملی۔ جبکہ سندھی اور پشتو پر اس کا گہرا اثر پڑا۔

ابتدائی آریائی دور کے بعد ہخامنشیوں پھر ساسانیوں کے دور اوّل اور دوئم میں تینوں زبانوں پر فارسی کے اثرات پڑے۔ پھر دوسرے حکمرانوں (جو ایرانی نہیں تھے) کے دور میں بھی ایرانی اثرات برابر پڑتے رہے۔ کیرو لکھتا ہے:۔

"دارائے اعظم کے زمانے سے آئندہ گیارہ صدی تک یکے بعد دیگرے ہخامنشی پارتھی اور ساسانی حکمرانوں کے عہد میں اور پھر باختری ساکا اور کوشانوں کے زمانے میں (جنہیں ایرانی النسل بھی سمجھا جاتا ہے) یہ علاقہ ہندوستان کی طرف ایران کی بیرونی چوکی تھا۔ ماضی قریب میں اور شمال کی طرف سے وحشی افتھالیوں نے اس علاقے کو تاراج کیا۔ اپنے پیش رو حملہ آوروں کی طرح افتھالیوں نے بھی وہ عہد جو ان کیلئے مقدر ہو چکا تھا پورا کیا۔ اور دوسرے بادشاہوں کی طرح گزر گئے۔ لیکن اُنہوں نے یہاں کی آبادی پر گہرا اثر چھوڑا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود ان افتھالیوں نے ایرانی اثر قبول کر لیا تھا۔ اور وہ لوگوں پر اپنی زبان نہیں تھوپ سکے" ——— (۱)

---

(۱) پٹھان (ترجمہ The Pathans) اولف کیرو ص ۱۳۹ پشاور ۱۹۶۷ء

قدیم ایرانی اثرات تو مسلم ہیں ۔ البتہ یہ نقوش اُس وقت بہت گہرے ہوئے ۔ جب محمود غزنوی نے افغانستان اور گندھارا اور شمالی ہند کے ہندو برہمن شاہیوں کو شکست دے کر اِن علاقوں میں اسلام کے لیے راستہ ہموار کیا ۔ اور بعد میں شہاب الدین غوری نے مسلمانوں کی سلطنت قائم کی ۔ جو 1857ء تک قائم رہی ۔ بہادر شاہ ظفر کی حکومت اس سلسلے کی آخری کڑی تھی ۔

برصغیر میں مسلمانوں کا اقتدار تقریباً آٹھ سو سال تک رہا ۔ اِن میں سے غوری ، خلجی (غلجی) ، لودھی اور سوری افغان تھے ۔ جبکہ غزنوی ، ایبک ، التمش ، تغلق ، اور مغل خاندانوں کا تعلق ترکوں سے تھا ۔ اس طویل دور میں مختلف اوقات میں ہندو رہنما بھی وقتی طور پر بغاوت کے ذریعے برسرِ اقتدار آئے مگر اِن کی شورشوں کو مسلمان حکمرانوں نے فرو کیا ۔ گویا اس پورے عرصے میں مجموعی کنٹرول مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا ۔

اِن آٹھ سو سال میں پشتو ، فارسی اور ترکی حکمرانوں اور فوجیوں کی زبانیں رہیں ۔ مگر تصنیف و تالیف کے لیے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا ۔ دفتری اور کاروباری زبان بھی فارسی رہی ۔ اس طرح فارسی کئی صدیوں تک برصغیر میں تعلیمی ، ادبی ، سرکاری ، کاروباری ، اور علمی زبان کی حیثیت سے رائج رہی ۔ بہت سے ایسے خاندان جن کی مادری زبان فارسی تھی ، پشاور ، سندھ اور شمالی ہند میں آباد ہوئے ۔ اس طرح فارسی کا اثر سندھی ، پشتو اور اردو پر گہرا پڑا ۔ اردو نے تو یقیناً ایک نئی زبان (جدید اردو) کی صورت اختیار کی ۔ جبکہ سندھی اور پشتو اسماء ، افعال ، حرف ونحو غرض ہر طرح فارسی سے متاثر ہوئیں ۔

سندھی ، پشتو اور اردو تینوں کا ادب (نثر اور شاعری دونوں) فارسی سے بہت

متاثر ہے۔ تینوں زبانوں میں غزل، رباعی مسدس وغیرہ بالکل فارسی کے انداز میں لکھی جانے لگیں۔ بے شمار فارسی تراکیب کا استعمال عام ہوا۔ تلمیحات اپنائی گئیں۔ ایرانی رومانوں کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور یہ تینوں زبانوں کے ادب کا حصہ بن گئے۔

مذہبی علوم کے لئے فارسی ذریعہ تعلیم بنی۔ آج سے صرف پچاس برس کون ایسا تھا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ اور فارسی سے واقف نہ تھا۔ گلستان اور بوستان لازمی نصاب کے طور پر پڑھائے جاتے تھے۔

فارسی آج تک سکولوں اور کالجوں میں ایک اہم زبان کی حیثیت سے رائج ہے۔ تمام بڑے شہروں میں حکومت ایران کی طرف سے خانہ فرہنگ ایران کے ذریعے فارسی پڑھانے کے خصوصی انتظامات ہیں۔ ملک کی تمام یونیورسٹیوں میں فارسی کے شعبے موجود ہیں۔ جن میں ایم۔ اے تک فارسی پڑھائی جاتی ہے۔(۱)

فارسی زبان کے تینوں زبانوں پر انمٹ اثرات پڑے ہیں۔ کہ ایک ایک زبان پر ان اثرات کو دکھانے کیلئے کئی کتابیں درکار ہیں۔ یہاں اختصار سے کام لے کر چند مشترک الفاظ دیئے جاتے ہیں۔ جن کو دیکھکر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ روزمرہ کے الفاظ میں تینوں زبانوں نے فارسی سے کتنا استفادہ کیا ہے۔

آواز، آزار، آزاد، آبادی، آئینہ، آرام، آہ، آب ودانہ، انجیر، اخوند، بربادی، بندہ، بندگی، بے آرامی، باغ، بلبل، باران بہار، بند، بندی خانہ، بارود، بے شمار، بے جا، بدی، بخت، بندوبست، بادام۔ پشم، پردہ، پیدائش، پریشانی، پیغام، پیغام بر، پیادہ، پستہ، تنگ، تیار، تیر، تاد، تخت، تیوت،

(۱) اگرچہ یہ برائے نام ہے کیوں کہ بہت کم طلباء اس میں داخلہ لیتے ہیں۔

جان، جوان، جوش، جنگ، چمن، چرخہ، چُست، چلم، خوشی، خودی، خُدا، خاندان، خدمت، خیرات، دوست، دشمن، درد، داستان، دربار، دروازہ، درگاہ، درویش، دامن، دوزخ، رباب، روز، روانگی، راز، رنگین، رنگارنگ، رومال، روان، روزہ، زندگی، زمیندار، زنجیر، زبان، زخم، زور، ژالہ، سرمایہ، سرکار، سُست، سردی، سُود، سخت، سوار، سپاہی، شادی، شکار، شہنشاہ، شہزادہ، شہزادی، شاہ، شاگرد، شال، شاخ، شیر، شور، شہتوت، کمان، کوشش، گرفتار، گدا، گرمی، گران، گریبان، گندگی، گلستان، لشکر، لازم، مرد، مردہ، سردار، مزہ، مزیدار، مراد، مادہ، ناز، نادان، نماز، مرہم (سندھی و پشتو ملہم)، ناموس، نرم، [illegible]، ہفتہ، یار، یاد

یہ چند فارسی الفاظ تو وہ ہیں۔ جن کو سندھی پشتو اور اردو میں سب لوگ بلاتخصیص بولتے ہیں۔ ورنہ اگر اُن الفاظ اور محاورات کو شامل کیا ھے جو ادبی تحریروں میں استعمال ہوتے ہیں۔ تو یہ تعداد ہزاروں تک پہنچتی ھے۔

جدید سندھی اور جدید پشتو میں اُردو زبان کے ذریعے بے شمار فارسی الفاظ اور تراکیب شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ خصوصاً تحریر میں اس کا اثر بڑھتا جا رہا ھے۔

افغانستان میں پشتو سرکاری دفتری اور تعلیمی زبان کی حیثیت سے رائج ھے۔ تاہم فارسی بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد وہاں رہتی ھے۔ جس کی وجہ سے بہت سے فارسی الفاظ پشتو زبان کا جزو بنتے جا رہے ہیں۔

سندھی، پشتو، اُردو پر ترکی کا اثر

مسلمانوں میں سے بہت سے ترک سپاہیوں اور حکمرانوں کی صورت میں برِصغیر
میں داخل ہوئے۔ غزنوی، ایبک، تغلق، التمش، بلبن اور مغل سب ترک تھے
بابر (ظہیر الدین) ترکی زبان کا شاعر تھا۔ بعد میں مغلوں نے فارسی کو سرکاری
زبان کی حیثیت دی۔ مگر خود فارسی میں بہت سے ترکی الفاظ شامل ہو چکے تھے۔
جو سندھی، پشتو اور اُردو تینوں زبانوں میں رائج ہوئے۔ ان میں سے بعض
الفاظ تو ایسے بھی ہیں۔ جن کے متبادل تک نہیں پائے جاتے مثلاً "چاقو" وغیرہ
"اردو" ترکی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی "لشکر" ہیں۔ گویا اس زبان
کی تو ابتداء ہی ترکی لفظ سے ہوتی ہے۔

ترکی زبان تورانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے سندھی، پشتو اور اُردو
کے قواعد ترکی سے مختلف ہیں۔ نیچے وہ الفاظ دیے جاتے ہیں۔ جو تینوں
زبانوں میں رائج ہیں۔

خان، خانم، چقماق، چُغلی، چمچہ، چُغہ، قابو، قلی، قلندر،
قاشغ (قاشق)، قنات، بیرق (بیرغ)، بغچہ، بیگم، غالیچہ،
نقارچی، طمانچہ، چق، توشک - کوشک، باجی - آپا

یہ عام استعمال کے الفاظ ہیں۔ ادبی اور علمی تحریروں میں مستعمل الفاظ
ان کے علاوہ ہیں۔

ترکی زبان کے اثرات فارسی یا عربی کی نسبت محدود ہونے کی وجہ یہ ہے۔
کہ ترکی کبھی برِصغیر کی علمی یا سرکاری زبان نہیں رہی۔ یہ حکمرانوں کی زبان

ہوتے ہوئے بھی یہ تحریر کی زبان نہ بن سکی ۔ اور انہوں نے بھی فارسی کی پذیرائی کی۔ بابر خود ترکی کا دلدادہ تھا۔ مگر اس کو رائج کرنے میں اس نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔

ترکی کے جدید اثرات ناپید ہونے کی ایک بڑی وجہ انگریزوں کی وہ سیاست تھی۔ جس نے نہ صرف سلطنت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ۔ بلکہ برصغیر کے لوگوں کو ترکوں سے ہمیشہ دور رکھا ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ ترکی کے بعد کے دور کے اثرات ناپید ہیں ۔

سندھی، پشتو، اردو پر پرتگالی زبان کا اثر

۱۴۹۸ء میں مشہور ملاح واسکوڈے گاما نے افریقہ کے گرد گھوم کر ہندوستان کا بحری راستہ معلوم کیا۔ اور پرتگیزوں نے ہند کے بحری ساحل پر تجارتی کوٹھیاں کھول دیں۔ اپنے ظلم اور مذہبی تعصب کے باعث وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکے۔ اور سولہویں صدی کے آخر تک اُن کی طاقت کمزور ہوگئی۔ تاہم گوا، دمن اور دیو کے علاقے پر بہت عرصے تک اُن کا اثر رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ بہت سے پرتگیزی الفاظ اُردو اور پھر اُردو سے سندھی اور پشتو میں رائج ہوئے۔ چند ایک تو اب مستقل اور بنیادی الفاظ کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ مثلاً

نیلام (لیلام)، فیتہ، پادری، پستول، کمرہ وغیرہ

(ممکن ہے اعلام سے بنا ہو) (قدیم فارسی میں بھی ہے)

سندھی، پشتو، اُردو پر ولندیزی زبان کا اثر

۱۶۰۲ء میں ولندیزوں (اہل ہالینڈ = ڈچ) نے بھی ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنی شروع کی۔ چونکہ وہ پرتگیزوں سے طاقتور تھے۔ اس لئے اُنہیں ہند سے نکالا اور ہگلی، پٹنہ، ڈھاکہ، سورت، احمد آباد وغیرہ مقامات پر اپنی تجارتی کوٹھیاں کھول دیں۔ وہ انگریز تاجروں کا مقابلہ نہ کر سکے اس لئے انہوں نے اپنا تجارتی رخ جزائر شرق الہند کی طرف تبدیل کر لیا۔ آج ولندیزی اثرات کا معلوم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ بھیرومل مہرچند اڈوانی نے سندھی میں اِن الفاظ کی نشاندہی کی ہے ــــ (۱)

(۱) سندھی = ترپ ولندیزی Troef / Trump (۲) ناریان - دل پان = Harten / Hearts

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ص ۱۸۱ حیدرآباد ۱۹۵۶ء

سندھی، پشتو، اُردو پر فرانسیسی زبان کا اثر

ولندیزیوں کے بعد انگریزوں نے اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں۔ اِن کی دیکھا دیکھی فرانسیسیوں نے ۱۶۷۰ء میں فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی۔ اور پانڈیچری، مسولی پٹم، چندر نگر وغیرہ مقامات میں اپنی تجارتی کوٹھیاں کھول دیں۔ اِن کا گورنر ڈوپلے تھا۔ جس کا منشاء ہندوستان میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا تھا۔

اٹھارویں صدی کے شروع میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان بڑی کشمکش تھی۔ آخرکار انگریز غالب آگئے اور اُن کی حکومت قائم ہوگئی۔ فرانسیسیوں نے اس عرصے میں برصغیر کی زبانوں کو یقیناً متأثر کیا ہوگا۔ مگر یہ اثرات آج دھندلے ہیں۔ کہ اِن کی نشاندہی کرنا مشکل ہے۔ تاہم دو چار الفاظ آج بھی ایسے مل جاتے ہیں جو سندھی، پشتو اور اُردو تینوں میں رائج ہیں۔

مثلاً

آملیٹ، کارتوس وغیرہ
(Omelet) (Cartridge)

Cartoche

سندھی، پشتو، اُردو پر انگریزی زبان کا اثر

ھندوستان کی تجارت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے انگریزوں نے ۱۶۰۰ ع میں ایک تجارتی کمپنی بنائی۔ ۱۶۱۵ ع میں سر ٹامس رو (Thomas Row) نے جہانگیر کے دربار سے احمد آباد، سورت اور گوگو میں کوٹھیاں کھولنے کی اجازت حاصل کرلی۔ ۱۶۳۶ ع میں ڈاکٹر باٹن نے شاہجہان کی لڑکی کا علاج کر کے اُس کو تندرست کر دیا اور انعام میں انگریزوں کیلئے خاص خاص تجارتی حقوق حاصل کئے۔ جن کی رو سے انگریزوں کو بالاسور، مالابار اور ہگلی میں کوٹھیاں کھولنے کی اجازت مل گئی۔ ۱۶۳۹ ع میں مدراس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور وہاں قلعہ سینٹ جارج بنوایا گیا۔ کمپنی نے ۱۶۶۸ ع میں انگلستان کے بادشاہ چارلس دوئم سے دس ہزار پونڈ سالانہ پر شہر بمبئی خرید لیا۔ باہمی رفاقت کی وجہ سے ۱۷۰۲ ع میں تمام انگریزی کمپنیاں ملا کر متحدہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۷۰۲ ع سے لیکر ۱۸۵۷ ع تک کے واقعات بڑے طویل اور دردناک ہیں۔ جنہیں بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ ۱۸۵۷ ع کی جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کی شکست سے یہاں برطانوی راج کا آغاز ہوا۔ جو ۱۹۴۷ ع تک رہا۔ اس طرح تمام ہندوستان، سندھ اور شمال مغربی علاقہ براہ راست انگریزوں کی تسلط میں رہا۔

انگریز اپنے ساتھ اپنی تہذیب، لباس، ثقافت، سیاست، مذہب اور زبان لیکر آئے تھے۔ حاکم قوم کی ہر چیز محکوم قوم کیلئے باعث تقلید

ہوتی ہے۔ پھر انگریز نے تو اپنی تمام اقدار کو رائج کرنا اپنا مشن بنایا تھا۔ نتیجہ یہ
نکلا۔ کہ انگریزی کی ہر چیز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ اور ملک کا ایک بڑا
طبقہ ہر اچھی بُری چیز کی تقلید کرنے لگا۔ انگریزی تہذیب و ثقافت کے اثرات اپنی
جگہ ایک الگ موضوع ہے۔ یہاں ہم لسانی اثرات کا جائزہ لیں گے۔

۱۸۳۵ء میں گورنر جنرل کی کونسل میں لارڈ میکالے کی تجویز منظور کی گئی۔ جس
کے مطابق ہندوستانیوں کو انگریزی تعلیم دینے کیلئے انگریزی سکول اور کالج کھول دیئے گئے
۱۸۵۴ء میں سر چارلس وڈ نے لارڈ ڈلہوزی کو سفارش پیش کی۔ کہ کلکتہ،
مدراس اور بمبئی میں یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔ لارڈ ڈلٹن کے عہد میں ۱۸۸۸ء میں
پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس طرح پورے ملک میں انگریزی تعلیم انگریزی
زبان میں تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی۔ اور یہ سلسلہ آج تک رائج ہے۔

انگریزی زبان کے اثرات تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان پر یقینی ہیں۔ کیونکہ پانچویں
جماعت سے بی۔ اے تک ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے رائج ہے۔ لہٰذا
معمولی پڑھے لکھے حضرات بھی انگریزی زبان کے الفاظ اپنی گفتگو میں بلا تکلف
استعمال کرتے ہیں۔

سندھی پشتو اور اردو تینوں زبانوں میں انگریزی کے سینکڑوں الفاظ رائج
ہیں۔ یہ الفاظ وہ ہیں۔ جو انگریزوں کی یہاں آمد کے بعد رائج ہوئے۔ ورنہ
انگریزی خود آریائی زبان ہے۔ اس لئے بے شمار الفاظ بنیادی طور پر ان زبانوں
میں مشترک ہیں۔

سندھی پشتو اور اردو میں مستعمل انگریزی کے چند ایسے الفاظ دیئے جاتے ہیں۔
جنہیں عام ان پڑھ لوگ روزمرہ کی گفتگو میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ کہ

۸ ۲ ۳

اُنہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ کہ یہ انگریزی الفاظ ہیں کہ اُنکی اپنی زبان کے۔
اسپتال - آفس، آفیسر، اسٹام، اسمبلی، آرمی، اسسٹنٹ، انسپکٹر، انجینئر
انچارج، اردلی، الماری، بم، بٹن، بل، بنک، بلٹی، بلب، بنچ، بجٹ،
بوٹ، پنشن، پنشنر، پولیس، پبلک، پسنجر، پاس، پاسپورٹ، پارک
پنسل، پستول، پیٹرول، پارسل، پوزیشن، تولیا یا تولیہ، ٹکٹ، ٹائم،
ٹائر، ٹیوب، ٹرک، جیل، چیئرمین، جنرل، درجن، ڈبل، ڈگری، جگ
ڈپٹی کمشنر، ڈاکٹر، ریل، رپورٹ، روڈ، ربڑ، رجسٹر، سٹیشن، سکول،
سمن، سٹر، سلیپر، سویٹر، سپیل، سیکرٹری، سنگل، سگریٹ، سوڈا،
فیس، فیشن، فسٹ، کالج، کمپوڈر، کورٹ، کیپ، کلرک، کیک، کواٹر
کانفرس، کوٹ، گورنمنٹ، گورنر، گلاس، گودام، لائن، لیسٹ، لوفر،
لالٹین، لاوڈ سپیکر، لاری، مارکیٹ، ماسٹر، منسٹر، میونسپل کمیٹی، ممبر، موٹر
ماچس، نوٹ، نمبر، نوٹ بک، وارنٹ، ووٹ، ووٹر، ویزا، ہوٹل،
ہیڈ ماسٹر، ہیڈ کواٹر،
انگریزی کے یہ ۱۰۵ الفاظ تو وہ ہیں۔ جنہیں تعلیم یافتہ، ان پڑھ،
شہری و دیہاتی، امیر و غریب سب سندھی پشتو اور اُردو تینوں زبانوں
والے روزمرہ استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ اسطرح گھل مل گئے ہیں۔ کہ اب انکو
اجنبی نہیں سمجھا جاتا۔ اور اکثر کے متبادل نہیں ملتے۔
سائنسی، دفتری اور تعلیمی اصطلاحات کو شامل کریں۔ تو بلا شبہ انگریزی
کے مستعمل الفاظ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جن میں اکثر تو ایسے ہیں۔ جن
کو اگر ہم کوشش کر کے خارج کرنا بھی چاہیں۔ تو نہیں کر سکتے۔

سندھی، پشتو اور اُردو تینوں پر لاتعداد خارجی زبانوں کے اثرات پڑے۔ یہ اثرات بیک وقت تینوں پر پڑے۔ اور تینوں میں مشترک ہیں۔ ہخامنشیوں سے لیکر انگریزوں تک کے درمیانی عرصے میں اِن زبانوں کے علاقوں میں بہت سے ملکی اور غیر ملکی اقوام حکمران رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی، سنسکرت، عربی، ترکی، یونانی، پرتگالی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں نے سندھی، پشتو اور اُردو پر نمایاں اثرات چھوڑے ہیں۔ انہی مشترک اثرات کے نتیجے میں تینوں زبانوں میں مکمل اشتراک اور یگانگت پائی جاتی ہے۔

صرفی و نحوی اِشتراک

صرف

سندھی، پشتو اُردو تینوں زبانیں ایک ہی اصل کی فروع ہیں۔ اس باب ہم تینوں کے مشترک "صرف" کا مطالعہ کریں گے۔

اسم اسم کیلئے (۱) جنس، (۲) عدد (۳) حالت کے مطالعے سے ہمیں اندازہ ہوگا۔ کہ کسطرح تینوں زبانوں کے اسم میں اشتراک موجود ہے۔

(۱) جنس (تذکیر و تانیث) Gender

دُنیا کی مختلف زبانوں میں جنس کی نوعیت مختلف ہے۔ کہیں جنس کی تین صورتیں پائی جاتی ہیں جیسے سنسکرت، مرہٹی، گجراتی، سنہالی۔ بعض زبانوں میں جنس کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے سندھی، پشتو اور اُردو اور بعض زبانوں میں جنس کا جھگڑا سرے سے موجود ہی نہیں۔ جیسے بنگالی، اڑیا، بہاڑی اور آسامی۔

سندھی، پشتو اور اُردو تینوں میں جنس کی دو صورتیں موجود ہیں یعنی مذکر اور مونث۔ جنس بے جان اِن میں ناپید ہے۔

سندھی کے محقق بھیرومل اڈوانی لکھتے ہیں :-

سنسکرت ۽ پراکرت ۾ جنس مذکر ۽ مونث کان سواءِ جنس بےجان بہ آھي. جنھن لاءِ سنسکرت ۾ مقرر تيل پچاڙيون آھن، سنڌي ٻوليءَ اھا جنس بےجان واري پچاڙي وڃائي ڇڏي آھي" ____ (۱)

---

(۱) سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ ص ۳۰۶ حیدرآباد ۱۹۵۶ع

صدیق اللہ رشتین پشتو کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"تمام نامہا در پشتو بہ اعتبار چگونگی وتشخیص و تمیز اشیاء بر دو گونہ است، مذکر و مونث" ——— (۱)
سید تسنیم الحق و تقویم الحق لکھتے ہیں:-
"اصل کښې خو مذکر او مونث په جاندارو تمیز و نو کښې وي- اور دا سې په وجه ځینې الفاظ هم چه د داسې څیزو نو مینے ورکوي مذکر یا مونث بللے شي" ——— (۲)
اُردو میں مذکر سے مونث بنانے کا عام قاعدہ یہی ہے۔ کہ مذکر کے آخر میں اگر الف یا ہائے ہوز ہو اس کو یائے معروف میں بدل دیتے ہیں۔ جیسے گھوڑا سے گھوڑی، چھوکرا، چھوکری، لڑکا سے لڑکی۔ شاہزادہ سے شاہزادی
سندھی میں بھی عام قاعدہ یہی ہے۔ اُردو اور پشتو میں جو الفاظ ا پر ختم ہوتے ہیں وہ سندھی میں واؤ پر ختم ہوتے ہیں۔
گھوڑو سے گھوڑی
بھلو سے بھلی
چوکرو سے چوکری
پشتو میں مذکر سے مونث بنانے کے مختلف طریقے ہیں۔ ان میں

---

(۱) پشتو گرامر جزو اول (صدیق اللہ رشتین) ص ۴۳
(۲) د پښتو قواعد ص ۶۲ پشاور ۱۹۵۳ء

سے ایک یہ بھی ہے ۔ کہ جن مذکر کے اسماء کے آخر میں یائے مجہولہ ہو وہ یائے معروف میں بدل جاتا ہے ۔
بعض اسماء میں یائے مجہول یائے ثقیلہ میں تبدیل ہوتا ہے۔
مثلاً

غلے (خاموش) سے غلی
نوے (نیا) سے نوی
تبڑے (پیاسا) سے تبڑی
ملکڑے (دوست) سے ملکڑی
تلونکے (جانے والا) سے تلونکی

یا نمسے (نواسا) سے نمسی — ھوسے (ہرن) سے ھوسی
ہردے (ہرایا) سے ہردی — کابلے سے کابلی
لیونے (دیوانہ) سے لیونی — سپے (کتا) سے سپی

پیشوں سے متعلق اسماء کی مونث کیلئے سندھی میں ِاڻِ، ِاڻي اور ياڻي کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔
جیسے سنار سے سنارڻ یا سوناریاڻی
ہندو سے ہندڻ یا ھندیاڻي
فقیر سے فقریاڻي
دھوبی سے دھوبڻ یا دھوبیاڻي
اردو میں "ن" یا "نی" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔
کمہار سے کمہارن ، سنار سے سنارن

~~سندھی~~ دھوبی سے دھوبن ، جوگی سے جوگن

پشتو میں سندھی کی طرح "ن" کا اضافہ کر کے یائے ھوز بڑھا دیتے ہیں:

دوبی سے دوبنہ ، حاجی سے حاجنہ

مالی سے مالنہ ، موچی سے موچنہ

تیلی سے تیلنہ ، نائی سے نائنہ

مذکر سے مونث بنانے کے اس قاعدے میں تینوں زبانوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

کچھ الفاظ ایسے ہیں جو سندھی اور پشتو میں تو مذکر ہیں مگر اُردو میں یہ مونث ہیں۔

کتاب ، اولاد ، شرم ، روح ، میعاد ، بنیاد ، ضد ، قید ، سحر ، سواک ، نظم ، نثر ، مثال ، اصل ، نقل ، قسم وغیرہ۔

وہ الفاظ جو تینوں زبانوں میں مونث ہیں اور جن کے مذکر نہیں ہیں۔ موہی موری پشتو موئے

ہر زبان میں کچھ اسماء یا الفاظ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے مذکر مونث الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور ایک کو دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مثالوں کو عام طور سے قواعد نویس بے قاعدہ کے ضمن میں لے آتے ہیں۔ اُردو کے اس نوع کے کچھ مذکر مونث پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کے بالمقابل سندھی اور پشتو

کے مونث مذکر بھی درج کئے جاتے ہیں ۔

سندھی		پشتو		اردو	
مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث
پيءُ	ماءُ	پلار	مور	باپ	ماں
ڀاءُ	ڀيڻ	ورور	خور	بھائی	بہن
راجا	راڻي	راجا	راڼئ	راجا	رانی
مڙس	زال	سړے	ښځه	مرد	عورت
ڏاند	ڳئون	غوائی	غوا	بیل	گائے
اَبو	اما	اَبا	ادے	اَبّا	اماں
سھرو	سس	سخر	خواښې	سسر	ساس
نر	مادہ	نر	ښځه	نر	مادہ
پُٽُ	ڌيءُ	ځوئے	لور	بیٹا	بیٹی

سندھی پشتو اور اردو کے جنس میں اشتراک تینوں زبانوں کے بنیادی عناصر کی یکجہتی کو ظاہر کرتا ہے ۔

———X———X———
———X———

"عدد" Number (واحد۔ جمع)

عدد کی کل تین صورتیں ہیں ۔ واحد، تثنیہ اور جمع ۔
قدیم ہند آریائی زبانوں میں یہ تینوں صورتیں موجود تھیں ۔ پراکرتوں کے اولین عہد میں تثنیہ ناپید ہوگیا ۔ سنسکرت اور عربی میں واحد جمع کے علاوہ تثنیہ بھی ہوتا ہے ۔
جدید آریائی زبانوں میں عدد کی صرف دو قسمیں ہیں واحد اور جمع
ایک ہو تو واحد ، ایک سے زائد ہو تو جمع
سندھی اُردو اور پشتو میں بھی عدد کی دو قسمیں ہیں ۔
(۱) واحد (۲) جمع
مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں :۔
" اسم کے دو عدد ہیں ۔ ایک واحد دوسرا جمع ، واحد یعنی ایک اور جمع یعنی زیادہ " (ترجمہ) ——(۱)
تسنیم الحق وتقویم لکھتے ہیں ۔
" تعداد کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں ایک اور ایک سے زیادہ "
ترجمہ ۔(۲)
پشتو میں جمع کے قاعدے زیادہ ہیں ۔ سندھی میں سات اور اُردو میں دو یا تین ۔
سندھی میں مونث اسماء کی جمع بنانے کیلئے "اوں" اور "یوں"

---

(۱) سنڌي وياڪرڻ ڀاڱو ٻيون ص ۱۰۹
(۲) پشتو قواعد (تسنیم وتقویم) ص ۴۷ پشاور ۱۹۵۳

لگاتے ہیں۔

سال - سالون　　پشتو　کال - کالونہ

چال - چالون　　چال - چالونہ

زال - زالون　　—

کٹ - کٹون　　کٹ - کٹونہ

بلا - بلاؤن　　—

پوچا - پوچاؤن　　—

رات - راتیون

آک - اکیون

گھوڑی - گھوڑیوں

بکری - بکریوں

—×—

مذکر اسماء میں پشتو اور اردو میں علامت جمع "ے" یائے مجہول جبکہ سندھی میں "ا"

اردو　گھوڑا - گھوڑے

سندھی　گھوڑو - گھوڑا

پشتو میں مونث اسماء کی جمع کی علامت "ے" یائے مجہول ہے۔

بیزو - بیزوگانے (بندر)

پیشو (بلی) پیشوگانے

ښځه (عورت) ښځے

برسن (لحاف) برستنے

مور - میندے　وغیرہ

اسمائے عدد

اسمائے عدد دو طرح کے ہیں۔ صحیح اور مکسور۔ صحیح کی پھر دو قسمیں ہیں ترتیبی اور توصیفی۔ ترتیبی میں ایک سے لیکر ہزار کی گنتی آتی ہے۔ اور اعداد کو جب بطور صفت استعمال کرتے ہیں تو وہ توصیفی کہلاتے ہیں۔ توصیفی اعداد کا طریقہ اردو میں یہ ہے کہ ترتیبی تعداد کے آخر میں "واں" کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ جیسے پانچواں، دسواں، سوواں، ہزارواں، لاکھواں وغیرہ۔ پہلا، دوسرا تیسرا، چوتھا اور چھٹا اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ سندھی میں توصیفی (اعدادی) عدد ظاہر کرنے کیلئے ترتیبی (شماری) عدد کے آخر میں "او" یا "اوں" لگاتے ہیں جیسے ٻہ سے ٻیو، ٽیو، چوٿوں، پنجوں، ڇھوں، ویھوں وغیرہ "پہریوں" اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔

پشتو میں ترتیبی عدد پر "اَم" کا اضافہ کرنے سے توصیفی عدد بنایا جاتا ہے جیسے دوہ سے دوہم، درے سے دریم، څلور سے څلورم، پنځہ سے پنځم، شپږ سے شپږم، لسم، شلم (بیسواں) وغیرہ۔ البتہ پہلے کیلئے لومړے یا وړومبے (یعنی اوّل) خلاف قاعدہ ہے۔

اردو کا پہلا، سندھی کا پہریوں اور پشتو کا لومړے تینوں عام قاعدے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ترتیبی عدد ایک، ھک اور یو پر کسی لاحقے کے اضافے سے نہیں بنے۔ اس معاملے میں یہ انحراف تینوں زبانوں کے باہمی اشتراک کا ایک اور بیّن ثبوت ہے۔

اب ہم تینوں زبانوں کے اعداد ترتیبی کا موازنہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ ان

میں کس حد تک نسبت ہے۔ سو اعداد ترتیبی میں مماثلت اتنی واضح ہے کہ آپ کے سامنے دیکھکر ان پر ایک نظر ڈال لینا ہی کافی ہے۔

اعداد

سندھی	پشتو	اردو	سندھی	پشتو	اردو
ھک	یو	ایک	سترھن	اوولس	سترہ
ٻہ	دوہ	دو	ارڙھن	اتلس	اٹھارہ
ٽے۔ ٽرے	دری	تین	اوڻیھ	نولس	انیس
چار	څلور	چار	ویھ	شل	بیس
پنج	پنځہ (پینزہ)	پانچ	ایکیھ	یوویشت	اکیس
ڇھ	شپږ	چھ	ٻاویھ	دوویشت	بائیس
ست	اووہ	سات	ٽیویھ	درویشت	تئیس
اَٺ	اتہ	آٹھ	چوویھ	څلورویشت	چوبیس
نو	نہہ	نو	پنجویھ	پنځویشت	پچیس
ڏھ	لس	دس	ڇویھ	شپږویشت	چھبیس
یارھن	یولس	گیارہ	ستاویھ	اوویشت	ستائیس
ٻارھن	دولس	بارہ	اٺاویھ	اتہ ویشت	اٹھائیس
تیرھن	دیارلس	تیرہ	اوڻٽیھ	اتہ ویشت	انتیس
چوڏھن	څوارلس	چودہ	ٽیھ	دیرش	تیس
پندرھن	پنځلس	پندرہ	ایکٽیھ	یو دیرش	اکتیس
سورھن	شپاړس	سولہ	ٻٽیھ	دوہ دیرش	بتیس

سندھی	پشتو	اُردو
ٽيٽيھ	درے دیرش	تینتیس
چوٽيھ	څلور دیرش	چونتیس
پنجٽيھ	پنځه دیرش	پینتیس
ڇٽيھ	شپږ دیرش	چھتیس
ستٽيھ	اوه دیرش	سینتیس
اٺٽيھ	اته دیرش	اڑتیس
اوڻيتاليھ	نه دیرش	اُنتالیس
چاليھ	څلویښت	چالیس
ايڪيتاليھ	یو څلویښت	اکتالیس
ٻائيتاليھ	دوه څلویښت	بیالیس
ٽيتاليھ	درے څلویښت	تینتالیس
چوئيتاليھ	څلور څلویښت	چوالیس
پنجيتاليھ	پنځه څلویښت	پینتالیس
ڇائيتاليھ	شپږ څلویښت	چھیالیس
ستيتاليھ	اوه څلویښت	سینتالیس
اٺيتاليھ	اته څلویښت	اڑتالیس
اوڻونجاھ	نه څلویښت	اُنچاس
پنجاھ	پنځوس	پچاس
ايڪونجاھ	یو پنځوس	اکیاون

سندھی	پشتو	اُردو
ٻاونجاھ	دوه پنځوس	باون
ٽيونجاھ	درے پنځوس	ترپن
چوونجاھ	څلور پنځوس	چوّن
پنجونجاھ	پنځه پنځوس	پچپن
ڇاونجاھ	شپږ پنځوس	چھپن
ستونجاھ	اوه پنځوس	ستاون
اٺونجاھ	اته پنځوس	اٹھاون
اوڻھٺ	اُنسٹھ	نه پنځوس
سٺ	شپیته	ساٹھ
ايڪھٺ	یو شپیته	اکسٹھ
ٻاھٺ	دوه شپیته	باسٹھ
ٽيھٺ	درے شپیته	ترسٹھ
چوھٺ	څلور شپیته	چونسٹھ
پنجھٺ	پنځه شپیته	پینسٹھ
ڇاھٺ	شپږ شپیته	چھیاسٹھ
سٺھٺ	اوه شپیته	سڑسٹھ
اٺھٺ	اته شپیته	اڑسٹھ
اوڻھتر	نه شپیته	اُنہتر
ستر	اویا	ستّر

سندھی	پشتو	اردو
ایکہتر	یو اویا	اکہتر
ٻاهتر	دوه اویا	بہتر
ٽيهتر	درے اویا	تہتر
چوهتر	څلور اویا	چوہتر
پنجهتر	پنځه اویا	پچہتر
ڇاهتر	شپږ اویا	چھہتر
ستهتر	اووه اویا	ستتر
اٺهتر	اته اویا	اٹھہتر
اوڻاسي	نه اویا	اناسی
اَسي	اتیا	اسی
ایکیاسي	یو اتیا	اکیاسی
ٻیاسي	دوه اتیا	بیاسی
ٽیاسي	درے اتیا	تراسی
چوراسي	څلور اتیا	چوراسی
پنجاسي	پنځه اتیا	پچاسی
ڇهاسي	شپږ اتیا	چھیاسی
ستاسي	اووه اتیا	ستاسی
اٺاسي	اته اتیا	اٹھاسی
اوڻانوي	نه اتیا	نواسی

سندھی	پشتو	اردو
نوي	نوي	نوے
ایکانوي	یو نوي	اکیانوے
ٻیانوي	دوه نوي	بانوے
ٽیانوي	درے نوي	ترانوے
چورانوي	څلور نوي	چورانوے
پنجانوي	پنځه نوي	پچانوے
ڇهانوي	شپږ نوي	چھیانوے
ستانوي	اووه نوي	ستانوے
اٺانوي	اته نوي	اٹھانوے
نوانوي	نه نوي	نوانوي
سؤ	سل	سو
هزار	زر	ہزار
ڏهه هزار	لس زره	دس ہزار
لک	لاک	لاکھ
ڏهه لک	لس لاکه	دس لاکھ
ڪروڙ	کروړ	کروڑ

———×———

ان اعداد کو پہلی نظر ڈالنے ہی سے اندازہ ہوتا ھے۔ کہ تینوں زبانوں میں کس درجہ یک رنگی موجود ھے۔ یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ھے۔ کہ ان تینوں زبانوں کے اسمائے عدد ایک ہی اصل سے ماخوذ ہیں۔ البتہ صوتی تغیرات کے اصول کے تحت ان میں معمولی فرق پیدا ہوا ھے۔

ھک، یو اور ایک کا فرق معمولی صوتی تغیر سے زیادہ نہیں ھے جب کہ سندھی کا "ہہ" اردو کے بارہ، بائیس، بیالیس میں صاف نظر آتا ھے۔ اور پشتو کے بیا (پھر، دوسری بار)، بیل (الگ) میں اس کا عکس ملتا ھے۔

پس اعداد کی اس یکسانیت کو دیکھ کر ہم تینوں زبانوں کے اشتراک کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ کس طرح یہ ایک مشترک زبان سے نکلی ہیں۔ اور اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ھے۔

مکسور اعداد

مکسور اعداد میں سندھی اور اردو آپس میں زیادہ قریب ہیں جبکہ پشتو کا رجحان فارسی کی طرف ھے

سندھی	اُردو	پشتو
پاءُ، چوٿو، چوٿ، چوتھائی	پاؤ۔ چوتھائی	پاؤ
اڌ	آدھا	نیم
ٽہائی	تہائی	دریمہ
ڏيڍ	ڈیڑھ	یونیم

سندھی	اُردو	پشتو
اڍائي	اڑھائی ۔ اڑھائی	دوہ نیم
سوا	سوا	پاؤ پانڈیو یا پنځه پاؤ
ساڍا	ساڑھا	نیم
پوڻو	پونا	پوکم

کسور اعداد میں سندھی اور اُردو کا رجحان سنسکرت کی طرف ہے ۔ جبکہ پشتو فارسی کی طرف مائل ہے ۔ تاہم تینوں زبانوں میں مکمل ہم آہنگی موجود ہے ۔

———— × ————

حالت (CASE)

جملے کے اندر محلِ استعمال کے اختلاف سے اسم کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ فاعل کی حیثیت سے حالتِ فاعلی میں ہوگا۔ مفعول کی صورت میں حالت مفعولی اور منادیٰ ہے تو ندائی وغیرہ

سندھی اور پشتو میں حالتوں کے مخصوص نظام کی وجہ سے زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اُردو البتہ اس میں سادگی کی طرف مائل ہے۔ سندھی اور پشتو دونوں نے قدیم اثر کو باقی رکھا ہے جبکہ اُردو سنسکرت کے اس اثر سے نکل چکی ہے۔

مثال

سندھی

	واحد	جمع
(۱) حالت فاعلی	زال (عورت)	زالون
(۲) عام صورت	زال کی، جو، کان	زالن کی، جو، کان
(۳) حالت ندا	اي زال	اي زالون

پشتو

	واحد	جمع
(۱) حالت فاعلی	ښځه (عورت)	ښځې
(۲) عام صورت	ښځې ته، نه،	ښځو ته، د ښځو ښځو نه
(۳) حالت ندا	اے ښځې	اے ښځو

سندھی اور پشتو کے حالتوں کی صورت میں حالتِ فاعلی اور عام صورت میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مگر حالت ندائی میں پشتو اُردو کی ہمنوا ہے۔

ضمیروں کا اشتراک

سندھی اور پشتو میں ضمیریں دو طرح کی آتی ہیں۔ (۱) متصل (۲) منفصل، اُردو میں متصل ضمیریں نہیں ہیں۔ اس لئے ہم تینوں زبانوں میں پائی جانی منفصل ضمیروں کا مطالعہ کریں گے،

متکلم

	سندھی	پشتو	اُردو
حالتِ فاعلی واحد	مان	زہ	میں
" مفعولی واحد	مون کي	ما تہ	مجھ کو۔ مجھے
" اضافی "	منھنجو	زما	میرا
" جری "	مون کان	ما نہ/لہ ما	مجھ سے

حاضر

	سندھی	پشتو	اُردو
حالتِ فاعلی واحد	تون	تۂ	تو
" " جمع	توھین/اوھیں	تاسو	تم۔آپ
" مفعولی واحد	توکے	تا تہ/تونۂ	تجھ کو۔تجھے
" " جمع	توھان کي	تاسو تہ	تم کو۔آپ کو
" اضافی واحد	تنھنجو	ستا/دتا	تیرا
" " جمع	توھان جو	ستاسو/دتاسو	تمہارا۔آپ کا
" جری واحد	توکان	تا نۂ	تجھ سے
" " جمع	توھان کان	ستاسو نہ	تم سے/آپ سے

غائب

	سندھی	پشتو	اُردو
حالتِ فاعلی واحد	ھو/ھوءَ	ھغه/ھغه	وہ
" " جمع	ھو	ھغوئ/ھغئ	وہ
" مفعولی واحد	ھن کي	ھغهٔ ته/ھغے ته	اُس کو، اسے
" " جمع	ھنن کي	ھغوئ ته	اُن کو، انہیں
" اضافی واحد	ھن جو	دھغوئ ھغهٔ/دھغے	اُس کا،
" " جمع	ھنن جو	دھغوئ	اُن کا
" جری واحد	ھن کان	ھغهٔ نه/ھغے نه	اُس سے
" " جمع	ھنن کان	ھغوئ نه	اُن سے

اُردو نے ضمیروں کے تذکیر کو ختم کیا ہے - البتہ سندھی اور پشتو میں اب تک اس کے نشان موجود ہیں -

حالتِ مفعولی واحد غائب = ھغے ته (مونث)

" اضافی واحد " = دَ ھغے

" جری " " = ھغے نه

اسی طرح سندھی میں ھو، ھوءَ

ھوءَ، اھا اس کی مثالیں ہیں.

ضمیروں کے اس خاکے کو سامنے رکھنے سے اندازہ ہوتا ہے - کہ کس طرح تینوں زبانوں میں اختلاف کے باوجود اشتراک موجود ہے.

———x———

متصل ضمیریں

پہلے کہا جا چکا ہے۔ کہ اردو میں ضمیر متصل نہیں ہے۔ جبکہ سندھی اور پشتو دونوں میں متصل ضمیریں پائی جاتی ہیں۔ اُردو میں اِن کا مادہ تو ہے۔ مگر ضمیریں موجود نہیں۔

سندھی اور پشتو دونوں میں یہ ضمیریں جملے کے شروع میں نہیں آ سکتیں۔ اس کیلئے ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ یہ متصل ہوں۔ اِس کی مثالیں نیچے دی جاتی ہیں۔

(۱) سندھی

				متصل ضمیر
واحد متکلم	= پُٹم	منھجو پُٹ	(میرا بیٹا)	م
جمع "	=	استعمال میں نہیں آتا	—	س، ون
واحد حاضر	= پُٹئی	تنھجو پُٹ	تیرا بیٹا	ئی
جمع "	= پُٹو	توھان جو پُٹ	تمہارا بیٹا	و
واحد غائب	= پُٹس	ھن جو پُٹ	اُس کا بیٹا	س
جمع غائب	= پُٹن	ھنن جو پُٹ	اُن کا بیٹا	ن

(۲) پشتو

پشتو میں متصل ضمیریں صرف چار ہیں۔ ئے، دِ، م، مو

واحد غائب جمع غائب = "ئے" خوئے ئے (اُس کا بیٹا)

واحد متکلم = م، خوئے م، میرا بیٹا

واحد حاضر = دِ خوئے دِ تیرا بیٹا

جمع حاضر، جمع متکلم مو خوئے مو ہمارا بیٹا، تمہارا بیٹا

سندھی اور پشتو کے متصل ضمیروں میں واحد متکلم میں بڑی حد تک یکسانیت ہے

اسمائے اشارت

سندھی پشتو اردو کے اسمائے اشارت میں اشتراک موجود ہے۔
سندھی میں حالت فاعلی میں واحد مذکر کیلئے ھيُ، واحد مونث کیلئے ھيءَ اور جمع مذکر و مونث کیلئے ھي۔ دوسری حالتوں میں واحد کیلئے ھن اور جمع کیلئے ھنن۔

پشتو میں قریب کیلئے "دا" اور دور کیلئے "ھغہ" آتا ہے۔ یہ مذکر مونث دونوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

فعل ماضی اور حالت مفعولی اور اضافی میں "دا"، "دے" سے اور ھغہ، ھغے سے بدل جاتا ہے۔ کبھی تاکید کیلئے "دا" کی جگہ "دغہ" اور "دے" کی جگہ "دغے" استعمال ہوتا ہے۔

اُردو میں بہ حالت فاعلی، جمع، واحد، مذکر و مونث سب کیلئے "یہ" ہے، حالت مفعولی میں واحد اسے، یا اس کو، جمع انہیں یا اُن کو، حالت اضافی اور جری میں واحد اِس اور جمع اِن، اِنہوں

ضمیر مشترک خود، پاڻ، سندھی میں ضمیر مشترک کہلاتے ہیں۔
پشتو میں خود اور خپلہ استعمال ہوتے ہیں۔
آپ اور پاڻ مونث اور مذکر میں یکساں رہتے ہیں۔ البتہ حالت اضافت میں یہ اپنا اور پنھنجو کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
پشتو میں مذکر کیلئے خپل اور مونث کیلئے خپلہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور جب حرف مضاف کے بعد آتے ہیں۔ تو خپلے بن جاتا ہے۔

———x———

ضمیر موصول اور اُس کا جواب

سندھی اور اُردو میں ضمیر موصول "جو" ہے۔ اور "سو" اس کا جواب ہے۔ پشتو میں صرف ایک ضمیر موصول ہے "چہ" اس کے جواب میں "نو" آتا ہے۔

مثال خہ "چہ" کرے "نو" خفہ پہ ریبے

اُردو "جو" پڑھے گا، "سو" کرے گا

سندھی جو پڑھندو، سوئی کرندو

دیکھا جائے تو ضمیر موصول کے معاملے میں تینوں زبانوں میں ایک اشتراک موجود ہے۔

ضمائر تنکیر

ضمائر تنکیر اُردو میں دو ہیں۔ "کوئی" اور "کچھ" اِن میں سے کوئی اشخاص کیلئے اور کچھ اشیاء کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ حروف ربط آنے پر کوئی "کسی" کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

سندھی میں ضمائر تنکیر کو مبہم ضمیریں کہتے ہیں۔ یہ تقریباً وہی ہیں جو اردو میں ہے۔ "کو" اور "کجھ" (کچھ)۔

کو، کا، کنھن، کن، "کو" کی گردان ہے۔

پشتو میں کوئی کی جگہ "څوک" اور کچھ کیلئے "څہ" آتا ہے یہ دونوں ضمیر مذکر و مونث کیلئے یکساں آتے ہیں اور اپنی حالت نہیں بدلتے۔

———x———

ضمائر استفہام

سندھی میں استفہامی ضمیریں تین ہیں۔

(۱) کیر (۲) چا (۳) کھڑو

کیر اشخاص کیلئے آتا ہے۔ "چا" بےجان اشیاء کے ساتھ اور کھڑو دونوں کے ساتھ۔

مرزا قلیچ بیگ لکھتے ہیں:-

"کیر آدمی کے ساتھ آتا ہے، چا بےجان چیزوں کے ساتھ اور کھڑو دونوں کے ساتھ" ـــ ترجمہ ـــ (۱)

اردو میں "کون" جاندار کیلئے، "کیا" بےجان کیلئے اور "کونسا" دونوں کیلئے آتا ہے۔

پشتو میں "څوک" جاندار کیلئے، "څه" بےجان کیلئے اور "کوم" دونوں کیلئے آتا ہے۔

"څوک"، فعل متعدی کے ساتھ صرف ماضی کے صیغے میں "چا" کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

"صوتیات" کے باب میں کہا گیا ہے کہ پشتو میں "څ"، چ کی نرم صورت ہے، لہٰذا سندھی کا "چا" اور پشتو کا "څه" مکمل طور پر مماثل ہیں۔ بلکہ بعض پشتون قبائل تو "څه" کی جگہ "چه" بولتے ہیں۔ اسی طرح اردو کے "کونسا" اور پشتو کے "کوم" میں بھی ہم آہنگی موجود ہے۔

---

(۱) سندی ویاکرڻ (باگو نیون) قلیچ بیگ ص ۱۳۰ حیدرآباد ۱۹۶۰ء

اُردو میں کون کی مختلف صورتیں یہ ہیں ۔

حالت	واحد	جمع
فاعلی	کون	کون
مغیرہ	کس	کن، کنہوں
مفعولی	کسے	کنہیں

"کونسا" مونث میں "کونسی" اور جمع میں "کونسے" بن جاتے ہیں ۔
سندھی کا "چا"، مذکر مونث، واحد جمع سب حالتوں میں یکساں رہتا ہے ۔ "کیرُ" مذکر ہے اور کیرِ مونث ۔ غیر فاعلی حالت میں واحد کیلیے "کنھن" اور جمع کیلئے کن آتا ہے ۔

کھڑو کی گردان یہ ہے ۔

حالت	مذکر واحد	مذکر جمع	مونث واحد	مونث جمع
فاعلی	کھڑو	کھڑا	کھڑی	کھڑیون
غیر فاعلی	کھڑي	کھڑن	کھڑیَ	کھڑین

پشتو میں صرف "خوک" (کون) اپنی حالت بدلتا ہے ۔

	واحد	جمع
فاعلی	خوک	خوگ
مفعولی (ماضی)	چا	چا

"څه" اور "کوم" میں څه اپنی حالت نہیں بدلتا۔ "کوم" مونث میں "کومه" اور جمع مونث میں کومے بن جاتا ہے +
سندھی، پشتو اور اردو کے اسماء کا مطالعہ کرنے کا اندازہ ہوتا

ہے۔ کہ تینوں زبانوں کے اسماء میں بنیادی طور پر اشتراک موجود ہے۔
البتہ طویل صوتی تغیرات کی وجہ سے بعض اسماء کی صورت اتنی تبدیل
ہو چکی ہے کہ اب آسانی سے ان کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ وہاں اس اختلاف
میں بھی اشتراک کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

فعل

تینوں زبانوں میں افعال بنانے کے قاعدوں میں اشتراک کم ملتا ہے۔ اس
لئے فعل کی بحث مختصر ہوگی۔

فعل کے سلسلے میں مادے کو اولیت یا تقدم حاصل ہے۔ یہ فعل کے نظام
کی تشکیل میں جزو لازم کی حیثیت سے ہر جگہ قائم رہتا ہے۔ زمانہ کوئی بھی ہو مادہ
سب کے درمیان قدر مشترک ہوتا ہے۔

مادے کیلئے سندھی، پشتو اور اردو میں "مصادر" کو سامنے رکھا جائے گا۔ تب
ہمیں اندازہ ہوگا۔ کہ اس معاملے میں تینوں زبانوں میں کتنا اشتراک موجود ہے۔
"پشتو" میں سندھی اور اردو کی طرح علامت مصدر "ن" بھی ہے۔ مگر
جیسا پہلے کہا جا چکا ہے۔ پشتو زبان دو لہجوں میں تقسیم ہے۔ اسی لئے ایک
گروہ (قندھار۔ خٹک گروپ) کی علامت مصدر "ن" ہے اور دوسرے کی
"ل"۔ مثلاً

	خٹک گروپ	یوسفزئی گروپ
کرنا	کوَ(ن)	کول
کھانا	خوړ(ن)	خوړل
لکھنا	لیکن	لیکل
جان سے مارنا	مړ(ن)	مړول

سندھی اور اردو کے مصادر میں مماثلت زیادہ ہے۔ مگر پشتو کے مصادر میں کافی فرق پیدا ہوا ہے۔ یہ فرق صوتی تغیرات کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ یہاں ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو	
کائڻ	خوړل / خوړل	کھانا	(کھ = خ)
پکڻ	پخیدل / پخیدل	پکانا	

اس کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں۔
تینوں زبانوں کے مشترک مصادر کی ایک مختصر فہرست دی جاتی ہے۔ تاکہ اندازہ ہو کہ کس طرح اِن میں بنیادی اشتراک موجود ہے۔

سندھی	پشتو	اردو	سندھی	پشتو	اردو	سندھی	پشتو	اردو
اٿارڻ	اُٹھانا	اوچتول	پچائڻ	پیژندل	پہچاننا	کائڻ	خوړل	کھانا
بجڻ	بجنا	بجیدل	ڦوڪڻ	پُوکل	پھونکنا	ڪرڻ	کول	کرنا
بجائڻ	بجانا	بجول	جوڙڻ	جوړول	جوڑنا	ڳڻڻ	گڼل	گننا
پکڻ	پکنا	پخیدل	چارڻ	څرول	چرانا	لکڻ	لیکل	لکھنا
ٻڌڻ	بندکرنا	بندول	ڇڪڻ	څکل	چکھنا	لڳڻ	لګیدل	لگنا
تورڻ	تولنا	تلل	چرڻ	څرېدل	چرنا	مرڻ	مړېدل	مرنا
تاپڻ	تھاپنا	تپل	چاٽڻ	څټول	چاٹنا	مارڻ	مہوڅل	مارنا
ٺڪڻ	ٹھوکنا	ټوکل	چيرڻ	څیرل	چھیڑنا	نچڻ	نڅل	ناچنا
پالڻ	پالنا	پالل	چيرڻ	څیرول	چیرنا	وسڻ	وریدل	برسنا

بعض مصادر ایسے ہیں - جو تینوں زبانوں نے عربی الاصل الفاظ پر علامت مصدر بڑھا کر بنائے ہیں -

سندھی	پشتو	اُردو
قبولڻ	قبلولول	قبول کرنا (قبولنا)
بدلڻ	بدلول	بدلنا

فارسی الاصل الفاظ پر علامت مصدر لگا کر مصادر بنانے کا رواج تینوں زبانوں میں عام ہے -

سندھی	پشتو	اُردو
آزمائڻ	آزمیل	آزمانا
رنگڻ	رنگول	رنگنا
بخشڻ	بخښل	بخشنا
شرمائڻ	شرمول	شرمانا
فرمائڻ	فرمیل	فرمانا
بہلائڻ	غولول	ورغلانا

بعض مصادر فارسی سے ماخوذ ہیں۔ سندھی اور پشتو میں استعمال ہوتے ہیں - اُردو میں نہیں ۔ ہاں اسم کے طور پر اُردو میں جانے پہچانے ہیں۔

آزارڻ	ازارول	دکھ دینا
دمڻ	دمول	دم کرنا
رسیڻ	رسیدل	پہنچنا
چکیدڻ	څکیدل	ٹپکنا

وغیرہ

مرکب مصادر بنانے کے سلسلے میں تینوں زبانوں میں بہت ہم آہنگی موجود ہے۔ تینوں زبانوں میں بے شمار مرکب مصادر استعمال ہوتے ہیں ان کے وضع کرنے کے قاعدے تقریباً یکساں ہیں - یہاں بطور مثال چند مرکب مصادر پیش کئے جاتے ہیں -

سندھی	پشتو	اردو	سندھی	پشتو	اردو
آغاز ڪرڻ	آغاز کول	آغاز کرنا	جاري رکڻ	جاري ساتل	جاری رکھنا
حصو وٺڻ	حصه اخستل	حصہ لینا	بحث ڪرڻ	بحث کول	بحث کرنا
اک لگڻ	سترګې لګيدل	آنکھ لگنا	تباه ڪرڻ	تباه کول	تباہ کرنا
آباد ڪرڻ	آبادول	آباد کرنا	ڪوشش ڪرڻ	کوشش کول	کوشش کرنا
حاصل ڪرڻ	حاصلول	حاصل کرنا	يقين ڏيارڻ	يقين ورکول	یقین دلانا
مدد ڏيڻ	مدد ورکول	مدد دینا	هٿ ملائڻ	لاس ورکول	ہاتھ ملانا

لازم اور متعدی

فعل لازم بھی ہوتے ہیں اور متعدی بھی

لازم   احمد هلي ٿو   احمد چلتا ہے   احمد ځي۔
پکي اڏامن ٿا   پرندے اُڑتے ہیں   مرغۍ ورځي۔

متعدی   احمد محمود کي ماريو   احمد نے محمود کو مارا   احمد محمود او وهلو

سندھی اور اُردو میں لازم سے متعدی بنانے کیلئے احادی المتطلع مادّی حرکت کا اشباع کردیا جاتا ہے جیسے مرنا — مارنا (زبر کا اشباع) یا ~~چھیر~~ چھِڑنا سے چھیڑنا، چھِرڻ سے چھیرائڻ مرڻ سے مارڻ (زیر کا اشباع) اور مُڑنا سے موڑنا یا مُڙڻ سے موڙڻ (پیش کا اشباع)

پشتو میں متعدی کے طریقے میں اختلاف ہے۔ جن مصادر کے آخر میں "ل" یا "یدل" ہو۔ اُس "ول" سے بدلتے ہیں۔ مثلاً

ژړيدل (رونا) سے ژړول، بیماریدل سے بیمارول یا خنبل سے خنبول (بِینا/پلانا) اور جہاں ~~کیل~~ "کیدل" آتا ہے اُسے کول سے بدلتے ہیں۔ اوبه کیدل — اوبه کول (پگھلانا - پانی کرنا)

سندھی اور اُردو میں الف، ھمزہ اور الف کا اضافہ کر کے لازم سے متعدی بناتے ہیں
ہٹنا ۔ ہٹانا ۔ ہٹڻ ۔ ہٹائڻ
لٹنا ۔ لٹانا ۔ وسڻ ۔ وسائڻ

متعدی سے متعدی بالواسطہ بنانے کیلئے مصدر کے آخر میں علامت مصدر سے پہلے اردو میں الف اور سندھی میں الف اور ہمزہ کا اضافہ کر دیا جاتا ھے۔
کرنا ۔ کرانا ۔ کرڻ ۔ کرائڻ وغیرہ

پشتو میں متعدی بالواسطہ کا طریقہ یہ ھے۔ کہ لازم کی طرح اس پر بھی "ول"، یا "ول" بڑھاتے ہیں۔ مثلاً خوړل ۔ خوړول وغیرہ

معروف و مجہول

معروف و مجہول کے سلسلے میں تینوں زبانوں میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی ھے۔ سندھی اور اُردو میں مصدر "جانا"، "وڃڻ" اور پشتو میں "کیدل" کے اجزا لگانے سے مجہول بناتے ہیں۔

اردو احمد نے محمود کو مارا سندھی۔ احمد محمود کی ماریو پشتو احمد محمود اووھلو۔
مجہول احمد مارا گیا احمد ماری ویو احمد او وھلے شو۔

فعل امر

فعل امر میں سندھی اور اُردو بالکل ایک ہیں۔ علامت مصدر گرا کر امر بنایا جاتا ھے مثلاً آنا سے آ ، آچڻ ، اَچ
جانا سے جا ، وڃڻ ، وڃ وغیرہ
پشتو میں امر کا صیغہ نسبتاً پیچیدہ یعنی اس میں فعل حال کے واحد حاضر کے ساتھ "ہ" لگاتے ہیں اور "ی" کو حذف کر دیتے ہیں۔
لیکل (لکھنا) واحد حاضر فعل حال "لیکے" امر ولیکۂ / لیکۂ

فعل نہی ، سندھی اور اردو میں امر کے آگے "نہ" لگانے سے نہی بنتا ہے۔
مثلاً کر سے نہ کر — وِیج سے نہ وِیج

کبھی سندھی میں "مہ" اور اردو میں مت لگاتے ہیں۔
جیسے مت کر — مہ وِج

لشتو دوسری حالت سے متفق ہے۔ یعنی "مہ" لگانے سے نہی بنتا ہے۔
کوہ (کر) مہ کوہ ، ځه (جا) (مت جا) مہ ځه

غائب کی صورت میں تینوں زبانیں مکمل ہم آہنگ ہیں۔
نہ کرے ، نہ وِجیں - نہ ڈِجی

مشتقات اور افعال معاون

(۱) اسم فاعل :۔ اسم فاعل بنانے کیلئے تینوں کے طریقے مختلف ہیں - اردو میں "والا" لگاتے ہیں ، سندھی میں "ندڑ (اندڑ)" اور لشتو میں علامت مصدر ہٹا کر "ونکے" لگاتے ہیں۔ مثلاً لکھنے والا ، لکندڑ اور لیکونکے لشتو کبھی اردو کی مماثلت میں "وال" بھی لگاتی ہے۔ مثلاً لیکوال وغیرہ
(۲) اسم مفعول اردو میں مصدر کے مادے (یا فعل امر) کے ساتھ "الف" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جہاں پہلے سے الف یا واؤ ہو ، وہاں "ی" کا اضافہ بھی الف کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کھا — کھایا ، چل سے چلا
سندھی میں فعل امر کے ساتھ "ال" ، "یل" یا "او" اور یو لگاتے ہیں۔
لکھ سے لکھیل (لکیل) یا لکیو (لکھیو) اور مار سے ماریل یا ماریو
لشتو میں اسم مفعول مصدر سے بنتا ہے۔ یعنی مصدر پر "ے" اور "شوے" کا اضافہ کرتے ہیں۔ لیکل سے لیکلے شوے ، وھل (مارنا) سے وھلے شوے

افعال معاون

فعل معاون سندھی پشتو اور اُردو میں تقریباً یکساں ہیں ۔ اُردو میں "ہے" سندھی میں "آہے" اور پشتو میں دے، دہ، دی ۔ ~~اور آہے اپنی حالت نہیں بدلتے~~، پشتو میں مذکر کیلئے "دے" مونث کیلئے "دہ" اور جمع مذکر و مونث کیلئے "دی" آتا ہے ۔ اسی طرح ہے جمع میں ہیں اور آہے جمع میں آہن بن جاتے ہیں ۔

گردان

سندھی واحد	سندھی جمع	پشتو واحد	پشتو جمع	اُردو واحد	اُردو جمع
ھو آھی	ھو آھن	ھغہ دے	ھغئی دی	وہ ہے	وہ ہیں
تو آھین	توھین آھیو	تہ ئے	تاسو ئی	تو ہے	تم ہو
آءُ آھیاں	اسین آھیون	زہ یم	مونږ یو	میں ہوں	ہم ہیں

فعل ماضی ، ماضی کے افعال میں تینوں زبانوں میں اشتراک موجود ہے

	اُردو	سندھی	پشتو
(۱) مطلق =	مارا، پڑھا	ماریو ۔ پڑھیو	اووھلو ۔ اولوستو
(۲) ماضی قریب =	مارا ہے ۔ پڑھا ہے	ماریو آہے ۔ پڑھیو آھی	وھلے دے ۔ لوستے دے
(۳) " بعید ۔	مارا تھا ۔ پڑھا تھا	ماریو ھو ۔ پڑھیو ھو	وھلے وُو لوستے وُو
(۴) " احتمالی =	مارا ہوگا	ماریو ھوندو	وھلے بہ ئے دی
(۵) " ناتمام ۔	پڑھتا تھا	پڑھیو ٹے	لوستل ئے
(۶) " شرطیہ =	وہ پڑھتا	ھو پڑھے ھا	کہ لوستے ئے

~~لازم~~

مضارع

مضارع بنانے میں تینوں زبانوں میں کچھ اشتراک موجود ہے ۔ گردان کرنے سے ہمیں اس کا اندازہ ہوگا ۔

گردان مضارع ، اردو سندھی پشتو

وہ لکھے، وہ لکھیں   هو لکي ـ هو لکن   هغه دِ وخوري (وہ کھائے)
هغوئ دِ وخوري

حال   سندھی   پشتو   اردو

هو لکندو آهي   هغه ليکي   وہ لکھتا ہے ۔
(ناتمام) هو لکندو هوندو   هغه به ئې ليکي   وہ لکھتا ہوگا، وہ لکھ رہا ہوگا

مستقبل   سندھی   پشتو   اردو

(۱) مطلق   هو لکندو   هغه به ليکي   وہ لکھے گا ۔
(۲) استمراری هو لکندو هو   هغه به ئې ليکي   وہ پڑھتا رہے گا ۔

"نحو"

لفظوں کو خاص ترتیب سے جوڑنے سے جملہ یا کلام بنتا ہے۔ اور یہی علم نحو کا موضوع ہے۔ سندھی پشتو اور اردو میں مکمل نحوی اشتراک ہے۔ اگر کسی ایک زبان کا جملہ لکھا جائے۔ پھر دوسری دو زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے۔ تو نحوی ترکیب بالکل یکساں ہوگی۔ اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ نحوی اشتراک کا جائزہ لیں گے۔

مبتدا۔ خبر یا فعل۔ فاعل، سندھی پشتو اردو میں مبتدا ہو یا فاعل، اردو کے قواعد پہلے آئے گا اور خبر یا فعل بعد میں۔

	سندھی	پشتو	اردو
اسمیہ	زید عالم آهي	زید عالم دے	زید عالم ہے
فعلیہ	زید ويو	زید لاړو	زید گیا۔

مبتدا اسم بھی ہو سکتا ہے، ضمیر بھی ہو سکتی ہے اور مصدر یا جملہ بھی

	سندھی	پشتو	اردو
اسم =	احمد آيو	احمد راغلو	احمد آیا
ضمیر =	هو ويو	هغه لاړو	وہ گیا
مصدر =	روئڻ چڱو نہ آهي	ژړل ښہ نہ دی	رونا اچھا نہیں ہے۔
جملہ =	جا شئي فاني آهي سا دل لڳائڻ جي لائق نہ آهي	کوم شے چہ فاني وي نو د زړہ لګولو نہ وی	جو چیز فانی ہے۔ وہ دل لگانے کے قابل نہیں

جملے میں فعل، فاعل کے ساتھ اور خبر، مبتدا کے ساتھ جنس اور تعداد میں مطابق رکھتی ہے۔

سندھی	پشتو	اردو
مڙس آيو	سړے راغلو	مرد آیا
زال آئي	ښځه راغله	عورت آئی

سندھی	پشتو	اردو
مڑس آیا	سړی راغلو	آدمی آئے
زالون آیو	ښځې راغلې	عورتیں آئیں
زید شاگرد هو	زید شاگرد وُو	زید طالب علم تھا -
سلمیٰ شاگردیاڻي هئي	سلمیٰ شاگردہ وہ	سلمیٰ طالبہ تھی
ٻار بيمار هئا	بچي / ماشومان ناجوړه وُو	بچے بیمار تھے .

مبتدا یا فاعل اسم جمع ہو - تو خبر یا فعل واحد لاتے ہیں -

سندھی	پشتو	اردو
لشکر ڀڄي ويو	لښکر وتښتيدو	لشکر بھاگ گیا .
سرکار رحم واري آهي	سرکار رحم والا دے	سرکار رحم والی ہے -
مجلس گڏ ٿي	مجلس راټوله شو	مجلس اکٹھا ہوئی -

رسالوں، کتابوں، اخباروں کے نام جمع ہوں تو فعل واحد کے آتے ہیں -

سندھی	پشتو	اردو
انسان جا فرائض ڪتاب هڪڙي انگريز جو لکيل آهي	د انسان فرائض کتاب يو انگريز ليکلے دے -	"انسان کے فرائض" کتب ایک انگریز کی لکھی ہوئی ہے

کئی فاعل حروف عطف کے ذریعے ملائے گئے ہوتے ہیں - ان کیلئے فعل جمع آئے گا -

سندھی	پشتو	اردو
احمد، قاسم ۽ محمد آيا آهن	احمد، قاسم او محمد راغلي دي	احمد، قاسم اور محمد آئے ہیں -

اگر مبتدا یا فاعل کئی ہوں - اور ان کی جنس اور تعداد مختلف ہو - تو فعل یا خبر سب سے آخر کے تابع ہوگی -

سندھی	پشتو	اردو
احمد ۽ سندس مائٽياڻيون آيون	احمد او د هغه خپلوانې ښځې راغلې	احمد اور اس کی رشتہ دار عورتیں آئیں
احمد ۽ سندس دوست آيا	احمد او د هغه ملګري راغلو	احمد اور اس کے دوست آئے -

مفعول فعل متعدی ہمیشہ فعل چاہتا ہے ۔ مفعول کا مقام تینوں زبانوں میں فاعل اور فعل کے درمیان ہوتا ہے

سندھی	پشتو	اُردو
احمد، محمد کي ماريو	احمد، محمد اووھلو	احمد نے محمد کو مارا

بعض فعل دو مفعول چاہتا ہے ۔ جن میں سے پہلا دوسرے کی کیفیت ظاہر کرتا ہے ۔ پہلا فاعل سے اور دوسرا فعل سے قریب ہوتا ہے

سندھی	پشتو	اُردو
قدرت قاسم کي شل بنايو ۔	قدرت قاسم شل جوړ کړو	قدرت نے قاسم کو شل بنایا

بعض وقت فعل لازم بھی مفعول چاہتا ہے ۔ مگر ضروری ہے ۔ کہ مفعول اُسی فعل سے ہو

سندھی	پشتو	اُردو
ھو کافرن جو موت مئو آھي	ھغه د کافرانو په مرګ مړ دے	وہ کافروں کی موت مرا ہے

اسم حالیہ ، اسم استقبال ، ماضی معطوفی

اسم حالیہ ، اسم استقبال اور ماضی معطوفی ~~میں~~ تینوں زبانوں میں عموماً فعل سے پہلے آتے ہیں اور اس کے قریب رہتے ہیں

	سندھی	پشتو	اُردو
استقبال اسم حالیہ	مجھے آج باہر جانا ہے	ما ته نن بانډي تلل پکار دي	مون کي اَج باهر وڃڻو آهي
اسم حالیہ	وہ راستے پر کتاب پڑھ رہا تھا	هغه په لاره کتاب لوستو ۔	هو رستي تان ڪتاب پڙهندو پيو ويو ۔
ماضی معطوفی	کتا روٹی کھا کر، ٹکڑا منہ میں پکڑ کر بھاگ گیا	سپي ډوډۍ خوړلو بیے ټوټه خولے کښے نیولی منډه کړه	ڪتو ماني کائي ٽڪر وات ۾ جهلي ڀڄي ويو

ضمیر استفہام ۔ ضمیر استفہام جملے میں فاعل واقع ہو یا مفعول بالعموم شروع میں آتی ہے ۔

سندھی	پشتو	اردو
کیر تو چئي تہ اهو کم سون کیو آهي	خوک وائی چہ دا کار ما کړے دے	کون کہتا ہے کہ یہ کام میں نے کیا ہے۔
کٿي اهن توسان وڃين	کوم ځائے تہ ځے	کدھر جاتے ہو

موصول اور جواب موصول موصول پہلے اور پھر اُس کا جواب۔

سندھی	پشتو	اردو
جو ڪتاب سون توکي ڏنو آهي سو هي آهي	کوم کتاب چہ ما تا تہ درکړے دے هغه دا دے	جو کتاب میں نے تم کو دی ہے سو یہ ہے۔

حرف جر ، حرف جر دونوں زبانوں میں (مجرور) اسم کے بعد آتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
ڪتاب ۾	ڪتاب کښے	کتاب میں
سون کان مجھ سے	ما نہ	مجھ سے
اَج تائين	نن پورے	آج تک
ميز تي	ميز باندے	ميز پر

مرکب اضافی مضاف الیہ پہلے مضاف بعد میں اور حرف اضافت ان کے درمیان

زید جو کتاب	زید کی کتاب

پشتو میں حرف اضافت پہلے آتا ہے۔ پھر مضاف الیہ اور آخر میں مضاف

دَ زید کتاب

سندھی اور اردو میں بھی کبھی مضاف، مضاف الیہ کی ترتیب بدل جاتی ہے اور پشتو میں بھی

سندھی	پشتو	اردو
هي گھوڙو منهجو آهي	دا آس زما دے	یہ گھوڑا میرا ہے۔

جنس، عدد اور حالت میں مضاف الیہ (یا حرف اضافت) مضاف کے مطابق ہوتا ہے۔

	سندھی	پشتو	اردو
واحد مذکر	منهجو گھوڙو	زما آس	میرا گھوڑا
واحد مونث	منهجي گھوڙي	زما اسپہ	میری گھوڑی
جمع مونث	منهجي گھوڙيوں	زمونږ اسپے	میری گھوڑیاں
جمع مذکر	منهجا گھوڙا	زمونږ اسونہ	میرے گھوڑے

عنبرؔا علی

سندھی	پشتو	اُردو	
منھنجے گھوڑی کی	خما اسپے تہ	میرے گھوڑے کو	واحد مذکر
منھنجین گھوڑین کی/سان	خما اسپو سرہ	میری گھوڑیوں سے	جمع مؤنث

حرف اضافت کے اختلاف کو نیز حالت، عدد اور جنس کی صورتوں میں بعض تشخصات کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُردو سندھی اور پشتو کے مرکب اضافی میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔

مرکب توصیفی

صفت ـ موصوف

عربی فارسی میں صفت سے پہلے موصوف آتا ہے۔

فارسی = گُلِ سرخ (سرخ پھول) عربی = ولدٌ جمیلٌ (خوبصورت لڑکا)

سندھی پشتو اور اُردو میں صفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں۔

سندھی	پشتو	اُردو
اچو گھوڑو	سپینہ اسپہ	سفید گھوڑا

لیکن اگر موصوف جملے میں مبتدا اور صفت خبر واقع ہو تو یہ ترتیب الٹ جاتی ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو
ھو گھوڑو تکو آھي	ھغہ اسپہ تیزہ دہ	وہ گھوڑا تیز ہے۔

صفت جنس، عدد اور حالت میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو	
تکو گھوڑو	تیز اس	اچھا تیز گھوڑا	مذ
تکي گھوڑي	تیزہ اسپہ	اچھی گھوڑی	مؤ

سندھی	پشتو	اردو
نکا گھوڑا	تیز اسونہ	اچھے گھوڑے
نکیون گھوڑیون	تیزے اسپے	اچھی گھوڑیاں
نکی گھوڑے جو	د تیزے اسپے	اچھے گھوڑے کا

لیکن فارسی عربی کا کوئی لفظ اگر صفت ہو تو سندھی اور اردو میں تبدیلی نہیں آتی۔

سندھی	اردو
تیز گھوڑو	تیز گھوڑا
تیز گھوڑی	تیز گھوڑی
تیز گھوڑا	تیز گھوڑے
تیز گھوڑیوں	تیز گھوڑیاں
تیز گھوڑی جو	تیز گھوڑے کا

مرکب عطفی

معطوف ـــــ معطوف علیہ

تینوں زبانوں میں معطوف علیہ پہلے اور معطوف بعد میں آتا ہے۔ حرف عطف اردو میں "اور" سندھی میں "۽" = ئہ اور پشتو میں "او" ہے۔

سندھی	پشتو	اردو
رستم ۽ سھراب	رستم او سہراب	رستم اور سہراب

مرکب اشاری

مشارہ ـــــ مشار الیہ

"ھی" اور "ھو" سندھی میں، "دا" او "ھغہ" پشتو میں اور "یہ" اور "وہ" اردو میں حروف اشارہ قریب و بعید ہیں۔ یہ ہمیشہ مشار الیہ کے ساتھ اس سے پہلے آتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
ھي ڪتاب	دا کتاب	یہ کتاب
ھو ماڻھو	هغه سړے	وہ آدمی

مرکب عددی

مرکب اعداد جوڑنے میں تینوں زبانوں کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ وہ دہائی سے پہلے اکائیاں جوڑتی چلی جاتی ہیں۔ گیارہ سے اٹھارہ تک، اکیس سے اٹھائیس تک، اکتیس سے اڑتیس تک۔ البتہ نو سے مرکب اعداد میں اختلاف ہے پشتو میں نو والی بھی اسی طرح ۹ کے ساتھ دہائی جوڑ کر عدد بنایا ہے البتہ سندھی اور اردو میں "اُڻ" اور "اُن" لگا کر عدد بنتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
ٻارھن	یوولس	گیارہ
اُڻونجاھ	نهه پنځوس	اُنچاس

مرکب ندائی

تینوں زبانوں میں حرف ندا، منادی سے پہلے آتا ہے اور ندا کے حروف بھی تقریباً ایک سے ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
اي يار	او یار	اے یار
اڙي ڇوڪرا	يه هلکه	ارے لڑکے

جملے میں مرکب ندائی عموماً پہلے آتا ہے۔

سندھی	پشتو	اردو
اي قاسم اھو ڪم نہ ڪريو	يه قاسمه دا کار مه کوه	اے قاسم یہ کام نہ کرو۔

لیکن اگر منادی پر زور دینا ہو تو اسے آخر میں بھی لا سکتے ہیں۔

سندھی	پشتو	اردو
تهنجي اهي سزا آهي کمبخت	ستا هم دغه سزا ده کمبخته	تیری یہی سزا ہے کمبخت۔

جملہ شرطیہ

تینوں زبانوں میں شرط پہلے اور اس کی جزاء بعد میں آتی ہے۔ اور شرط وجزاء کے حروف کا محل وقوع جملے میں دوسرے اجزاء کی نسبت سے بالکل ایک ہے۔

سندھی: جيڪڏهن اهو ڪم ڪندين ته نقصان پهچندي۔

پشتو: که چرے دا کار کوے نو نقصان به دررسی۔

اردو: اگر یہ کام کروگے تو تم کو نقصان پہنچے گا۔

—— × —— × ——

مشترک الفاظ

زبان میں الفاظ کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے بلکہ زبان الفاظ کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس مقالے میں مختلف مقامات پر تینوں زبانوں کے مشترک یا قریبی الفاظ آ چکے ہیں۔ "صوتی تغیر" میں وہ الفاظ آئے جو یکساں ہونے کے ساتھ ذرا سا اختلاف رکھتے ہیں۔

اس باب میں تینوں زبانوں کے مشترک الفاظ کو پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) قدیم آریائی الاصل سندھی اور پشتو کے مشترک الفاظ

اَتل (لاثانی)، اَڑ (رکاوٹ) اشکیل/اشکول (جانور کے پاؤں میں زنجیر/رسی ڈالنا)

اَگا (بڑا بھائی)، اُوجاڑ (ویران)، بیکھ/بیخ، بُڈو/بُوڈا تبر، اَٹی، جوان جمان، چَپٹی (بیگار)، چوکاٹ،

کر کنات (وہ مرغی جس کی ہڈیاں سیاہ ہوں)، بھیر (قطار)، ب وش، مَٹ (بھاڑ)، بڑبڑیو (زیادہ بولنے والا)، بوہو/بوبہ (انبار۔ ڈھیر)

والی (بالی)، ودی خور/بدی خور (رشوت خور)، گنڈہ (گرہ)

بوڑیو/بوڑیر (جس کی ناک ہمیشہ بہتی ہو۔ گندہ۔ میلا)، باڑو (کرایہ)

بامبٹ/بامبن (برہمن)، بوسو/بوس (بھوسہ)، بودلو/بودلا (سادہ

تپاس/تپوس (دریافت)، تلاؤ (تالاب)، سوکو/سوکا (آسان)

سال (جو برادری ہو، خون کا رشتہ نہ ہو)، سیک/سپک (کمزور۔ پتلا۔ نازک)

شُرنا/شُر نے (شہنائی)، شملو/شملہ (طرّہ)، چنّو/چنا (چنا)

لومڑ/لومبڑہ (لومڑی)، لیک/لیکہ (لکیر)، لنگ/لنگی (پگڑی)

بگوڑ / بگونی (بوری)، مک / مخ (چہرہ)، وڑیج / ونج بیار (تجارت)
کاپارو / کپری (کھوپری)، تنٹی / تنھی (فیتہ - تسمہ)، دھڑ / دیہہ (گاؤں کا رقبہ)
سڑ / سن (پٹ سن)، تورزن (بہادر)، جھنبر / جنبہ (گردن کے پیچھے کا حصہ)
چندن / چندن (صندل)، چانوٹی / چاوہی، ٹپ / ٹرپ (چھلانگ)
ڈاڑو / تاڑ (حملہ)، تونو / تووٹ (نقصان)، شنبر / شنبہ (ویران)
ننبو / ننہرے (چھوٹا)، شولہ / شولو (چاول)، ینگ / ننگ (بھنگ)
وڈائی / بھائی (غرور - بزرگی - شیخی)، نینھن / مینہ (محبت)، وٹی / وائی
(کہنا - بات)، تاؤ / تاو (حرارت - تپش)، پسارٹ / پسریل (سوجھنا)
پلو / پلو (آنچل)

(۲) سندھی، پشتو، اردو کے ہندی الاصل مشترک الفاظ

ا = آسرہ، اچانک، اٹکل، اوہو (کلمۂ تعجب)

ب = بکڑ، برابر، بیٹھک

ب = باہر   بھ :- بھنگ - بھرتی (پشتو میں بنگ، برتی)

پ = پاؤ - پائی   پھ = پھاٹک پشتو (پاٹک)

ت = تنبو، تیل، توپ (توپہ پشتو)   تھ = تھان (پشتو = تان)

ٹ = ٹوپی - ٹولی   پشتو = (ٹوپی، ٹولے)   ٹھ = ٹھگ، ٹھیک (پشتو = ٹگ، تیک)

ج = جٹر، جنجال، جوڑ   جھ = جھالر، جھٹ پٹ، جھولی (پشتو = جالر، جٹ پٹ، ځولئ)

چ = چنبیل / چنبلی - چال، چوکی   چھ = چھل (فریب)، چپ

د = دال، دمڑی   دھ = دھرم شالہ - دھڑی (پشتو = درم سال، دڑی)

ڈ = ڈول (ڈھنگ) ڈھ = ڈھیر (پشتو = ڈیر)

ڑ = رنگ، رنڈی (پشتو = رنڈئی)

س = سڑک، سونف، سہیلی، سیٹھ (پشتو = سیٹ)، سنگار، سر۔

ش = شیشم = (شوہ پشتو)

ک = کروڑ، کچالو، کٹری (پشتو = کمرئی)، کوٹ (قلعہ)، کنجی، کوڑی

کھ = کھوٹ پشتو = (کوٹ) گ = × گول

گھ = گھر (پشتو = کور)، گھڑی (پشتو = گمرئی)، گھنگرو (پشتو = گونگرو)

ل = لونگ، لومڑی (پشتو = لومبڑہ) م = مرچ، ملہ (نخ)

ن = نالی - نائی، نتھ (پشتو = نتہ / نتکئی)

ہ = ہاتھی (پشتو = اتی)، ہتھیلی (پشتو = تالے)

یہ تو وہ الفاظ تھے۔ جو ہندی الاصل ہیں۔ اور سندھی پشتو اردو میں مشترک ہیں۔ پشتو جہاں جس لفظ کی صورت میں جزوی اختلاف ہے وہ ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

(۳) سندھی اور اردو کے مشترک ہندی الاصل الفاظ

اب وہ الفاظ دئیے جاتے ہیں۔ جو ہندی الاصل ہیں۔ اور سندھی و اردو میں مشترک ہیں۔ یہ الفاظ پشتو میں نہیں پائے جاتے۔

ا = آرسی، آرپار، ابھاگ، اتھاہ، اٹل، آپار، اپائے، اپواس، اچاٹ، اچل، اچھوت، اداس، ادھیڑ، ادب، استری، الٹ پلٹ، الجھن، الگ، امر، امنگ، ان ّ، اناج، انجن (کاجل)، اندھیر، انگ (بدن)، اوٹ، اوس، اونگھ، آکاس، اتر، انوکھی —

ب = برسات، بوند، بے دھڑک، بچاؤ، بنا، بستی۔
بھ = بھائی، بھاجی، بھاری، بھاشا، بھانت (قسم)، بھائی، بھائی بند
بھبوت، بھرم، بھسم، بھوت، بھیانک، بھیروی، بھیڑ (مجمع)، بھیل،
بھرپور، بھینٹ (ملاقات)۔
پ = پاپڑ، پاجی، پار، پارس، پال، پالک، پالکی، پتھر، پچکاری،
پچھاڑی، پٹ (سکن)، پربت، پرچا، پرچار، پردیس، پردھان،
پرے، پریت، پریم، پکار، پکوان، پکھراج، پل، پنڈت، پنکھڑی،
پوتھی، پونجی، پہر، پیاس، پیٹ، پیڑا (درد)، پیڑھی (پشت)
پرمی، پہاڑ، پتھراؤ، پتلی، پل، پوتر (پاک)، پیر، پوجا، پیار، پیاری۔
پھ = پھل، پھلواڑی، پھوٹ، پھٹ (لعنت)، پھوکٹ۔
ت = تان، ترائی، ترنگ، تک، تلسی، توری۔
ٹ = ٹوڑی (راگ)، ٹیک۔
ٹھ = ٹھاکر، ٹھوس ج = جتن، جٹا، جپ، جنم بھومی، جو، جوت
جوتش، جوڑا، جوا، جواری، جیت، جی، جیون
جھ = جھاڑ، جھانجھ، جھٹ، جھلک، جھومر، جھنڈ۔
چ = چالو، چاندی، چاہ، چت، چتر (چالاک)، چرن (پاؤں)، چڑی،
چکنا چور، چکور، چمک، چوٹی، چنتا، چنچل، چوٹ، چوپٹ، چودھری،
چور، چورس، چدن، چوڑی، چوک، چولی، چین، چمبڑی، چڑھائی،
چادر، چوٹی، چاندنی۔
چھ = چھائی، چھاچھ، چھکٹ، چھچھوندر، چھوٹ۔

دیوی، دباؤ

د: داتا، داس، دالچینی، دان، دَل (لشکر)، دِن، دیپک، دیس، دیوتا،

دھ: دھنی، دھرم، دھڑ، دھڑا دھڑ، دھڑک، دَھن، دُھن، دھونی، دھولس، دھیان، دھیرج، دھیمی، دھی، دھرتی۔

ڈ: ڈاکو، ڈانوا ڈول۔ ڈھ: ڈھال، ڈھائی، ڈھنگ، ڈھور، ڈھولک، ڈھونگ

ر: رات، راجا، راجپوت، راجکمار، راج، راس، رانی، رُت، رتن، رس، رسوئی، رشی، روک، روپ، ریت، ریتی، ریڑھ، ریس، رین، روٹ، رکاوٹ، روک تھام۔

س: سانکھ، ساتھی، ساجن، سارنگی، ساڑھی، ساکھ، ساگر، سَت، سَتی، سنیاس، سجاوٹ، سچ، سُچیت، سدا، سُدھ، سُر، سراپ، سکھ، سُکھ، سکھی، سماج، سماچار، سمیت، سَنت، سنتوش، سُندر، سنسار، سنکھ، سنگ، سنگھاسن، سنگت، سنگیت، سوا، سواد، سوچ، سوراج، سورج، سورج مکھی، سورداس، سونٹھ، سویر، سوئمبر، سیٹی، سیج، سیڑھی، سمجھ، سہی۔ ش: شاستر، شانتی، شنکھ

ک: کروڑ، کاج، کانچ، کال، کایا، کباڑی، کتھا، کٹار، کٹاری، کٹیا، کٹھن، کٹھور، کپوت، کپٹ، کپاس، کچنار، کچوری، کچہری، کچھ، کچھ، کرتار، کرتوت، کرپا، کرپان، کراہ، کڑھی، کسان، کسوٹی، کلجگ، کلال، کلف، کلنک، کلول، کلی (غنچہ) کماری، کندن، کنگال، کنول، کنواری، کنیا، کوڑھ، کوئل، کہاوت، کینچی، کوٹھی، کاٹھ

کھ: کھتری، کھجلی، کھڈ، کھر، کھرنڈ، کھیل، کھٹ پٹ

گ: گت، گج، گراہک، گرہست، گگن، گنوار، گود، گوری، گوسائیں، گوسائیں، گیت۔

گھ: گھات، گھاٹ، گھٹا، گھڑیال، گھمسان، گھمنڈ، گھونگھٹ

ل: لابھ (فائدہ)، لاج، لال، لالچ، لٹھ، للکار، لنگور، لوئی، لوہار، لہر، لیئی، لڑائی۔

م: ماتا، مانجھی، ماما، مائی، مت (عقل)، مٹر، مدھر، مرلی، مکّی، مکھیچوس، ملائی، ملیچھ، مَن (دل)، منڈلی، منتری، منتر، مندر، منڈی، منگل، مُنی (رشی)، موتی، مورت، مورچھل، مورکھ، موہ، مہرا، مہک، مہورت، میاں مٹھی، مینا۔

ن: نانگ، نار (عورت)، ناس (برباد)، نال، نایک، نٹ (پیشہ)، نیٹ، نچ، ندی، نر، نس (رگ)، نگر (شہر) نیاؤ (انصاف)، نیچ، نرالا، نرلی، نراس، نردوش۔

ہ = ہاتھی، ہتھیار، ہنڈی، ہولی، ہلچل

ی = یاتری

سندھی پشتو اردو کے "عربی الاصل" مشترک الفاظ

الف: آفت، آداب، آخر، آخرت، اسباب، اخبار، اخلاق، اسلحہ (وسلہ)، اصول، اَجل، اَمن، اِنسان، ادب، اول، استاد، اصیل، امین، امیر، ایمان، احسان، احساس، اعلان، اطلاع، امداد، اجازت، اِقرار، انصاف، امتحان، انتقال، اختیار، اعتبار، امانت

ب: باقی، باہمت، بالکل، بدن، بیان، بالغ

ت: ترقی، تکلیف، تعلیم، تاریخ، تقدیر، تصویر، تقسیم، تصدیق، تجارت

جہاز
ث :- ثواب ج : جائز، جسم، جمع، جماعت، جواب، جلوس

ح : حاضر، حاکم، حال، حکیم، حیران، حساب، حالت، حکم، حق

خ : خیال، خاص، خبر، خدمت، ختم، خالی، خیر

د : دین، دنیا، داخل، دوران، دکان، دعا، دعوی، دولت

ذ : ذات ر : رباب، رسم، رواج، روح، رعیت، رئیس

ز : زیادہ : پشتو (زیات) رخصت س : سیر (پشتو : سیل)، سہولت، سبق، سفر، سوال

ش : شامل، شریف، شاعر، شراب، شوق، شے، شربت، شرط، شک، شکل۔

ص، صابن، صاحب، صحیح، صفا، صفائی، صورت، صلاح، صلح۔

ض، ضرورت ط طرز، طاقت، طبیعت، طبیب

ظ ظلم ع، علم، عام، عرض، عمل، عقل، عشق، عدالت، عذاب، عاجز، عمر، عزت

غ، غریب، غیر، غلط، غم، غول، غضب

ف فساد (پشتو : فساد)، فرق (پشتو : توپیر)، فکر (پکر)، فوج

ق قبول، قید، قوم، قدر، قرض، قیمت، قانون، قلم، قمیص، قدم

ک، کتاب، کاغذ، کبر ل، لیاقت، لحاظ

م، ملک، مذہب، منزل (پشتو : منزل)، مطلب، مراد، مبارک، مدد، منظور، ملاقات، مرضی، مخالف، محتاج (پشتو = محتاج)، معلوم، مالک، منشی، منصف، مشہور، مسافر، موسم۔

ن نقصان، نسل، نظم، نشر، نہر (نیر)

و وقت (پشتو : وخت)، واقف، وطن، وکیل۔

ی یقین

سندھی اور اُردو کے مشترک عربی الاصل الفاظ

ا ، اصلاح ، اوزار ، احوال ، اوائل ، اخراجات ، اشراف ، اسرار ،
اقوام ، اوراق ، اکابر ، امراض ، اصلاحات ، افواہ ، اہم ، اوج ، اعلیٰ
اہل ، اشد ، اکثر ، ابتر ، اغوا ، اظہار ، الزام ، اشاعت ، ایجاد ، ارسال
امکان ، انکار ، اجلاس ، اعتقاد ، اشتراک ، اعتراض ، اختلاف ، ابتدا
اجتماع ، افتتاح ، احتجاج ، انتظامیہ ، امتیاز ، اشتعال ، اقتدار ، احتیاط
اہمیت ، انسانیت ، آمریت ، اہلیت ، الفت ، استعمال ، استقبالیہ ، استدعا ، استعفا

ب باطنی ، باطن ، باعث ، باب ، بلاشبہ ، بعض ، بعد ، بحث ، بقا ، بعید
بخل ، تبّر ، بحران بُخار

ت تعلق ، تحرک ، تقرر ، تحمل ، توجہ ، تشدد ، تعاون ، تکبر ، تعداد ، تفاوت
تکرار ، تعلقات ، توازن ، توقع ، تمنا ، ترتیب ، تشکیل ، تائید ، تفصیل ،
تقریباً ، تحقیقات ، تخفیف ، تجویز ، تقریب ، تسلیم ، ترجیح ، تلقین ، تبدیل
تسخیر ، تنظیم ، تشویش ، تشریف ، تنبیہ ، تحویل ، تحسین ، تقویت ، تمام ، ترجمانی
ترجمان ، تحت ۔

ث : ثابت ، ثقافتی ۔

ج ، جامع ، جدید ، جاہل ، جائز ، جاری ، جزو ، جلد ، جبر ، جارحیت ،
جمہور ، جذبات ، جرأت ، جمہوریت ، جواز ، جنون ، جدوجہد ، جمال

ح : حاصل ، حقیقت ، حامی ، حیات ، حصول ، حلیف ، حرف ،
حیوان ، حسرت ، حرکت ، حمایت ، حضرات ، حیثیت ، حل ۔

خ ، خصوصاً ، خاطر ، خادم ، خوف ، خلقت ، خلافت ، خلاء ، خطاء

خطاب، خط، خالص، خالق، خارج، خلاف، خرلیف۔ دارالحکومت

د: دینار، دائم، دماغ، دیوان، دفعہ، درج، دخل، دوا، دعوت

ذ: ذکر، ذاکر، ذکر اذکار، ذہن، ذہنی، ذوق، ذہنیت، ذخیرہ

ر: رائج، رقم، رسوخ، ربیع، رائے، راحت، ردعمل

ز: زرعی، زوال

س: سیاحت، سلطنت، سکون، سقیم، سیاست، سیاح، سطح، سبب، سند، سفارتی، سابق

ش: شہر، شائع، مشہور، شاہد، شہید، شدید، شاعر، شعراء، شروع، شفا، شعر، شرارت، شباب، شروعات، شرائط، شمولیت، شرکت، شکایت، شر، شک، شخص، شکل، شغل، شمع۔

ص: صوفی، صدری، صواب، صحابی، صغیر، صدارت، صنعت، صلح، صرف، صدر، ظرف، صبح، صبوح۔

ض: ضبطی، ضمنی، ضرب، ضرور، ضائع

ط: طرح، طبق، طمع، طعام، طرف، طبعی، طے، طب۔

ظ: ظاہر، ظاہری، ظلم،

ع: علم، علمی، عام، عکس، علمیت، عجیب، عالمانہ، عظیم، عملی، عزیز، عجیب، عزائم، عامل، عائد، عدم، عظیم، عدل، عادل، علاج، عجز، عافیت، عرش، عالی، عورت، علاوہ، عدالتی، عاجز

غ: غیر، غلط، غنی، غبار، غور، غداری، غالب۔

ف:- فتح، فقط، فاتحانہ، فن، فنی، فحش، فوری، فرق، فتویٰ،
فنا، فکر، فرحت، فراد، فخر، فرائض، فلسفہ

ق، قدیم، قوی، قسم، قیاس، قریب، قیادت، قدرتی، قابل، قائل
قوت، قومی، قانونی، قیاس، قربان، قتل، قوانین، قائم، قلت،
قیام، قدیم، قسط، قدرت

ک، کافور، کربلا، کتابی، کافی، کمال، کثیر، کرام، کرسی، کلام، کامل

ل لفظ، لازمی، لہذا، لباس

م منحصر، مثلاً، مخفی، موجود، موجب، مؤثر، معلومات، مقدس،
مہیا، متعلق، مکمل، ماتحت، مضبوط، متکلم، موقوف، مقام، مختار، مفاد، معنی
مختلف، معیار، ماہر، منعقد، مقرر، منتقل، متبادل، موجودہ، ممکن،
مذاکرات، مفید، محروم، مشترک، موصوف، معزز، مبصر، منتخب، مقامی
ملازمت، موزوں، معانی، متعلقہ، معمول، موت، مسجد، مصنوعی، معاون
مخص، مطالعہ، مستقبل، مواصلات، مروت، مخالف، مجبور، معیشت،
مثال، معقول، مقیم، مسلط، مجاز، محتاج، مناسب، مشکل، معلوم، منظر
معروف، مبہم، منسوخ، مندوب، مقصد، معطل، مختیر، ملکی، ملتوی، منشی
معنی، مضمون، مال، محل، محبت، معشوق، محفل، مجنون، مجلس، مرض
مریض، ممالک، مخالفت، موافق، مرید، معتبر، محسوس، مشہور، مختصر
مداخلت، مذمت، مستقلی، مشتمل، مرحوم، ملکیت، محنت، مراد، منور،
مقدس، ملازم، مصالحت، میدان، موقف، مسود، مایوسی، مشق، ماہر

ن نسبت، ناقدانہ، نجات، نظام، نہایت، نافذ، نوعیت، نادم،

نفوس، نجوی، نسلی، نظم، نائب

ہ ہمت، ہدایت، ہوا۔

و واقفیت، ولایت، وقت، وجود، وقار، وضاحت، وساطت، وادی، ورق، وزارت، وکالت، وفا، وغیرہ، وفد، واضح، واحد، واقع، وصیت، وقف

ی یعنی

سندھی، پشتو، اُردو کے فارسی الاصل مشترک الفاظ

ا آسانی، آرام، آزاد، آسمان، آواز، آزار، آسان، آرائش، آباد (یہ سب پشتو میں "مد" کی جگہ "ے" سے مستعمل ہیں) افسوس، اُمید، اوزان، انجیر پشتو (انځر)۔

ب بادشاہ، بغداد، بنیاد، بزرگ، بخت، بار (وار)، بہار، بلبل، باغ، بستان، بیمار، بیماری، بازار، بادام، بے روزگار، برباد، بے ہوش، بیکار، بہتر، بدی۔

ت تندرست، تباہ، تنگ، تیر، تخت، تن، تیز، تار۔

پ پابند، پروردگار، پلاؤ، پلنگ، پرہیز، پہلوان، پیر، پنج، پیدائش، پیغام، پیغمبر، پریشانی، پابندی، پاکی۔

ج جنگ، جوان (ځوان)، جانے (ځانے)، جانور (ځناور) (ځ)۔ جنت، چمن۔

خ خاوند، خدا (خُدائے)، خوبی، خشکی، خرابی، خاندانی، خوشی

خاندان، خُدائی، خوار،

د دَرزی، دستار، درویش، دشمن، دوست، دیو، درخت، دیوار (پښتو = دیوال)، دامن (پښتو لمن)، دوزخ، دریا (پښتو = دریاب)، درد پښتو (درد)، در (پښتو ور)، درخواست، دریافت، دربار، دردناک

ر، رنگ، روز (پښتو روځ یا ورځ) رنگین، رومال، رنګارنګ

ز، زمیندار، زور، زخم، زر، زبان (پښتو = ژبه)

س، ساربان (پښتو = ساروان)، سُرخاب، سوسمار (ګوه) (پښتو سمسه)
سوگند، سامان، سست، سُود، سوار (سَود)، سرد، سزا،
سرکار، سپاہی، سختی، سربراہ، سنگین -

ش شاگرد، شاخ، شکار، شوشہر، شیر، شادی -

ف فریاد

ک کار، کبوتر (پښتو = کمتره)، کچکول، کمزور، کباب، کمائی
کوشش، کاریگری، کمی، کاروبار

گ، گران، گریبان (گریوان)، گرم، گل، گرمی، گندگی،

ل = لشکر،

م مہمان (میلمه)، مرد (سړی)، مفت، مرہم (ملهم)، مردار (مردار)
مزدور، مہربانی

ن نارنگی، نازک، نیک، نرم، نزدیک (نژدے)، نماز (مونځ)
نادان، نشان، نیکی -

و والپس، ویرانی (ورانی)
ہ ھزار (زر)، ہوش، ہنر، ی یادگار، یاد، یار

سندھی اور اُردو کے مشترک فارسی الاصل الفاظ

ا = آرزو، آتش، آہستگی، آمادگی، آگاہ، آئندہ، آمدنی، آبدار
آبپاشی، ازمائش، آہ، امیدوار، انجمن، ابر، ارجمند، اشرفی
انداز، اندر، اوبین، ادائیگی۔
ب، بازیگر، باندی، برخوردار، بیدار، بیگار، بیابان، بندگی،
بارش (پشتو = باران)، بندش، باغات، بہبود، بنیادی، بہشت، باربار
بیجا، بیداد، بارگاہ، برپا، باوجود، باعزت، برہم، برقرار، بیدخل
باہمی، بیکار، بجائی، بجا، بہترین، بجائے، بربادی، بینائی، بہی خواہ
ت، ترکش، تنگ و دو، تباہی، تلخی، تاہم
پ پابند، پُر، پروردگار، پرہیز، پیروی، پوشاک، پشیمانی،
پیش، پیر، پشم، پرواز، پیرہن، پیشوا، پابندی،
ج جوش، جانشین، جہاز رانی
چ، چند، چمن، چونکہ، چاشنی۔
خ: خاور، خاندان، خواہش، خریداری، خانگی، خودی، خاموش،
خون، خود، خریدار
د داور، دبستان، دسترخوان، دشوار، دنگل، دوبدو،
دولاب، دام، دل، دستور، دور، دلیر، دوزخ، دیل، دیر،

درآمد، درمیان، دریافت، درگاہ، درکنار، داستان، دردناک

ر ، رانگان، رخسار، رفتار، راہ، رویہ، راز، رُخ، ریشم
روزمرہ، روشنی، رائے دہی، روشن، رسوا، روپوش، روشناس، رہائش

ز زمین، زبانی، زوال، زرخیز، زندہ، زیاں، زنجیر، زبردستی، زندگی،
زیرنگرانی، زندہ باد، زبردست، زیردست۔

س ، سُرخرو، سرسام، ساختہ سال، سرانجام، سرگرم، سرحد،
سروکار، سرسبز۔

ش ، شبنم، شرمسار، ششدر، شمشیر، شلوار، شاہی، شاہ، شام،
شاید، شکست، شال، شاداب، شنوائی،

ف فرمان، فروغ، فراہم، فریاد، فرزند، فریادی

ک ، کاکل، کوہستان، کردار، کمک، کاش، کشیدگی، کاروائی
کیمیائی، کاریگری، کمی، کارکردگی، کاروبار

گ گروہ، گویا، گراں، گدا، گزارش، گنجائش، گرم جوشی،
گندگی، گویائی، گلشن، گلزار، گرفتار۔

ل لنگر، لاش۔

م مشک، مگر، مفت، مہر

ن ، نشیب، نشست، نیاز، نادار، نمائندہ، نشیبی، نیستی، نمائندگی

و ، واہی ہ ہمواری، ہنگامی، ہمدردی، ہمراہ، ہرگز

ی ، یکسوئی، یکساں، یکسانیت

سندھی، پشتو، اردو کے انگریزی الاصل مشترک الفاظ

اسٹیشن، اسکول، اسپتال، اسمبلی، اسٹنٹ، اسکیم، انچارج، اسٹاف، اردلی، اسٹیج، اسپیکر، اسپیچ، اسپرٹ، الماری، سٹول، اپیل، آکسیجن، آرڈر، آرڈیننس، اسپیل

نوٹ: اِن میں سے جن الفاظ کی ابتدا ساکن سے ہوتی ہے (مثلاً سکول) وہ پشتو میں اُسی طرح ادا کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ پشتو میں ابتدا ساکن سے ہوا کرتی ہے۔ (ہوسکتی ہے)، اُردو اور سندھی میں البتہ ایسا نہیں ہوتا، اس لئے اس کے شروع میں الف لگاتے ہیں)

(ب) بوٹ، بٹن، بل، بلٹی، بس

(پ) پتلون، پلٹن، پاس، پاسپورٹ، پستول، پارسل، پریس، پوزیشن، پروگرام، پروفیسر، پوسٹ، پلیٹ، پولیس، پارٹی

(ٹ) ٹیلیفون، ٹائر، ٹیوب، ٹیبل، ٹاؤن کمیٹی، ٹاون ہال

(ج) جج، جنرل (پشتو = جرنیل)، جیل

(چ) چارج (د) درجن

(ڈ) ڈاکٹر، ڈگری، ڈویژن (پشتو = ڈویژن)، ڈبل، ڈکشنری

(ر) ریل، رپورٹ، ریکارڈ، ریڈیو، روڈ، رجسٹر، ربڑ، رائفل، رزلٹ

(س) سمن، سوسائٹی، سلیپر، سیکریٹری، سوڈا، سیکنڈ، سنتری

(ف) فلالین، فسٹ کلاس، فلم، فُل۔

ک :- کمپاؤنڈر، کورٹ، کیس، کمشنر، کوٹ، کالر، کار، کافی، کارڈ، کوارٹر، کانگریس، کانفرنس، کیک، کمانڈر، کنٹرول

گ گورنر، گلاس، گراموفون

ل لسٹ، لالٹین، لیڈر، لوکل بورڈ، لاؤڈ سپیکر، لاری،

م منی آرڈر، ممبر، موٹر، مشین، میل، منٹ۔

ن نوٹ، نمبر، نوٹ بک، نومبر

و وارنٹ، ووٹ

ھ = ھوٹل

ی = یونیورسٹی

انگریزی کے علاوہ دوسری یورپی زبانوں کے مشترک الفاظ

یونانی، درم (سندھی = ڈم)، مرمر (سنگ مرمر)

مالیخولیا، سرنگ (سرنگھ)

اطالوی کمرہ

پرتگالی = نیلام، فالتو چینی چائے (سندھی چانھ)

ترکی الاصل مشترک الفاظ

چقماق۔ چاقو۔ قینچی۔ چغل، چق، چغہ، چمچہ، قابو، بقچہ، غالیچہ، قلندر، قنات، بورچی، سوغات، بیگ، بیگم، طمانچہ، قلی، بندوق، خچر وغیرہ

+

رشتہ داروں کے نام

سندھی	پشتو	اردو
ماءُ	مور	ماں
پيءُ	پلار	باپ
پُٽ	ځوئے	بیٹا - پوت
ڌي	لور	بیٹی - دھی
چاچو	ترہ	چچا
چاچي	ترندیار	چچی
ڦوڦڙ		پھوپھا
ڦُڦي	ترور	پھوپھی
ڀائٽو	وراره	بھتیجا
مامو	ماما	ماموں
مامي	مامی	ممانی
ماسڙ	د ماشو خاوند	خالو - موسا
ڀائٽي	وريره	بھتیجی
ڀيڻ	خور	بہن
ماسي	ماشو	خالہ - موسی
سالو	اوخښے	سالا
سالي	اوخښینه	سالی
سهرو	سخر	سُسر

سندھی	پشتو	اردو
سَس	خواښې	ساس
ڏاڏو	نیکهٔ	دادا
ڏاڏي	نیا	دادی
مڙس	میړهٔ	مرد (خاوند)
زال	ښځه	بیوی
ڄاٽو	زوم	داماد
پوٽو	نمسے	پوتا
پوٽي	نمسۍ	پوتی
ڀاءُ	ورور	بھائی
نانو	نیکه	نانا
ناني	نیا	نانی
ڀاڄائي	خور زهٔ	بھابھی
ڀاڄائي	ورندار	بھائی بھاوج
ڀاڻيجي		
ڀاڻيجو	خوريهٔ	بھانجا

——— × ———

گھریلو روزمرّہ استعمال کی اشیاء

سندھی	پشتو	اردو	سندھی	پشتو	اردو
قمیص	کمیس	قمیص	ٿالھ	تال	تھال
کالر	کالر	کالر	رواٽي	سوھان	ریتی
رومال	رومال	رومال	سارنگي (سربندو)	سربنده (سلونڈا)	سارنگی
گلوبند	گلابند	گلوبند	ٽوال	تولیه	تولیہ
ٽوپي	ټوپئ	ٹوپی	ڪمبل	کمبل	کمبل
واسڪوٽ	واسکټ	واسکٹ	سوئيٽر	بنین	سوئیٹر
رنبو	رنبے	رنبا	سئي	ستن	سوئی
واھولو	تیشئ	بسولا	دستانو	دستانه	دستانہ
بيلچو	بیلچه	بیلچہ	بندوق	ټوپک	بندوق
ڪرڙ (کھٹ)	کټ	کھاٹ	برڇي	برچئ	برچھی
لغام واگ	واگے باگ	لگام	رندو	رنده	رندا
ستار	ستار	ستار	آر	اره	آری
ڌاڳو	تار	دھاگا	چلھ	نغرے	چولھا
ڪوڏر	کودالئ	کدال	ٿالھي	تالئ	تھالی
سوت	پنھسی	شست	نيزو	نیزه	نیزہ
جورابا	جرابے جراب	جرابیں	قينچي	قینچی	قینچی
ڪمان	کمان	کمان	ٿيلو	تیلا	تھیلا
پلنگ	پلنگ	پلنگ	ڪوٽ	کوټ	کوٹ

سندھی	پشتو	اردو
تلوار	توره	تلوار
چیني	چیمي	چھینی
آئینو (آرسی)	اینه/هنداره	آئینہ (آرسی)
ترازي	تله	ترازو
استري	استری	استری

اعضاء و جوارح

سندھی	پشتو	اردو
جسم	جسم ۔ وجود	جسم
مُڇ	بریتونه	مونچھ
ڪرائي	مړوند	کلائی
نَڪ	پوزه	ناک
آڱوٺو	کلکه گوته	انگوٹھا
پيٽ	کیډه ۔ خیټه	پیٹ
معدو	لرمون	معدہ
دل	زړه	دل
جيڀ	ژبه	جیب ۔ زبان
گردن	اورمیږ	گردن
پنجو	پنجه	پنجہ

سندھی	پشتو	اردو
پير	پښه	پیر
ڦڦڙ	پرپوس	پھیپھڑا
ڇاتي	سینه	چھاتی
وار	ویښته	بال
ڪن	غوږونه	کان
ڀرون	تاوروزے	بھویں
هٿ	لاس	ہاتھ
پيشاني	تندے	پیشانی
جگر	اینه	جگر
اک	سترګه	آنکھ
سینو	سینه	سینہ
آڱر	گوته	انگلی
اوجھري	لرے	اوجھڑی
تري	تورے	تلی
زبان	ژبه	زبان
بازو	مټ	بازو
ڪلهو	اوږه	کندھا
ڏاڙهي	ږیره	داڑھی
ڏند	غاښ	دانت
پاسري	پښتئ	پسلی
جوڙ	جوړ	جوڑ
خون	وینه	خون

جانور، چرند پرند اور حشرات الارض

سندھی	پشتو	اردو
اُٺ	اوبښ	اونٹ
ڪتي	سپئ	کُتیا
چيتو	پړانګ	چیتا
ڳئون	غوا	گائے
باز	باز	باز
ٻڪر	پسۂ	بکرا
هاٿي	آتی	ہاتھی
مور	طاؤس	طاؤس مور
ٻلو	پیشے	بلا
طوطو	طوطی	طوطا
رڇ	یږ	ریچھ
هرڻ	هوسئ	ہرن
ٻڪري	بزہ	بکری
گڏهه	خر	گدھا
لومڙي	لومبړہ	لومڑی
ٻليڪ	بطه	بطخ

سندھی	پشتو	اردو
ڪتو	سپے	کُتا
ٻلي	پیشو	بلی
لومڙ	لومبړ	لومبڑی
واگھ	پړانګ	باگھ
گھوڙو	آس / اسپه	گھوڑا
ڪبوتر	کمترہ	کبوتر
گِدڙ	ګیدړ ([illegible])	گیدڑ
وڇون	لړم	بچھو
ٻٽيرو	بټیر / مړز	بٹیر
خچر	خچر	خچر

اہل حرفہ

سندھی	پشتو	اردو
سونارو	زرگر	سونار (زرگر)
موچی	څمیار	موچی (چمار)
واڻیو	بنیا	بنیا
گھانٹو	سندرغاړے	گویا
حجم	نائی	حجام
کیر	کنجر	کنجر
لوهار	لوار	لوهار
درزي	درزی	درزی
پنساري	پساری	پنساری
ڪوري	جولاه (وجہل)	جلاہا
ڪنڀر	کلال	کمہار
ماستر	اُستاد/ماسټر	ماسٹر

———×———

اسمائے صوت

جانوروں کی بولیوں اور دوسری آوازوں کا جائزہ بھی سندھی، پشتو اور اردو کے لسانی اشتراک کا ایک پہلو ہے ذیل میں تینوں زبانوں کی مختلف آوازیں کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سندھی	پشتو	اُردو	کیفیت
مین مین	مینگا	میں میں	(بکری)
بھڻ بھڻ	بن بنا	بھن بھن	(مکھی)
گھڻ گھڻ	ٹرنگا	گھن گھن	لوہے پر ہتھوڑا چلنے کی آواز
کان کان	ټغا	کائیں کائیں	(کوا)
دھک دھک	دربا	دھک دھک	دل
ٺک ٺک	ٹکا	ٹھک ٹھک	(لکڑی)

———×———

گریئرسن نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف Linguistic Survey of India میں ہر زبان کے الفاظ اور جملوں کی ایک معیاری فہرست پیش کی ہے۔ اس کے لئے طریقہ یہ اختیار کیا ہے۔ کہ پہلے انگریزی کے اہم الفاظ اور بنیادی جملوں کی ایک مختصر مگر جامع فہرست مرتب کرلی ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں اور بولیوں کے متبادل اور مساوی الفاظ اور جملے اِن کے پہلو بہ پہلو رکھا گیا ہے۔ زبانوں کے تقابلی مطالعے میں یہ فہرست بہت معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اس مختصر سی فہرست میں تقریباً وہ تمام کلیدی الفاظ اور جملے آگئے ہیں۔ جو کسی زبان میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اور جنہیں کسی زبان کا بنیادی ڈھانچہ کہا جا سکتا ہے۔

ذیل میں ہم سندھی، پشتو اور اُردو کی تقابلی فہرست مرتب کر کے یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس معیاری فہرست کی رو سے اِن تینوں زبانوں میں کس حد تک اشتراک و افتراق ہے۔

Standard list of words + Sentences

سندھی	پشتو	اُردو	انگریزی
ہِکُ	یو	ایک	One
ٻہ	دوہ	دو	Two
ٽے، ٽرے	درے	تین	Three
چار	څلور	چار	Four
پنج	پنځه	پانچ	Five

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
Six	چھ	شپږ	ڇه
Seven	سات	اووهٔ	ستَ
Eight	آٹھ	اتهٔ	اَٺ
Nine	نو	نهٔ	نو
Ten	دس	لس	ڏهه
Twenty	بیس	شل	ويهه
Fifty	پچاس	پنځوس	پنجاهه
Hundred	سَو	سل	سئو
I	میں	زهٔ	آئون
My/of me	میرا	زما	منهنجو
We	ہم	مونږ/موږ	اَسين
of us	ہمارا	زمونږ	اسانجو
our	ہمارا	زمونږ	اسانجو
you	تو	تا/تهٔ	تون
of thee/Thine	تیرا	ستا	تنهنجو
you	تم	تهٔ	توهين
of you/your	تمہارا	ستاسو	توهانجو
He	وہ	هغه	هو
of him/his	اس کا	دَهغهٔ	هُنجو

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
They	وہ۔	هغوئ	هوءَ ـ اُهي
Of them/their	اُن کا	دَهغوئ	هنجو ـ انهنجو
Hand	ہاتھ	لاس	هَٿ
Foot	پَیر	پښه	پَير
Nose	ناک	پوزه	نَڪُ
Eye	آنکھ	سترگې	اَک
Mouth	مُنہ	خوله	واتُ
Tooth	دانت	غاښ	ڏندُ
Ear	کان	غوږ	ڪنُ
Hair	بال	ويښته	وار
Head	سَر	سَر	مَٿو
Tongue	زبان	ژبه	جيڀ
Belly	پیٹ	خېټه	پيٽ
Back	پیٹھ	څټ	پُٺ
Iron	لوہا	اوسپنه	لوهُ
Gold	سونا	سره زر	سونُ
Silver	روپا چاندی	سپین زر	چاندي/رُپو
Father	باپ	پلار	پيءُ
Brother	بھائی	ورور	ڀاءُ

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
Mother	ماں	مور	ماءُ
Sister	بہن	خور	ڀيڻ
Man	مانس مرد (آدمی)	سړے - مړد	مرد - ماڻهو
Woman	عورت	ښځه	زال
Wife	بیوی	ښځه	جوءِ، زال
Child	بچہ	بچے - ملک - ماشوم	ٻار
Son	بیٹا - لڑکا	ځوئے	پُٽ
daughter	بیٹی - لڑکی	لور	ڌيءُ
Slave	غلام - بندہ	مریئے - بندہ	ٻانهون
Cultivator	کاشتکار	کروندګر - زمیدار	ڪڙمي
Shepherd	گڈریا	شپون	ريڍار
god	خُدا	خُدائے	خُدا
Devil	شیطان	شیطان	شيطان
Sun	سورج	سترګه - نمر	سج
Moon	چاند	سپوږمۍ	چنڊ
Star	ستارہ تارہ	ستورے	تارو
Fire	آگ	اور	باھ، آگ
water	پانی	اوبه	پاڻي
House	گھر	کور	گھر

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
Horse	گھوڑا اسپ	آسپہ - آس	گھوڑو
Cow	گائے	غوا	گئو - گائے
dog	کُتا	سپے	کتو
Cat	بلی	پیشو	بلی
Cock	مُرغ	چرگ	ککڑ
Duck	بطخ بط	بطه	بدک
Ass	گدھا خر	خر	گڏھ - گر
Camel	اونٹ	اوښ	اُٺُ
Bird	پرندہ	مرغۍ	پکھي
Go	جا	ځه	وڃُ
Eat	کھا	خوره	کاءُ (کھاءُ)
Sit	بیٹھ	کښینه	ویھُ
Come	آ	راشه	اچُ آءُ
Beat	مار	ووایه	مار
Stand	کھڑا ہوا	اودریږه	بیھُ
Die	مر	مړ شه	مَرُ
Give	دے	راکه	ڏے
Run	دوڑ	منډه که	ڊوڙ
up	اوپر	پاس - بره	مٿے

انگریزی	اردو	پشتو	سندھی
Down	نیچے	لاندے - ښکته	ہیٹ
Near	نزدیک	نژدے	ویجھو
Far	دور	لرے	پرے
Before	آگے - پہلے	مخکښے - اَمکا ھو	اگیاں
Behind	پیچھے	وروستو - اَلوتہ	پٹیاں
Who	کون	څوک	ڪير
What	کیا	څہ	ڇا
Why	کیوں	ولے	ڇو
And	اور	او	۽
But	لیکن	خو - لاکن	پر
If	اگر	کہ چرے	جيڪڏهن
Yes	ہاں	او ھو	ہاؤ
No	نہیں - نہ	نہ	نہ
Alas	ہائے - افسوس	ہائے - پُوھو	ہاءِ - افسوس
Father	باپ	پلار	پيءُ
Fathers	باپ کا	د پلار	پيءُ جو
of Fathers	باپوں کا	د پلارانو	پيئن جو
To Fathers	باپوں کو	پلارانو تہ	پيئن کي
From Fathers	باپوں سے	پلارانو نہ	پيئن کان

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
Daughter	لڑکی	لور	ڌيءَ
of a daughter	لڑکی کا	د لور	ڌيءَ جو
To a daughter	لڑکی کو	لور ته	ڌيءَ کي
From a daughter	لڑکی سے	لور نه	ڌيءَ کان
Two daughters	دو لڑکیاں	دوه لوڼه	ٻه ڌيئون
Daughters	لڑکیاں	لوڼه / لوڼړه	ڌيئرون
of daughters	لڑکیوں کا	د لوڼو	ڌيئرن جو
to daughter	لڑکیوں کو	لوڼو ته	ڌيئرن کي
A good man	ایک نیک آدمی	یو ښه سړی	هڪ چڱو ماڻهو
To a good man	ایک نیک (اچھے) آدمی کا	د یو ښه سړي	هڪ چڱي ماڻهوءَ جو
From a good man	ایک نیک (اچھے) آدمی سے	د یو ښه سړي نه	هڪ چڱي ماڻهوءَ کان
two good men	دو نیک آدمی	دوه ښه سړي	ٻه چڱا ماڻهو
of good men	نیک (اچھے) آدمیوں کا	د ښو سړو	چڱن ماڻهن جو
To good men	نیک (اچھے) آدمیوں کو	ښو سړو ته	چڱن ماڻهن کي
From good men	نیک (اچھے) آدمیوں سے	ښو سړو نه	چڱن ماڻهن کان
A good woman	ایک نیک (اچھی) عورت	یوه ښه ښځه	هڪ چڱي زال
A bad boy	ایک خراب لڑکا	یو بد هلک	هڪ خراب ڇوڪرو
good women	نیک عورتیں	ښې ښځې	چڱيون زالون
good	نیک۔ اچھا	ښه	چڱو

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
Best	سب سے بہتر (اچھا)	ټولو نه ښه	سڀني کان چڱو
Horse / Mare	گھوڑا - گھوڑی	آسپه / آس	گھوڙو - گھوڙي
Mares	گھوڑیاں	اسپې	گھوڙيون
Horses	گھوڑے	اسونه	گھوڙا
A bul	بیل (سانڈ)	غوائي	ڏاند
A cow	گائے	غوا	ڳئون
A dog	کُتا	سپے	ڪتو
A bitch	کُتیا	سپۍ	ڪُتي
Dogs	کُتے	سپي	ڪُتا
Bitches	کُتیاں	سپۍ	ڪتيون
A he goat	بکرا (چھیلا)	پسه - چیلی	ٻڪرُ
A she goat	بکری	بزه - چیلۍ	ٻڪري
goats	بکرے	بزے	ٻڪر - ٻڪريون
Dear	ہرن	هوسۍ	هرڻ
I am	میں ہوں	زه یم	آءُ آهيان
Thou are	تو ہے	ته یې	تون آهين
He is	وہ ہے	هغه دے	هو آهي
We are	ہم ہیں	مونږ یو	اسين آهيون
you are	آپ ہیں	تاسو یئ	توهين آهيو

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
They are	وہ ہیں	هغوئ دي	اُهي آهن
I was	میں تھا	زۂ وم	آءٌ هوس
Thou wast	تو تھا	تهٔ وے	تون هئين
He was	وہ تھا	هغه وُو	هُو هو
We were	ہم تھے	مونږ وُو	اسين هوياسون
You were	تم تھے	تاسو وئ	توهين هئيو
They were	وہ تھے	هغوئ وُو	اُهي هويا
Be	ہو	او وِشي - شي دِ	هُج ، ٿيُ
To be	ہونا	کيدل	هُجڻ / ٿيڻ
Being	ہوتا	کيدونکے	هوندو - ٿيندو
Having been	ہوکر	شوے	هوئي - هُجي
I may be	میں ہوؤں	زۂ کيده وَم	آئُ هجان
I shall be	میں ہوؤں گا	زۂ به وم	آءٌ هوندس
Beat	مار	او وهه	مار
To beat	مارنا	وَهل - وهَل	مارڻ
Beating	مارتا ماررہا	وهونکے	ماريندڙ
Having beaten	مارکر	وهلے	ماري
I beat	میں مارتا ہوں	زۂ وهم	آءٌ ماريان ٿو
You beat	تو مارتا ہے	ته ئے وهے	تون مارين ٿو

سندھی	پشتو	اُردو	انگریزی
توں ماریں ٿو	تهٔ وهې	تو مارتا ہے	you beat
هو ماري ٿو	هغهٔ وهي	وہ مارتا ہے	He beats
اسین ماریون ٿا	مونږ وهو	ہم مارتے ہیں	We beat
توهین ماریو ٿا	تاسو وهئ	تم مارتے ہو	you beat
اُهي مارین ٿا	هغوئ وهي	وہ مارتے ہیں	They beat
مون ماریو	ما اووهلو	میں نے مارا	I beat
تو ماریو	تا اووهلو	تو نے مارا	Thou beatest
هُن ماریو	هغهٔ اووهلو	اس نے مارا	He beat
اسان ماریو	مونږ اووهلو	ہم نے مارا	We beat
توهان ماریو	تاسو اُووهلو	تم نے مارا	you beat
اُنهن ماریو	هغوئ اُووهلو	اُنہوں نے مارا	They beat
آءٌ ماریندو آهیان	زهٔ وهم	میں مارتا ہوں	I am beating
آءٌ ماریندو هوس	زهٔ ما وهلو	میں مارتا تھا	I was beating
مون ماریو هو	ما وهلے ؤو	میں نے مارا تھا	I had beaten
آءٌ ماریان	زهٔ اُووهم	میں ماروں	I may beat
آءٌ ماریندس	زهٔ به وهم	میں ماروں گا	I shall beat
توں ماریندین	تهٔ به وهې	تو مارے گا	Thou will beat
هو ماریندو	هغهٔ به وهي	وہ مارے گا	He will beat
اسین ماریندا سون	مونږ به وهو	میں ماروں گا	I shall beat

ے آٹھ - مان

انگریزی	اُردو	پشتو	سندھی
you will beat	تم مارو گے	تہ بہ وہے	توھین ماریندؤ
They will beat	وہ ماریں گے	ھغوئ بہ وَھی	اُھے ماریندا
I am being beaten	میں مارا جاتا ہوں	زۂ وھلے کیگم	آئۂ مارجان ٿو
I go	میں جاتا ہوں	زۂ ځم	آئۂ وڃان ٿو
you go	تم جاتے ہو۔	تہ ځے	تون وڃین ٿو
He goes	وہ جاتا ہے۔	ھغہ ځی	ھو وڃے ٿو
We go	ہم جاتے ہیں۔	مونږ ځو	اسین وڃون ٿا
You go	تم جاتے ہو	تاسو ځئ	توھین وڃون ٿا
They go	وہ جاتے ہیں	ھغوئ ځی	اُھے وڃان (وڃن) ٿا
I went	میں گیا	زۂ لاړم	آئۂ ویس
thou wentest	تو گیا	تہ لاړے	تو وئین
He went	وہ گیا	ھغہ لاړو	ھو ویو
They went	ہم گئے	مونږ لاړو	اسین ویاسون
You went	تم گئے	تہ لاړے	توھین ویو
They went	وہ گئے	ھغوی لاړو	اھی ویا
Go	جا	ځہ	وَڃ
Going	جانا	تلو نکے۔ لاړدے	ویندو ۔ ویندڙ
Gone	گیا	تلے ۔ لاړو	ویو ۔ وَیلُ

سندھی	پشتو	اُردو
تنهنجو نالو ڇا آهي	ستا نوم څه دے	تمہارا نام کیا ہے.
هي گهوڙو ڪيتري عمر جو آهي	دا اَس دَ څو مره عمر دے	یہ گھوڑا کتنی عمر کا ہے.
ڪشمير هتان ڪيترو پري آهي	کشمیر ده ځائ نه څومره لرے دے	کشمیر یہاں سے کتنی دور ہے.
تنهنجي پيءُ جي گهر ۾ ڪيترا ايٽ آهن	ستا پلار کور کښے څومره خاس دي	تمہارے باپ کے گھر کتنے ہیں
اڄ مون پنڌ گهڻو ڪيو آهي	نن ما ډیر منزل کړے دے	میں آج بہت چلا ہوں
گهر ۾ اڇي گهوڙي جي زين آهي	کور کښے دَ سپینے اسپے زین شته	گھر میں سفید گھوڑے کا زین ہے
زين ان جي پٺيءَ تي رک	زین دَ هغه په شا کیږده	اُس کی پیٹھ پر زین کسو
مون ان جي پٽ کي گهڻا چابڪ هنيا آهن	ما دَ هغے ځوئ ته ډیرے متروکے ورکړي دي	میں نے اُس کے بیٹے کو بہت سے چابک مارے ہیں۔
هو مال کي ٽڪري جي چوٽي تي پيو چاري	هغه دَ غونډے په سر مال څروي ۔	وہ پہاڑی کی چوٹی پر مویشی چرا رہا ہے۔
هو ان وڻ هيٺ گهوڙي تي ويٺو آهي	هغه دَ هغے وَنے لاندې په آس سور دے	وہ اُس درخت کے نیچے گھوڑے پر بیٹھا ہے
ان جو ڀاءُ ان جي ڀيڻ کان ڊگهو آهي	دَ هغه ورور دَ هغه دَ خور نه ډنګ دے	اُس کا بھائی اُس کی بہن سے لمبا ہے

سندھی	پښتو	اُردو
هن جي قيمت اڍائي روپيو آهي۔	دهغهٔ قيمت دوه نيم روپئ دے۔	اُس کی قیمت اڑھائی روپے ہے۔
منهنجو پيءُ هن ننڍي گهر ۾ رهي ٿو۔	زما پلار دغه ور کوټي کور کښې اوسيږي۔	میرا باپ اس چھوٹے گھر میں رہتا ہے۔
هيءُ روپيو هن کي ڏي۔	دا روپئ هغه ته ورکړه۔	یہ روپے اُس کو دے دو۔
اُهي رپيا هن کان وٺ۔	هغه روپئ هغه نه واخله۔	اس سے وہ روپے لے لو۔
هن کي خوب مار ڏي ۽ نوڙين سان ٻوڌين۔	هغه ښه ادواهه او پړي سره ئې اوتړه۔	اس کو خوب مارو اور رسیوں سے باندھ دو۔
کوهه مان پاڻي ڇڪ ڪڍ۔	کوهي نه اوبه را اوباسه۔	کنویں سے پانی کھینچو۔
منهنجي اڳيان هلو۔	زما مخکښې ځه	میرے سامنے چلو
ڪنهنجو ڇوڪرو تنهنجي پٺيان اچي ٿو۔	تا پسې د چا هلک ئې راځي	تمہارے پیچھے کس کا لڑکا آتا ہے۔
تو هو ڪنهن کان گڙهو۔	تا هغه د چا نه اخستے دے۔	تم نے وہ کس سے خریدا ہے۔
ڳوٺ جي هڪڙي هٽائي کان۔	د کلي د يو دکاندار نه۔	گاؤں کے ایک دکاندار سے۔

—×—×—

—×—

—×—×—
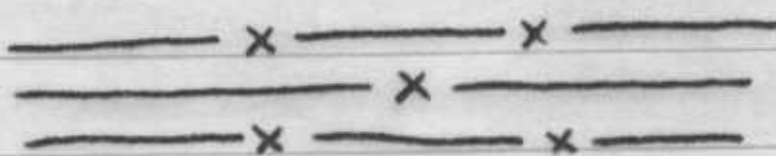
معنوی اشتراک

(مشترک محاورات، ضرب الامثال)

۳۴۲

معنوی اشتراک (مشترک ضرب الامثال اور محاورات)

سندھی، پشتو اُردو کے لسانی روابط کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ تینوں زبانوں میں مکمل یگانگت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ سب اِن تینوں زبانوں کے نسلی اشتراک اور تاریخی روابط کی بدولت ہے۔
زبان کا مطالعہ کرنے کے بعد اُس زبان کے ادب سے تہذیبی، ثقافتی اور نفسیاتی پس منظر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔
ادب، دو قسم کا ہوا کرتا ہے (۱) عوامی (۲) تخلیقی
یوں تو عوامی ادب بھی تخلیقی ہی ہوتا ہے۔ مگر یہ کسی ایک ذہن کا پیدا کردہ نہیں ہوتا۔ بلکہ صدیوں کے تجربات و مشاہدات سے پیدا ہو کر سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے۔
تخلیقی ادب مخصوص لوگوں کا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے لیے مواد اُسی معاشرے سے حاصل کرتے ہیں۔ تاہم سوچ کا انداز اُن کا اپنا ہوتا ہے سندھی پشتو اُردو کے تخلیقی ادب میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔ بیشتر اصناف نظم و نثر مشترک ہیں۔ مواد بہت حد تک ایک ہے۔
ناول، افسانہ، ڈراما تینوں زبانوں میں جدید دور میں رائج ہوئے۔ غزل فارسی کے زیر اثر تینوں زبانوں کی مستقل صنف بنی۔ اسی طرح جدید نظم دور جدید کی پیداوار ہے۔ مگر یہاں معنوی اشتراک کے لیے ہم اُس فطری ادب کو منتخب کریں گے۔ جسے لوک ادب Folk-lore کہتے ہیں۔
Folklore کا لفظ (اصطلاح) پہلی بار (W. J. Thomas) نے ۲۲ اگست ۱۸۴۶ء کو استعمال کیا۔ ویسے یہ ایک جرمن لفظ Volk.slied

سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ جس کے معنے فی البدیہہ کے ہیں اور یہ ایک ایسی صنف کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جسے فوکلور کی صنف سے قریب کہا جا سکتا ہے۔

جناب عتیق احمد فوکلور (لوک ادب) کے بارے میں لکھتے ہیں :-

وو لوک ادب کی تخلیق ایک ایسی روایت بمعنیٰ (Tradition) ہے۔ جو ہمیں عالمی سطح پر ہر کہیں ملتی ہے۔ سرسری نظر سے یہ صورت حال کچھ ایسی عام روایت محسوس ہوتی ہے۔ کہ ہم اسے معاشرہ کا ایسا لازمی عمل سمجھتے ہیں۔ کہ آج ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ آج کی تہذیب یافتہ اور متمدن فضا میں ہمارے لیے یہ سوچنا محال ہے کہ کوئی معاشرہ اس قسم کے سماجی تخلیقی عمل Social Creativity کے بغیر کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ ہمارے سوچنے کا یہ انداز ظاہر ہے کہ ہماری اس سماجی حیثیت کا ایک حصہ ہے۔ جو صدہا برس سے ایک ذہنی میراث Intellectual Legacy کے طور پر ہماری شخصیتوں کا جزو بنتی چلی آرہی ہے۔ ایک ایسا دور جس میں ابھی حرف شناسی کا رواج بھی صحیح طور سے عام معاشرتی لازمہ نہ بن پایا ہو۔ تخلیق ادب کا عمل کس قدر دشوار ہوگا۔ (۱)

حبیب اللہ رنیع لکھتا ہے :-

" فوکلور ایک انگریزی لفظ ہے۔ جو فوک Folk اور لور Lore سے ملکر بنا ہے۔ فوک "عوام" کے معنوں میں آتا ہے اور لور کا مطلب علم و دانش ہے۔ مجموعی طور پر اپنے آباء و اجداد کے عقائد،

---

(۱) لوک ادب کے بنیادی عناصر ماہنامہ سنگ میل دوسرا دور پشاور جلد ۱ شمارہ ۱ اگست ستمبر ۷۳ء

و رسوم، خیالات، افسانوں اور ان کے عقائد اور رسوم پر تحقیق کو فوکلور کہا جاتا ہے۔ ——— (۱)

لوک ادب کے بہت سے عناصر ہیں۔ بنیادی طور پر یہ دو اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) منظوم لوک ادب

(۲) منثور لوک ادب

منظوم لوک ادب میں لوک گیت کو شامل کیا جاتا ہے۔ اور منثور ادب میں ضرب الامثال، مقولات، پہیلیاں، لوک داستانوں وغیرہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ موسیقی بھی لوک ادب کا ایک اہم جز سمجھا جاتا ہے۔

اِس مقالے میں لوک ادب میں سے (۱) ضرب الامثال (ii) محاورات (iii) لوک گیت (iv) لوک کہانیاں اور (v) لوک موسیقی کو موضوع بنا کر سندھی پشتو اور اردو کے ادبیات کا موازنہ کیا جائے گا۔

(۱) د خلکو سندرے (حبیب اللہ رفیع) کابل ۱۹۷۰ء (ص ۳)

ضرب الامثال کیا ہیں؟

ضرب الامثال کسی زبان کے بولنے والوں کے صدیوں کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہوتے ہیں ۔ یہ کسی ایک ذہن کا پیداوار نہیں ہوتے ۔ بلکہ مختلف لوگوں کی سوچ و فکر کا نتیجہ ہوتے ہیں ۔ وہ باتیں اور حقائق جو شعر و ادب ، اشاروں کنایوں اور دور از کار استعاروں میں لپیٹ کر پیش کرتا ہے ۔ کہاوتیں اور محاورے اسے براہ راست بغیر کسی لگی لپٹی کے بیان کر دیتے ہیں ۔ بلکہ اکثر کہاوت یا محاورہ ایک بلیغ شعر پر سبقت لے جاتا ہے ۔

رضا ہمدانی لکھتا ہے ،

" دنیا کے کسی حصے میں بسنے والی کسی قوم یا نسل کے ادب و کلچر ، رہن سہن اور بول چال کا جائزہ لیا جائے ۔ تو اس میں کہاوتوں اور محاوروں کا معتد بہ حصہ دستیاب ہوگا ۔ یہ چیزیں اِن کی ثقافت کی حقیقی ترجمان ہوں گی اور انہیں سمجھنے کے لیے کسی تاویل ، تفسیر یا توضیح کی ضرورت نہیں محسوس ہوگی ۔ جو محاورہ کسی زبان سے نکلا ۔ پتھر کی لکیر بن گیا ۔ جو کہاوت کسی نے کہی وہ ابدی نقش بن گئی ۔ جب یہ بول کسی منہ سے باہر آیا ، کانوں کے راستے دل میں اُتر گیا ۔ جب تک نیلے آکاش پر سورج کا دیوتا کارتھ رواں دواں ہے اِن کا جادو نہیں ٹوٹ سکتا " ——— (۱)

محمد نواز طائر نے لکھا ہے :-

" تاریخ کے ابتدائی دور میں جب قبائل کا آپس میں رابطہ پیدا ہونے لگا

---

(۱) پشتو کہاوتیں ، رضا ہمدانی (سنگ میل دوسرا دور اگست ستمبر ۱۹۷۳ شمارہ ۲ جلد ۱ ص ۲۰ پشاور)

اور ایک دوسرے سے میل جول کےمواقع بڑھے گئے۔ تو اس باہمی اختلاط کے باعث الفاظ، اصطلاحات، محاورے اور کہاوتیں جلد جلد ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کم و بیش دنیا کی ہر زبان میں الفاظ، اصطلاحات، محاوروں اور کہاوتوں کی بے شمار مثالیں ایسی ملتی ہیں۔ جو اسی مفہوم و معانی یا معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ سبھی زبانوں میں موجود ہیں ——— (۱)

اس کے بعد محمد نواز طائر نے مختلف محققین کے حوالے سے ضرب الامثال کی تعریف کی ہے:۔۔۔

"ارل رسل Earl Russal کے بیان کے مطابق ضرب المثل بہتوں کی رائے اور ایک شخص کے جوہر تمیز سے وجود میں آتی ہے۔ یہی تعریف سر وسٹز نامی ایک محقق نے یوں کی ہے۔ "مختصر اور پر معنی فقرے جو طویل تجربے کا حاصل ہوں" مرحوم مولانا عبدالقادر ضرب الامثال کو مدتوں کے تجربات اور مشاہدات کا خلاصہ کہتے تھے۔ ایک انگریز مستشرق ایس۔ ایس تھاوبران کہتے ہیں "کہاوتیں وہ مقبول عام حقائق ہوتی ہیں۔ جو خوبصورت پیرائے اور جامع انداز میں اس طرح بیان کی جائیں۔ کہ وہ لوگوں کی روزمرہ کی بول چال کا حصہ بنیں"۔۔۔۔ بسید بانو لکھتا ہے، کہ وہ مختصر اقوال جو بلیغ اور مبنی بر حقیقت ہوں اور بہت سے عرصے سے لوگوں میں مقبول ہوں، ضرب الامثال میں شمار ہوتے ہیں"۔۔۔۔

(۱) روحی متلونہ ص (۲) پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۷۵ء

چارلس اینڈل نامی ایک عالم کے مطابق ضرب الامثال وہ چھوٹے چھوٹے مگر جامع اور مُختصر جملے ہوتے ہیں۔ جن میں انسانی زندگی کے تجربات و مشاہدات ایسے عجیب و غریب پیرائے اور لطیف انداز میں پیش کئے گئے ہوں، جن میں طنز و مزاح کی چاشنی بھی موجود ہو" ـــــ (۱)

صاحب جامع اللغات کہتے ہیں۔ کہ کوئی فقرہ جو زبان زدِ خلائق ہو اور نظیراً بولا جائے، کہاوت یا ضرب المثل ہوتا ہے

پشتو میں بھی ضرب المثل کو "متل" کہتے ہیں۔ اس کی جمع متلونہ ہے۔ پشتون معاشرے میں ضرب الامثال کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ کسی بھی جگہ ان کو حاصل نہ ہوگی۔ یہاں ضرب الامثال کو نظریۂ حیات Code of life کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جہاں کوئی ضرب المثل (متل) صادق آئی ہے۔ تو ایک پشتون اس کو آیت و حدیث سمجھکر بڑی فراخدلی سے ساتھ اپنی ہار ماننے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ان ضرب الامثال کو دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کسطرح صدیوں پہلے خشک لیکن بلند و بالا پہاڑوں کے رہنے والے اپنی تلواروں کو صیقل کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کا فلسفیانہ اور حکیمانہ مطالعہ کرتے رہے اور آنے والی نسلوں کے لیے متلونو کا بیش بہا خزانہ چھوڑ گئے۔

انگریز جب پشتو زبان و ادب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو "متلونو" (ضرب الامثال) پر بھی اُن کی نظر پڑی اور یہ اُنہیں حکیمانہ خیالات کا خزانہ معلوم ہوئے۔

---

(۱) روھی متلونہ (محمد نواز طائر) ص ۹ پشاور ۱۹۷۵ء

پہلا مصنف ایس۔ ایس۔ تھاربرن ہے جس نے ۱۸۷۶ء میں بنوں نامی کتاب میں ضرب الامثال کو مع انگریزی ترجمے کے شائع کیا۔ کرنل سی۔ اے بائل کی "تعلونہ" اور پادری ہیوز کی روضۃ الاسنال، ڈاکٹر مستھیتر کی کتاب "دپشتو نخواہ تار و بہار، میجر راورٹی کی گرامر اور پشاور ڈسٹرکٹ گزیٹیئر میں بھی پشتو ضرب الامثال کے کچھ نمونے موجود ہیں۔

پشتون محققین میں گل محمد نوری نے ۱۹۴۸ میں "پشتو متلونہ" کے نام سے ضرب الامثال کو جمع کیا۔ ۱۹۶۵ء میں محمد دین ژواک نے اس میں اور ضرب الامثال کو ملا کر ڈھائی ہزار جمع کئے۔ اور اسے پشتو متلونہ کا نام دیا۔ یہ دونوں مجموعے کابل سے شائع ہو چکے ہیں۔

کوئٹہ کے نوجوان محقق ولی محمد سیال کاکڑ نے "نیستغلی کایونہ" کے نام سے بلوچستان کے پشتون قبائل کے ضرب الامثال کو ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔

پشاور کے ایک ڈینش (ڈنمارک کا) پادری جنز انولڈسن نے "مشعوبہ میہ کرزنگ واھہ راختزہ" کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ اور یہ محمد نواز طاہر کے "روھی متلونہ" سے پہلے آخری مجموعہ ہے۔ اس میں پشتو کے سو ضرب الامثال کو ڈنیش زبان کے ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

"روھی متلونہ" اس سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ جسے نواز طاہر نے پشتو اکیڈمی پشاور کیلئے مرتب کیا۔ اس کی پہلی جلد (د) تک شائع ہو چکی ہے۔ سن اشاعت ۱۹۷۵ ہے۔ اس میں تمام پشتو نخواہ کے ضرب الامثال کو جامعیت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

پشتو زبان کے ضرب الامثال نثر میں ہیں۔ مگر ان میں میں ایک آہنگ

اور عموماً معنی جملے استعمال ہوتے ہیں ۔ بعض تو منظوم کہلائے جا سکتے ہیں جنہیں حبیب اللہ رشیع نے اپنی کتاب "د خلکو سندرے" میں منظوم متلونہ کے عنوان سے جمع کیا ہے ـــ (۱)

پشتو کی طرح سندھی اور اردو میں بھی ضرب الامثال کا بیش بہا خزانہ موجود ہے ۔ معاشرتی طور پر سندھی، پشتون اور اردو خوان بہت زیادہ قریب ہیں ۔ اور صدیوں سے انہیں ایک جیسے تجربات اور حالات سے واسطہ پڑا ہے۔

سندھی میں ضرب المثل کو "پہاکو" کہتے ہیں ۔ جس کی جمع "پہاکا" ہے ۔ سندھ میں بھی ضرب الامثال کا استعمال بکثرت کیا جاتا ہے اور انکو بزرگوں کے اقوال سمجھ کر لا قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔

دیوان کیول رام سلامت رائے آڈوانی نے ۱۸۶۹ء میں "گل شکر" کے نام سندھی پہاکا (ضرب الامثال) کو جمع کیا ۔ اور اس میں ۵۷۰ ضرب الامثال کو شامل کیا ۔ ان کے ساتھ تشریح و وضاحت یا ان کے بننے کے پس منظر کا ذکر بھی شامل ہے ـــ (۲)

سندھی اور پشتو کی طرح اردو میں بھی ضرب الامثال کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے ۔ انہیں روزمرہ زندگی کے علاوہ ادبی تحریروں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اپنی بات کی تصدیق کرائی جاتی ہے ۔

اردو میں لغات سازی کا کام سندھی اور پشتو کی نسبت بہت زیادہ
(ہوا کرتا ہیں)

---

(۱) "د خلکو سندرے" ص ۱۲۷ — کابل ۱۹۷۰

(۲) گل شکر — دیوان کیول رام سلامت رائے آڈوانی — حیدرآباد ۱۹۶۸ء

ہوا ہے۔ اس لیے ضرب الامثال کو الگ جمع کرنے کی بجائے لغات کی کتابوں میں الفاظ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ ان کے علاوہ قواعد کی مختلف کتابوں اور درسی کتابوں میں ضرب الامثال کو محفوظ کیا گیا ہے۔ فیروز سنز نے ضرب الامثال اور محاورات کے نام سے ایک پاکٹ (جیبی) سائز کتاب چھاپی ہے۔ جس میں ضرب الامثال اور محاورات کو یکجا کیا گیا ہے۔

سندھی، پشتو اُردو کے ضرب الامثال پر نظر پڑتی ہے۔ تو اِن میں حیرت انگیز حد تک مطابقت نظر آتی ہے۔ اور یہ یقین نہیں آتا کہ یہ مختلف زبانوں کے ضرب الامثال ہیں۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ اشتراک اُس طویل ذہنی، تاریخی، معاشرتی لسانی، جغرافیائی اور سیاسی رفاقت کا نتیجہ ہے۔

یوں تو مشترک ضرب الامثال کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ لیکن یہاں مشتے از خروارے مثال کے طور پر چند ضرب الامثال کو پیش کیا جاتا ہے جن سے مزید اشتراک کا اندازہ خود بخود ہو جائے گا۔

مشترک ضرب الامثال کی اس فہرست کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) سندھی اُردو پشتو تینوں کے مشترک ضرب الامثال

(۲) اُردو اور پشتو کے مشترک ضرب الامثال

(۳) سندھی اور پشتو کے مشترک ضرب الامثال

(۴) سندھی اور اُردو کے مشترک ضرب الامثال

اِن میں اکثر ضرب الامثال کے الفاظ اور معنے ایک جیسے ہیں۔ کہیں الفاظ میں معمولی فرق ہے۔ مگر مفہوم بالکل ایک ہے۔

سندھی، پشتو، اُردو کی مشترک ضرب الامثال

(۱) آئي تاندي کي ٿو جاڙي تي ويٺي
اور له راغله د کور مېرمن شوه
آگ لینے آئی اور گھر کی مالکن بن بیٹھی

(۲) آٽي ۾ لوڻ
وړو کښې مالګه
آٹے میں نمک

(۳) انڌي جي جوءِ جو رکوالو آهي الله
د ړانده ښځه د خدائے سپارلې
اندھے کی جورو، خُدا کے حوالے

(۴) اياڻو چوي سياڻو ويچاري
ناپوه خبر وايي، پوه په سوچ اورېدلې
نادان بات کرے، دانا قیاس کرے

(۵) اڻ گھريو ماءُ به ٻچي کي ٿڃ نه ڏئي
ماشوم چې نه ژاړي مور ئې ته نه ورکوي
بن مانگے ماں بھی بچے کو دودھ نہیں دیتی۔

(۶) اُٹ جي چاڑھئ کي به لعنت ، لاهئ کي به لعنت
د اوښ په سوار يدو هم لعنت او په کوز يدو هم لعنت
اونٹ پر سوار ہونا بھی معیب اور اُترنا بھی (دونوں پر لعنت)

(۷) بي عقل دوست کان دانا دشمن چگو
د کم عقل دوست نه هوښيار دښمن ښه دے
بے وقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔

(۸) په پائڑ نبوں سيکو
دوه وروڼه دريم حساب
برادر برادر ، حساب راست

(۸ ب) بلئ کي خواب پر به چيچڑ
پيشو خوب کښې وازدے وينې
بلی کے خواب میں چیچڑے

(۹) پگو گھڑو ڈون ڈون کري
تش کمرے (منکے) ډير ټنګيږي
تھوتھا چنا ۔ باجے گھنا

(۱۰) ننڈول کي نارو ، نارئ کي اشارو
اصيل ته اشاره ، کم اصل ته کوتک
اصیل کے لیے اشارہ ، کم اصل کے لیے لٹھ

(۱۱) پنهنجي پير تي پاڻ ڪهاڙو ٺوهڻ
خپلے پښے په خپله په تبر وهل
اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا

نڪو ويچ
(۱۲) پنهنجي ڪئي جو نڪو طبيب
چه د ا وکړه په خپله، ګیله مه کوه له بله
خودکردے را علاج نیست

(۱۳) پنهنجي توري، گڏهه کي به پيءُ چئي
خر پلار که مطلب پر بار که
وقت پڑے، تو گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے

(۱۴) پنهنجي گهر ۾ ٻلي به شينهن
پشو هم خپل کور کښے مزرئ وی
کتا بھی اپنی گلی میں شیر ہوتا ہے۔

(۱۵) ڦڙي ڦڙي تلاءُ
څاڅکي په تویږی لوئے دریاب ترنه جوړیږی
قطره قطره بهم شود دریا

(۱۶) تاڙي هڪ هٿ نه وڃي
پرتي نه دوا ره لاسه نجيزي
تالي ايک ہاتھ سے نہیں بجتی

(۱۷) تکڙ ۾ طمع ڇا ڏجي
بيړه شيطاني ده ، فرصت رحماني ده
جلدی کام شیطان کا

(۱۸) توڙي وڃي روم ته به هي نصيبان متان اگرو -
دودي متان قوم ، يکيي لوح قلم پر
په اوو سيندو شوم بور سے خپله برخه وه راپورے
سات سمندر پار بھی اپنی قسمت ساتھ

(۱۹) ٿلھو ڇڙو وڃي گھٽو
مات منگے نه هنگيږي
موتھا چنا - باجے گھنا

(۲۰) جيئي خوش ته جهان خوش
اول خان پسے جھان
اوّل خویش بعد درویش

(۲۱) جھڑي کرني تڑي یوني
جیا کمرو سے څه چه کوے هغه به مومے
یا څه چه کرے هغه به ریبے
جیسا کروگے ، ویسا بھروگے

(۲۲) چنگو کر ، چنگو تھئي
چه ښه کړے ، ښه به مومے
کر بھلا ، ھو بھلا

(۲۳) دل کوئي ته عذر گھٹا
چه کئ کندے دیرے دی ، چه نه کئ بانے دیرے دی
نه کرنے کے سو بہانے

(۲۴)
ڈکو کٹبي پاۓ لگ ، شاهري ڈجي الله لگ
کونک وهه د ورور یاره ، خبره کوه د خدائے د پاره
طرفداری بھائی کی پر بات سچی۔

(۲۵) دائي کلن کو پیٹ لکھو آھی
دائي نه کیده نشي پټیدے
دائي سے پیٹ کیا چھپانا

(۲۶) ڏٺو سڀ وسار، اڻ ڏٺو کي ياد ڪر
چه واورې هغه وايه، چه وينې هغه مه وايه
جو سنو وہ کہو، جو دیکھو وہ مت کہو.

(۲۷) راکي رام نه ماري ڪير
چه خدائے سره ساتی د زهرې په خوله کښې هم ساتی
جب اللہ رکھے اُسے کون چکھے

(۲۸) ست ڪُئا ٻلي حج چڙهي
پیشو زبرګه شوه، منږک نه نیسي
نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی

(۲۹) سوناري جو سو ڏکڻ، لوهر جو هڪڙو ڏڪ
د زرګر سل ټکه، د لوهار یو ټک
سو سنار کی، ایک لوہار کی

(۳۰) صبر وڏو ٿول آهي
صبر درنه برخه لري
صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے ۔

(۳۱) ڪتو ڇا ڄاڻي کٽڪ جي ماڻي
خر د خوبيءَ په خوراک نه پوهيږي
گدھا کیا جانے زعفران

(۳۲) کنڌيون پار، ڦنڌار ان پار
نه غوزينا، نه ورينا
آنکھوں اوجھل، پہاڑ اوجھل

(۳۳) ڪڏهين پريءَ ۾ ڪڏهين پاڪر ۾
کله دریاب، کله کرياب
کاھی جنبش، کاھی چپاؤ

(۳۴) ڪتي جو پُڇ ٻارهن هيٺان ۾ پائي رک،
نه به ڈنگو هي رهندو -
دَسپي لکۍ که د سلو کالو لپاره په دړ کښې
او ساتې يې سمه به نه شي
کُتے کی دم سدا ٹیڑھی

(۳۵) کوڙ چار جي ڪتر آهي
دروغ د ایمان زیان دے
جھوٹ نقص ایمان ہے۔

(۳۶) گُڏ سان مري نه زهر جو ڏجيس
چه په گُړ سے مري، زهر ولہ څه حاجت دے
گُڑ دینے سے مرے، تو زہر کیوں دیجئے

(۳۷) مارڻ واري کان رکڻ وارو ويجهو آهي
مارنے والے سے بچانے والا طاقتور ہوتا ہے (اردو)
خدائے چه ساتی د زمري خوله کښے هم ساتی

(۳۸) مُئا آهن بيزن جي وس
د مړو واک د ژوندو وي
مردہ بدست زندہ

(۳۹) کوه جي مٽي کوه کي لڳي
د کوهي خاوره په کوهي لګي
کنویں کی مٹی کنویں ہی کو لگ جاتی ہے۔

(۴۰) ناچو نچ نه ڄاڻڻ اڱڻ سوڙهي
موڈی نه نونه کیږي، لوړ په کو تمے تیره وی
ناچ نه جانے آنگن ٹیڑھا +

—X—X—X—X—X—

۴۰۲

سندھی اور پشتو کی مشترک ضرب الامثال

(۱) اُٺ پنهنجي مٽ ۾ ترڪي

اوښان په خپلو متيازو کښې ښوييږي

ترجمہ: (اونٹ اپنے پیشاب میں پھسلتے ہیں)

(۲) اُٺ جي چوري پڪي ۾ جا لڪندي

اوښ په بڅره نشي وهلے

(اونٹ کو نیفے میں نہیں چھپایا جا سکتا)

(۳) اُٺ چڙهي کي به ڪڏهن نانگ کائي

په اوښ سور وم سپي اوخوړم

(اونٹ پر بیٹھے کو سانپ ~~کتا~~ نہیں کاٹ سکتا)

(۴) پاڻي ۾ باهه توبه نه چانجن

اور له بڅري لگي

(آگ لگنے کے لیے چنگاری کافی ہے)

(۵) په گرا هڪ مُٺ ۾ نه ماپن

دوه هندوانے په يوه لاس کښې نه سره نيول کيږي

(دو ~~خربوزے~~ تربوز ایک ہاتھ میں نہیں پکڑے جا سکتے)

(۶) پاهڻ ڪنڊا اُٺا نه هوندي گڏرن کائي جيڏيا

وريږے که آسانے وسے گنجا ځامنو به هم خوړلي وے

(مفہوم) مشکل کام ہر کوئی نہیں کر سکتا

(۷) اُٺ پوڙهو ٿيو، ته به مُٺن نه سکيو
هندو نو وي شو ـ خو مسلمان نه شو.
(عادت کبھی نہیں جاتی)

(۸) تکڙي ڪتيءَ انڌا گلر ڄڻيا
بیړه سپئ کړي ده چه ړانده کوګري ئې راوړل
جلدی کتیا نے کی ھے۔ کہ اندھے بچے پیدا کئے

(۹) جنڊ به وارو پيٺ به وارو
جرنده که د پلار ده هم به وار
(پن چکی باپ کی کیوں نہ ہو اپنے باری پر پیسی)

(۱۰) جڏهن ڏند هُئا، تڏهن حلوو نه هو
جڏهن حلوو آهي، تڏهن ڏند نه آهن
چه غاښ وو نو ښیئ نه وے، چه ښیئ وشو نو غاښ نشته
یا حلوا وو شوې نه وو، چه شوې وو خو نشته
یہ اُردو میں بھی ھے ← (جب دانت تھے تو حلوا نہ تھا۔ اب حلوا ھے تو دانت نہیں)

(۱۱) جو ديري گڏهه وڪوال
وار دے د پېښو به حوالے
(جو گدھے، چیری ابلی کے حوالے)

(۱۲) جيڪي ترڪڻ کان پير جو ترڪڻ چڱو آهي ـ
د ژبې ښوئیدل سبه دي نه د ګړ بے
(پاؤں کا پھسلنا اچھا ھے نہ زبان کا)

(۱۳) ٹوري گرھن گھٹو کا ٹچي

لږ خوره، تل خوره، ډېر خوره کمله بہ خوره

(تھوڑا کھاؤ، ہمیشہ کھاؤ)

(۱۴) دم در میان اللہ مہربان

چه شپه کې تر منځه وی، هغه بلا نه ده ویریږه

(رات درمیان میں ہو تو اس مصیبت سے ڈرنا نہ چاہیے)

(۱۵) ڈاھو ڪانءُ په جنگهو قاسي

هوښیاره مرغۍ په دوار وکیښو نښلی

سیانا کوا

ہندی میں بھی ہے چتر کوا گندگی پر بیٹھتا ہے۔ (ہوشیار پرندہ بری طرح پھنستا ہے)

(۱۶) علت وڃي عادت نه وڃي

عادت علت ځي خو عادت نه ځي

(یہ اُردو میں بھی ہے) ← (علت جائے پر عادت نہ جائے)

(۱۷) مئا به کنڌھن مسڙ کان مونیا آھن

مړی قبرونو نه نهٔ راځي

یا مړی چادی ژوندی کمړی په زړا

(مردے زندہ نہیں ہوتے)

(۱۸) گڏه کي نه ڳوڻ گهرجي پاڻيءَ
اوٺ نه پڇ ڪڏهن اچي

گدھے/اونٹ کو کپڑے نہیں پہناتے

(۱۹) گهڻين نالن گهر نه هلي، گهڻين ڌاڻدين هر نه هلي
دوه نر کي اور نه کوي، دو ٻه ڪور نه کوي

فارسی میں بھی ہے (گلستان) ← زیادہ بیل ہل نہیں چلاتے
دو لکڑیاں آگ نہیں جلاتیں
دو عورتیں ایک گھر میں نہیں رہ سکتیں۔

(۲۰) ڏشر منهن لڳي ته لاس مه اچوه
شينهن اڳيان لڳڙي اچڻ سوئي
پڙوري ڪٽڻ اوتي آهي
(شیر کو چھیڑنا اچھا نہیں ہوتا)

(۲۱) ڏ نهري غار بي هڏو ڪي نه وي
ماري جي گهر هڏن جو ڍير
شیر کے غار میں ہڈیاں ضرور ملتی ہیں۔

——— X ——— X ———

سندھی اور اُردو کی مشترک ضرب الامثال

(۱) اندڌُند نگري، چرپٽ راجا
ٽڪي سير ڀاڄي، ٽڪي سير کاڄا
اندھیر نگری، چوپٹ راج

(۲) اَباڻو جهڙي سياڻو وڃائي
نادان بات کرے، دانا قیاس کرے

(۳) اُستاد جي مار سنوار آهي
جورِ اُستاد بہ زمہرِ پدر

(۴) انڌي اکيان آهري، ڪَرَ تنُو تنگيو آهم
اندھا کیا جانے بسنت بہار

(۵) اُٺ جي وات ۾ زيره
اونٹ کے منہ میں زیرہ

(۶) آپ سُکي ته جڳ سُکي
آپ سکھی جگ سکھی

(۷) پرائي دهلين احمق نچي
بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ

(۸) جهڙي رات، تهڙو سپنو
جیسی رات ویسا سپنا

(۹) جيئرو ته لک جو، مئو ته لک جو ۔
ہاتھی مر جائے تو سوا لاکھ کا .

(۱۰) جهڙا روح، تهڙا ختما
جیسی روح، ویسے فرشتے

(۱۱) ڇڱا سي جن جا پويان ڇڱا
انت بھلا، سو بھلا

(۱۲) غريب جي جوءِ، سڀني جي ڀاڄائي
غریب کی جورو سب کی بھابی

(۱۳) قاضي جا ٽي، قيامت جا ٽي
انگار جانے، لوہار جانے

(۱۴) گھوٽ ڪنوار راضي نه ڪوه ڪندو قاضي

میاں بیوی راضی، تو کیا کرے گا قاضی

(۱۵) ننڍي وات مان وڏو ويڻ نه ڪڍجي

چھوٹا منہ، بڑی بات

*

(۱۶) هٿ جي ڪنگڻ لاءِ ڪهڙي آرسي۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

(۱۷) هاٿيءَ جا ڏند کائڻ جا ٻيا ڏيکارڻ جا ٻيا

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور

(۱۸) ٻانهي جي من ۾ ٻيو ڪجهه، صاحب جي من ۾ ٻيو

تدبیر کند بندہ، تقدیر زند خندہ

(۱۹) پٽ ڪپٽ پينگهي ۾ پڌرو

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

(۲۰) جهڙو ڪر جهڙو تيئي

کر بھلا، ہو بھلا

——X——X——X——

۴۸۹

اُردو اور پشتو کی مشترک ضرب الامثال

(۱) آسمان تہ مہ تو کہ پہ خپل مخ بہ دِ پریوزی
آسمان کا تھوکا گریبان میں آتا ہے۔

(۲) اوبۂ پہ ڈانگ نہ بیلیږی
لاٹھی مارے پانی جُدا نہیں ہوتا۔

(۳) اسو نو نعلونہ وھل، چیندخو ھم ورتہ پښے ونیولے
گھوڑے کے نعل لگ رہے تھے۔ مینڈکوں نے بھی پاؤں بڑھا دیئے

(۴) اوبۂ چہ دَسر تیرے شی تہ لاس تہ چہ نیزہ / ڈانگ
ننگے کو کیا ننگ، کالے کو کیا زنگ

(۵) اوسپنہ چہ تودہ شی نو او وہہ
لوہا تاپے نہیں تو بڑھے کیسے

(۶) لو باز پہ ھوا بنہ نہ دے، کونجکہ پہ لاس بنہ
(لکھا کے باز سے ہاتھ کی چڑیا بھلی)
نو نقد نہ تیرہ ادھار

(۷) بام تے کوٹھ، کوٹے ڈکر
(چھت اونچی ۔ گھر ویران)
اونچی دکان پھیکا پکوان

(۸) بدل پہ بدل خلاص
ادلے کا بدلہ

(۹) بل تہ کوھے مہ کنہ ھسے نہ چہ تہ پکښے گذار شے
چاہ کن را چاہ درپیش۔

(۱۰) بندہ او کمرے آلے نرالے ، نصیب او کمرے کھلے چارے
تدبیر کند بندہ ، تقدیر زند خندہ

(۱۱) بزۂ د مرگہ بتیبدہ قصاب کرہ ئے شپہ شوہ
(بکری موت سے چھپنا چاہتی تھی۔ قصاب کے ہاں رات آگئی)
آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا

(۱۲) پیڑے او سوزی خوول ئے پیا تے وی
رسی جل گئی پر بل نہ گیا۔

(۱۳) ہاکہا ئے پرزوی ، چیتر ئے لتھوی۔
بھاگن گرائے چیت اٹھائے

(۱۴) پہ پئو سوے شو پلے ھم پوکی
دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے۔

(۱۵) پہ حرامہ راغلی وہ پہ حرامہ لاڑہ
مال حرام بود ، بجائے حرام رفت

(۱۶) توتو راشہ ما او خورۂ
(کتے آؤ مجھے کاٹو)
آ بیل مجھے مار

(۱۷) تۂ مامہ سمیرۂ زہ دی کہ
هان نہ مان ، میں تیرا مہمان

(۱۸) ټپ د دو لاس نہ خیژی
تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی

(۱۹) چاله چه کړیدل نه ورځي وائي غوبلے تنګ دے
ناچ نه جانے آنګن ٹیڑھا

(۲۰) چیوا خستے هر بوټي نه لاس اچوي
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

(۲۱) چنغال آلو ته نه شو رسیدے ، وئیل یے دا ترووه دي
انگور کھٹے ہیں ۔

(۲۲) چه کوم سپي غاپي هغه خوړل نه کوي
جو کتے بھونکتے ہیں وه کاٹتے نہیں ۔

(۲۳) چه میږې وزر وشي نو ډهغه وړکیدل راشي
چیونٹی کی موت آتی هے تو اس کے پر نکل آتے ہیں ۔

(۲۴) چه ناچاري شي سرے تورے ته هم لاس واچوي
تنګ آمد بجنګ آمد

(۲۵) په دوه قصابانو کښے غوا مرداره شي
دو ملاؤں میں مرغی حرام

(۲۶) حق آخر حقدار ته رسي
حق به حقدار رسید

(۲۷) خټکے د خټکي نه رنګ اخلي
خربوزه خربوزے کو دیکھکر رنگ بکڑتا هے ۔

(۲۸) خپل عزت په خپل لاس کیږي
اپنی عزت اپنے ہاتھ

(۲۹) دَ غل په ږيره خس
چور کی داڑھی میں تنکا

(۳۰) دَ کاغذ په کشتئ سيل نه کيږے تر کومه
کاغذ کی ناؤ کب تک بہے گی

(۳۱) دَ کبر کاسه نسکوره وی
غرور کا سر نیچا ہوتا ھے۔

(۳۲) دَ کور چل سکه وی
گھر کی مُرغی دال برابر

(۳۳) دَ کور نيمه، دَ بهر روغه
گھر کی آدھی باہر کی ساری

(۳۴) ډيوے کو نے لاندِ تياره وی
چراغ تلے اندھیرا

(۳۵) ړوند خُدائے نه څه غواړی، دوه سترګے
اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔

(۳۶) مړے غږ نه کوی که غږ کوی کفن شلوی
مردہ بولتا نہیں، بولتا ھے تو کفن پھاڑ کر بولتا ھے

(۳۷) مفت شراب قاضی هم څښلی دی
مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال

(۳۸) لکه مور هسے لور
جیسی مائی ویسی جائی

(۳۹) هیلو بچو ته غوپے مه بنیه
بطخ کے جائے کن ترائے

(۴۰) یتیم روژه ونیوله ور ځ ورباندکال شوه
یتیم نے روزه رکھا، تو دن سال بھر کا ہوگیا۔

---x---x---x---

ضرب الامثال کے اس حیرت انگیز اشتراک کی یہ چند مثالیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ تینوں زبانوں کے بولنے والوں میں کس قدر ذہنی یگانگت موجود ہے۔

تینوں زبان کے مشترک ضرب الامثال کے لیے ایک الگ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ بدقسمتی سے کسی ادارے یا فرد نے اس کام کیلئے توجہ نہیں دی تاہم امید ہے کہ مستقبل کے محققین اس اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کریں گے۔

---x---x---

محاورہ کیا ہے؟

"محاورہ لغت میں مطلقاً بات چیت کرنے کو کہتے ہیں، خواہ وہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے موافق ہو خواہ مخالف، لیکن اصطلاح میں خاص اہل زبان کے روزمرہ بول چال یا اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے۔ پس ضرور ہے۔ کہ محاورہ تقریباً دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جائے۔ کیونکہ مفرد الفاظ کو روزمرہ یا اسلوب بیان نہیں کہا جاتا۔ بخلاف لغت کے کہ اس کا اطلاق ہمیشہ مفرد الفاظ پر یا ایسے الفاظ پر جو بمنزلہ مفرد کے ہیں۔ کیا جاتا ہے۔ پانچ اور سات دو لفظ ہیں۔ جن پر الگ الگ لغت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مگر ان میں سے ہر ایک کو محاورہ نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ دونوں کو ملا کر جب پانچ سات بولیں گے۔ تب محاورہ کہا جائے گا۔
یہ بھی ضرور ہے کہ وہ ترکیب جس پر محاورے کا اطلاق کیا جائے قیاسی نہ ہو، بلکہ معلوم ہو کہ اہل زبان اس کو اسی طرح استعمال کرتے ہیں"۔ (۱)
مولانا حالی کے اس اقتباس سے محاورہ کی تعریف واضح طور پر ہوتی ہے مختصراً یوں کہا جاسکتا ہے کہ جب الفاظ کو اصل معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہوں تو روزمرہ کہلاتے ہیں۔ اور جب الفاظ کو اصل معنوں کی جگہ مجازی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہ اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہوں۔ تو محاورہ کہلاتے ہیں۔
ضرب الامثال کی طرح محاورے بھی آہستہ آہستہ بنتے ہیں۔ اور پھر زبان

---

(۱) مقدمہ شعر و شاعری مولانا الطاف حسین حالی (روزمرہ اور محاورہ)

زد عام ہو کر عام ہو جاتے ہیں۔ اور مستند کہلاتے ہیں۔
سندھی، پشتو اور اُردو میں ضرب الامثال کی طرح بے شمار محاورے مشترک ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ یہ اس طویل رفاقت، تعلق، ربط اور میل جول کی وجہ سے ہے۔ جو تینوں زبانیں بولنے والوں کے درمیان صدیوں سے چلا آرہا ہے۔
مشترک محاوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہاں بہت ہی مختصر طور پر چند مثالیں دی جاتی ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو کہ تینوں زبانوں کے محاوروں میں کتنا اشتراک موجود ہے۔
جو محاورے تینوں زبانوں میں مستعمل ہیں۔ وہ ساتھ ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اور جہاں کسی زبان میں یہ محاورہ اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اُسے خالی چھوڑ دیا گیا ہے۔
سندھی کے محاوروں کو پہلے لکھا گیا ہے۔ مگر ترتیب کو اُردو کے حروف تہجی کے پیش نظر رکھا گیا ہے +

سندھی، پشتو اور اردو کے مشترک محاورات

	سندھی	پشتو	اردو
(۱)	اکيون لڳڻ	سترگے ور تلل/لگیدل	آنکھ لگنا
(۲)	پنهنجي پيرتي کهاڙو هڻڻ	خپله پښه خپله په تبر وهل	اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا
(۳)	آبرو رکڻ	عزت ساتل	آبرو رکھنا
(۴)	ڳالهه مان ڳالهوڙو ٺاهڻ	خبره اوبدول	بات کا بتنگڑ بنانا
(۵)	غبار ڪڍڻ	بړاس ایستل	غبار نکالنا
(۶)	—	د کاڼي کرښه	پتھر کی لکیر
(۷)	ٺڪر کائڻ	ټکرے خوړل	ٹھوکریں کھانا
(۸)	دل ٽٽڻ	زړه ماتیدل	جی ٹوٹ جانا
(۹)	زبان ڏيڻ	ژبه ور کول	زبان دینا
(۱۰)	زبان مان نڪرڻ	د ژبے نه وتل	زبان سے نکلنا

	سندھی	پشتو	اُردو
(۱۱)	–	په زخمونو مالګې دوړول	زخموں پر نمک چھڑکنا
(۱۲)	–	په سر خېژول	سر پر چڑھانا
(۱۳)	–	د اختر میاشت جوړېدل	عید کا چاند ہونا
(۱۴)	عزت لاھڻ	عزّت اخستل	آبرو اتارنا
(۱۵)	–	غم غلطول	غم غلط کرنا۔
(۱۶)	–	د قبر دنوبری راتښل	قبر کے مردے اکھاڑنا
(۱۷)	–	قصه پاکول	قصہ پاک کرنا
(۱۸)	ڪن ڀرڻ	غوږونه ډکول	کان بھرنا
(۱۹)	–	ملاسمول / نیغول	کمر سیدھی کرنا
(۲۰)	ڪن کائڻ	غوږونه خوړل	کان کھانا

سندھی	پشتو	اُردو
(۲۱) کمر ٻڌڻ(ط) / کمر ڪسڻ(ط)	ملا تړنګه تړل	کمر کس کر باندھنا
(۲۲) —	پوزه ترینګول	ناک بھوں چڑھانا
(۲۳) نک گسائڻ(ط)	پوزه راکښل	ناک رگڑنا
(۲۴) —	په پوزه مچ نه پرېښودل	ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دینا
(۲۵) ھٿ کڍڻ(ط)	لاس اخستل	ہاتھ اُٹھانا
(۲۶) ھٿ پير ھلائڻ(ط)	لاس پښې وهل	ہاتھ پاؤں مارنا ھٿ پير ھلائڻ(ط)
(۲۷) ھٿ ڌوئڻ(ط)	لاس وينځل	ہاتھ دھونا
(۲۸) ھٿ پھچڻ(ط)	په لاس راتلل	ہاتھ لگ جانا
(۲۹) ھٿن جا پيرا ڪرڻ(ط)	په تلې شړشم زرغونول	ہتھیلی پر سرسوں جمانا
(۳۰) ٺھ ھيف پوڻ(ط)	ټیټول	نیچا دکھانا

(۳۱)	هڏڪي	هټکئ / سلګئ راتلل	ہچکیاں آنا
(۳۲)	خندو ڪرڻ	خنده کول	ہنسی اُڑانا
(۳۳)	هٿ مان نڪري وڃڻ	لاس نه وتل	ہاتھ سے نکلنا
(۳۴)	پڙدو ڪرڻ	پرده ساتل	پردہ رکھنا
(۳۵)	پاڻي جو ڦوٽو	—	پانی کی پوٹ
(۳۶)	پاڻي پاڻي ٿيڻ	—	آب آب ہونا
(۳۷)	پاڻي کان اڳ ڇيڙا لاهڻ	—	پانی سے پہلے پُل باندھنا
(۳۸)	—	په خټه اور لګول	پانی میں آگ لگانا

——— x ———

(۱۹۹۱)

تہذیبی اور ثقافتی

رشتے

تہذیبی اور ثقافتی رشتے

انسانی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ماہرین عمرانیات و آثار قدیمہ طویل مشاہدے اور مطالعے کے بعد اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ آج سے پچاس ہزار سال پہلے انسان موجود تھا۔ جو جنگل کی پیداوار، جڑی بوٹیوں اور جانوروں کے شکار سے اپنا پیٹ پالتا تھا۔ جناب مرتضیٰ احمد خان "تاریخ اقوام عالم" میں لکھتے ہیں۔

وہ اس دور کے انسانوں کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے متعلق جو اندازے قائم کئے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں۔ کہ انسان ٹولیاں بنا کر رہنے والا جانور تھا۔ یہ ٹولیاں ابتداً کنبے، قبیلے یا قوم کی شکل میں منظم نہ تھے۔ ابتداً ان ٹولیوں کا نہ کوئی قانون تھا۔ نہ رسم و رواج تھے، نہ حکومت تھی ؟ نہ سردار تھے، نہ پنچایتیں تھیں، نہ دیوتاؤں کا کوئی تصور موجود تھا، نہ شیطانوں کا کوئی احساس۔ ان کے درمیان لڑائی بھی نہیں ہوتی تھی (۱)۔ اور غالباً امید اور خوف کا احساس بھی مفقود تھا یہ تمام باتیں انہوں نے آئے دن کے تجربوں سے حاصل کیں۔ جو انہیں غذا کی تلاش ہی کے سلسلے میں پیش آتے تھے۔ عورت کے اختلاط اور وابستگی نے ان میں رفاقت کا احساس پیدا کیا۔ اس احساس نے ستر کو چھپانے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اور اس رفاقت کے نتائج یعنی اولاد کی پیدائش نے کنبے کا احساس دلایا۔ یہاں سے قبیلے بنے اور کنبے یا قبیلے کے بزرگ کی موجودگی نے منظم سوسائٹی کی بنیاد قائم کی۔ اس دور کے انسانوں میں ذاتی ملکیت کا بھی احساس نہیں تھا۔ بلکہ دنیا اور اس کے موجودات سے سب افراد یکساں تمتع حاصل کرتے تھے۔ ذاتی املاک اور قبیلوی املاک کے تصورات بعد میں پیدا ہوئے۔ سماجی زندگی اختیار کرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جانداروں پر فوقیت کا احساس ہوا۔ اس فوقیت کے حصول میں اس کے جسم کی اور اس کے ہاتھو

(۱) صرف قیاسی باتیں ہیں۔ انسان کی فطرت میں صلح اور جنگ دونوں کے جذبات ہیں۔

کی قدرتی ساخت نے اس کی بہت مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے شعور کی قوت بھی ترقی کرتی گئی۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لیے پہلے وہ اشارات سے کام لیتا تھا پھر باتیں کرنے لگا۔ شکاری دور میں اس کی ٹولیاں کافی طور پر منظم ہو چکی تھیں۔ کنبے اور قبیلے معرض وجود میں آ گئے تھے۔ اس کے فکر و شعور کی قوتیں بھی ترقی کر چکی تھیں اور وہ زندگی کے اس ڈھب مرکی شاہ راہ پر ہو لیا تھا۔ جسے ہم "تمدن" کہہ سکتے ہیں" ——— (۱)

اس اقتباس سے زندگی کے ابتدائی معاشرے کے نقوش سامنے آتے ہیں، سادگی کے اسی دور میں انسانی ٹولیاں مختلف فطری ضروریات کے حصول کے لیے زمین کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ اور اسطرح مختلف خطوں میں مختلف "تہذیب و تمدن" وجود میں آئے۔

تہذیب، تمدن اور ثقافت ایسی اصطلاحیں ہیں جن کی مختلف تعریفیں سامنے آتی ہیں۔ آسان سے آسان لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ رہن سہن اور معاشرتی زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ تمدن یا "ثقافت" ہے۔ جبکہ آراستگی، عمدگی، اور تسکین روح کے لیے جو کچھ ہے وہ ہماری تہذیب ہے۔ لباس، مکانات، سڑکیں، جہاز سب کچھ تمدن کے زد میں آتے ہیں۔ مگر مصوری، شاعری، موسیقی سب تہذیبی سرمایے ہیں۔

Rutgers (رٹجرز) یونیورسٹی کے ایڈورڈ میکنال برنز (Edward MC NALL BURNS) اور لیک انڑ کالج کے فلپ لی رالف (Philif Lee Ralf) نے "World civilization" کے

---

(۱) تاریخ اقوام عالم ص ۴۱ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء

میں "Culture & Civilization" کی یوں تعریف کی ہے

"The stages of man advancement described thus far have been referred to as cultures. This word is commonly used to designate so-cities or periods which have not yet attained to a knowledge of writting and whose general level of achievement is comp-aratively primitive. But the term has other mea-nings. It is sometimes applied to intellectual and artistic accomplishments, to literature, art, music, philospy and science. It is employed by some historian to designate the whole compex pattern of ideas, achievements, traditions, and characteristics of a nation or empire at a particular time

The term "civilization" also carries a variety of meanings. The German philosphers of History Oswald Spengler reffered to Civiliz-ations and dependent phases of highly deve-loped cultures. When a great people or empire

was in its prime, he characterised its its social and intellectual pattern as a Culture. When it passed its prime and became ossified and stagnant, he described it as a "Civilization." The noted British historian Arnald-J. Toynbee also sees world history as a succession of cultural units. But he designates all each of the primary ones, although throughout its development as a Civilization. He distinguishes between civilizations and primitive "societies" largely on a quantitative basis. The latter are relatively short-lived, are restricted a relatively narrow geographical areas, and embrace relatively small numbers of human beings"

The term Civilization has still another meaning. Since each culture has peculiar features of its own, and some cultures are more highly development than others, we can speak quite properly deserves to be called

a civilization ~~when it~~ as a superior culture. we can say that a culture deserves to be called a civilization when it has reached a stage of advancement in which writing has come to be used to a considerable extent, some progress has been made in the arts and sciences, and political, social and economic institutions have developed sufficiently to conquer at least some of the problems of order, security and efficiency in a complex society. This is the sense in which the terms will be used throughout the remainder of this book" — (1)

اس اقتباس سے کلچر اور سویلزیشن (تہذیب و تمدن) کی تعریف ایک حد تک واضح ہوجاتی ہے ۔ اسی تعریف کی روشنی میں اب ہم سندھی لسینتوں اور اردو خوان حضرات میں تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کی تلاش کریں گے ۔

---

(1) World Civilization (Burns & Ralph) P.P 16, 17 W.W. Norton & Co U.S.A 1961

ترجمہ = انسان کی ترقی کے منازل کو ثقافت (کلچر) کہا گیا ہے۔ یہ لفظ عام طور پر معاشرے یا ادوار کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ابھی تک لکھنے کے فن سے نا آشنا ہوتے ہیں اور جن کی ذہنی سطح دوسروں کی نسبت پست ہوتی ہے۔ لیکن اس اصطلاح کے اور بھی معنی ہیں۔ بعض اوقات یہ متفکرانہ یا فنکارانہ صلاحیتوں، ادب، فن، موسیقی، فلسفہ اور سائنس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی مورخین اس کو کسی متعین دور میں کسی قوم یا سلطنت کے متفرق خیلات، حاصلات، روایات اور خصوصیات کے لیے استعمال کرتے ہیں

اصطلاح "تہذیب" (سویلیزیشن) کے معنی بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جرمن فلسفیٔ تاریخ اسوالڈ سپنگلر نے تہذیب اور اعلیٰ "ثقافت" کی تعریف کی ہے، جب عظیم لوگ یا سلطنت اپنے عروج پر ہوں تو وہ ان کے سماجی اور متفکرانہ نمونوں کو ثقافت (کلچر) کہتا ہے اور جب یہ انحطاط پذیر ہوں اور اس میں ٹھہراؤ آ جائے، تب تہذیب کہلاتی ہے۔

ممتاز برطانوی مورخ ٹائن۔بی نے بھی تاریخ عالم کو ثقافت کی لہروں کا مجموعہ کہا ہے لیکن وہ ان سب کو ابتدائی کہتا ہے اور ہر ارتقائی مرحلے کو تہذیب کہتا ہے۔ وہ تہذیب اور سوسائٹی (معاشرہ) کا فرق مقدار کو سامنے رکھ کر کرتا ہے۔ موخرالذکر نا پائیدار، محدود جغرافیائی حدود اور کم لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اصطلاح تہذیب کے اور بھی معنے ہیں، جس طرح ہر ثقافت (کلچر) کے

مخصوص خدوخال ہوتے ہیں اور بعض ثقافتوں کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اس لیے اگر ہم اعلیٰ ثقافت کو "تہذیب" کا نام دیں تو یہ زیادہ موزوں ہوگا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ثقافت (کلچر) اس وقت تہذیب کہلانے کی مستحق ہوتی ہے جب یہ ترقی یافتہ مرحلے میں داخل ہو جائے، سائنس اور فنون میں ترقی ہو، تحریر قابل ذکر حد تک استعمال ہو اور سیاسی، سماجی اور اقتصادی ادارے اس حد تک ترقی کر چکے ہوں کہ وہ کم از کم نظم و ضبط، تحفظ اور اعلیٰ کارکردگی کے پیچیدہ مسائل پر حاوی ہو +

سندھی پشتون اور اردو خوان (شمالی ہند کے مسلمان جو اب ہجرت کرکے آئے ہیں)
تہذیبی اور ثقافتی طور پر ایک دوسرے کے نسبتاً زیادہ قریب ہیں۔ پچھلے اوراق
میں زبانوں کے نسلی اشتراک کے مطالعے میں ہم یہ اندازہ کر چکے ہیں۔ کہ کس طرح
تینوں زبانیں بولنے والے نسلاً بھی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

سندھی پشتون اور اردو خوان یقیناً آریہ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ابتدائی
ہجرت میں یہ لوگ اپنے اصل وطن (وسط ایشیاء) سے آئے۔ قیاس بتاتا ہے
کہ سندھی، ایران اور افغانستان سے گزر کر سندھ میں آئے ہوں گے۔ جبکہ
ان کے دوسرے ساتھی آگے بڑھ گئے ہوں گے۔ پھر افغان آ کر افغانستان میں
بس گئے ہوں گے۔ اور آخر میں اردو خوان حضرات جن کی ہند میں آمد کو ایک
ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گزرا۔ ماسوا ان قدیم باشندوں کے جو
بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بنیادی طور پر تینوں زبانیں بولنے والے ایک ہی تہذیب و تمدن کی لڑی میں پروئے
ہیں۔ تاہم تینوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی ہے۔ جن سے ان کی پہچان
کی جا سکتی ہے۔

موہنجو داڑو، کوٹ ڈیجی، کاہو جو دڑو اور سندھ کے دوسرے مقامات
سے جو قدیم آثار دریافت ہوئے ہیں۔ ان سے سندھ کی قدیم (پانچ ہزار سال قدیم)
تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ پانچ ہزار سال پہلے سندھی
کتنے مہذب تھے۔ ان کے صاف ستھرے گھروں، کشادہ گلیوں، سیڑھیوں،
حماموں اور نکاس کی نالیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ وہ کتنی منظم اور
خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ مٹی کے برتن، کانسی کی چیزیں، کھلونے،

مجسمے اُن کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کرتے تھے۔ تصویری خط کی دریافت اس بات کا ثبوت ہے کہ موہنجوداڑو کے باشندے لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ اور یہی ان کے مہذب ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

دوسری (گندھارا) ٹیکسلا، پشکلاوتی (موجودہ چارسدہ) اور پشاور سے برآمد ہونے والے آثار یہاں کی قدیم تہذیب و ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ حال ہی میں (۱۹۷۶ء) ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ایک بہت قدیم شہر کے آثار دریافت ہوئے ہیں۔ جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ موہنجوداڑو سے بھی پہلے کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان آثار سے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اُس دور کے حالات پر روشنی ڈال سکے۔

اُردو خواں حضرات (مہاجر) میں سے اکثر کا تعلق وسط ایشیاء، تُرکی، ایران اور افغانستان سے ہے۔ وہ اپنے پیچھے بھی ایک قدیم تہذیب رکھتے تھے مگر ہندوستان جا کر اُنہوں نے ایک ایسی مشترک تہذیب کو جنم دیا۔ جسے ہندمسلم تہذیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ تہذیب محمود غزنوی کی آمد کے بعد بننا شروع ہوئی اکبر کے دور میں عروج تک پہنچی اور الگ زبان (اُردو)، شاعری، موسیقی، مصوری، نقاشی، لباس، رسم و رواج، تہوار وغیرہ وجود میں آئے۔ جو ۱۹۴۷ بلکہ آج (۱۹۷۶) تک اُن کا قیمتی سرمایہ ہے۔ اور یہی ہندمسلم تہذیب ہے۔ جسکو اُردو خواں (مہاجر) اپنے نئے وطن میں ساتھ لائے۔

یہاں اس باب میں تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کی تلاش کے لیے ہم تین تہذیبوں (سندھی تہذیب، پشتون تہذیب اور ہندمسلم تہذیب) کو نمائندہ بنا کر ان کے درمیان اشتراک اور ایک دوسرے پر اثرات کا مطالعہ کریں گے۔

قدیم زمانے سے جب سندھی تہذیب اور پشتون تہذیب ارتقائی مراحل سے گزر رہی تھیں۔ ہمیں ان میں ہم آہنگی، یکسانیت اور قریبی تعلق نظر آتا ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے جہاں موہنجو دڑو، سکھر اور نیرون کوٹ (حیدر آباد) وغیرہ آباد تھے۔ وہاں اسی دریا (جو اباسین کہلاتا ہے) کے کنارے قدیم شہروں ہنڈ اور لوہور (ضلع مردان) کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ یہ شہر سکندر اور پھر عربوں کی آمد تک آباد تھے۔ اور قدیم تہذیب کے مرکز تھے۔ مشہور سنسکرت زبان کا ماہر اور پہلا قواعد دان پانینی کا تعلق انہی شہروں سے تھا۔

ان شہروں کا سندھ کے قدیم شہروں اور اُس تہذیب کا سندھ کی قدیم تہذیب کے ساتھ تعلق یقینی ہے۔ مگر ابھی ان شہروں کی کھدائی نہیں ہوئی اور معلومات کا بے بہا خزانہ مٹی کی تہوں میں دفن ہے۔

سندھ میں جب رائے گھرانے کی حکومت تھی تو ان شہروں اور مشرقی افغانستان میں ہندو شاہی حکمران تھے۔ جن کا آخری بادشاہ راجہ جے پال اور انند پال محمود کے ہاتھوں شکست کھا گئے اور اسطرح ان کا خاتمہ ہوا۔ ہندو تہذیب کے اس دور کے اثرات بھی سندھ اور گندھارا اور مشرقی افغانستان پر یکساں پڑے۔ ہندی مہینوں کے نام اور دوسرے معاشرتی الفاظ یقیناً اُسی طویل ہندو دور کے مشترک آثار ہیں۔

گندھارا اور مشرقی افغانستان (ننگرہار۔ بامیان۔ جلال آباد) بدھ مت کے اہم مراکز تھے۔ مگر سندھ میں اس کے اثرات نسبتاً کم پائے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہاں بدھ مت کے مقابلے میں برہمنوں کی طاقت زیادہ تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بدھ مت کو فروغ حاصل نہ ہو سکا۔

برہمت کے بعد مختلف تہذیبی تینوں سلاقوں سے گزرے ۔جن کا ذکر خارجی اثرات کے باب میں کیا گیا ہے ۔

مسلمانوں کی آمد اور مقدس دین اسلام نے پشتونوں سندھیوں اور اردو خوانوں کی زندگی میں صحیح انقلاب برپا کیا ۔ اور یہیں سے تینوں زبانیں بولنے والوں کی معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، مذہبی، تعلیمی، اقتصادی زندگی کو ایک نیا موڑ ملتا ہے ۔ اور سندھی مسلم، پشتون مسلم اور ہند مسلم تہذیبیں وجود میں آتی ہیں ۔

سندھی سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ جب محمد بن قاسم اپنے ساتھ نور اسلام لایا ۔ اور اسے پورے سندھ میں پھیلا دیا ۔

امیر بن احمد مخدوم "تاریخ معصومی" کے دیباچے میں لکھتے ہیں :۔

"سندھ کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہ اس برعظیم میں پہلا ملک ہے، جہاں مسلمانوں نے قدم رکھا اور اسلام کا جھنڈا بلند کیا" (۱)

پشتون پہلی صدی ہجری میں مسلمان ہوئے ۔ اور اب انہیں یہ فخر حاصل ہے کہ وہ من حیث القوم مسلمان ہیں ۔ اور وہی اسلام کے سرگرم مبلغ بنے ۔ شمالی ہند میں دین مقدس کے پھیلانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے ۔

شمالی ہند کے وہ مسلمان جن کا تعلق ترکی، ایران اور افغانستان سے تھا پہلے ہی سے اسلام کے زیر اثر آچکے تھے ۔ البتہ مقامی ہندوستانی باشندے بعد میں مسلمان ہوئے ۔ جن پر وسط ایشیاء کے سلاطین کی تہذیب و ثقافت کا گہرا اثر پڑا ۔

(۱) تاریخ معصومی (دیباچہ مخدوم امیر بن احمد) ص ۸۱ حیدرآباد ۱۹۵۳ء

اس مقالے میں تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کی تلاش کے لیے اسلامی دور کی سندھی، پشتون اور مہاجر تہذیبوں کو اساس بنا کر ان میں اشتراک کا مطالعہ کریں گے۔

تینوں زبانیں بولنے والوں نے جہاں اسلامی اقدار کو اپنایا وہاں انہوں نے قدیم رسوم و رواج سے بھی رشتہ نہیں توڑا۔ البتہ یہ سب کچھ معاشرتی زندگی کی حد تک رہا۔ ورنہ مذہبی لحاظ سے حیرت انگیز حد تک اُن کے خیالات میں تبدیلی ملتی ہے۔ کیونکہ تینوں زبانوں میں بت پرستی کا تصور نہیں ملتا۔ اور نہ ہی بت پرستی یا اس سے متعلق امور کے لیے الفاظ ملتے ہیں۔ بلکہ مذہبی اصطلاحات سندھی، پشتو اور اُردو تینوں زبانوں کا جزو لاینفک ہیں۔ کیا نماز، روزہ، زکواۃ، حج، تکبیر، اذان، اللہ، رسول، ایمان، آخرت وغیرہ کے الفاظ کو ان زبانوں میں اجنبی سمجھا جا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

اپنی آسانی کے لیے تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کی تلاش کے لیے ہم مختلف شعبہ ہائے زندگی کو عنوان ٹھرائیں گے، اور پھر انہی شعبوں سے متعلق سندھیوں، پشتونوں اور اُردو خواں حضرات کی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیں گے۔ تاکہ تینوں کے اشتراک کو واضح کیا جا سکے۔ عنوان یہ ہوں گے۔

(۱) نسل (۲) زبان (۳) عقائد (۴) ~~لباس~~ ادب
(۵) عوامی ادب (۶) موسیقی (۷) لباس (۸) شادی بیاہ کے رسومات
(۹) معاشرتی زندگی (رہن سہن) (۱۰) قبیلوی نظام

تابع

(۱) نسل ، ماہرین عمرانیات کے مطابق دُنیا کے موجودہ انسانوں کو تین بڑے نسلی گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(i) آریہ (ii) منگول (iii) حبشی

یہ تقسیم انسانوں کے خدوخال کو سامنے رکھکر کی گئی ہے۔ مثلاً ہم کہیں گے۔ کہ ایران یا افغانستان کے لوگ آریہ نسل کے ہیں۔ چین کے لوگ منگول اور صومالیہ کے لوگ حبشی نسل کے ہیں۔ اسطرح لفظ آریہ کے ساتھ اونچی سیدھی ناک، بڑی آنکھیں، گول چہرہ، گندمی رنگ، لمبا قد، واضح نقوش اُبھر کر سامنے آئیں گے۔ منگول نسل کا تصور چپٹی ناک، چھوٹی آنکھیں، پستہ قد اور زرد رنگت والا چہرہ ہوگا۔ اور موٹے ہونٹ، سیاہ چمکدار رنگ، گھنگریالے بال حبشی نسل کی نشانی ہے۔

سندھی، افغان اور اُردو خوان نسلاً آریہ ہیں۔ اور تینوں کی ظاہری شکل و شباہت میں کوئی فرق نہیں(۱)۔ اگر لباس کا فرق نہ ہو، جو بہت کم ہے۔ تو تینوں کی پہچان بڑی مشکل ہوتی ہے۔ صاف گندمی رنگ، اونچی ناک، واضح نقوش غرض ہر طرح سے مشابہ خدوخال رکھتے ہیں۔ البتہ آب وہوا کا اثر اُن کے رنگوں پر نمایاں ہے۔ افغان سُرخ وسفید ہیں۔ جبکہ سندھی گندمی رنگ رکھتے ہیں۔ اسی طرح شمالی ہند سے آنے والے مسلمانوں کا رنگ گندمی ہے۔ البتہ رام پور، بھوپال، ٹونک، جاورہ، روہیل کھنڈ وغیرہ کے افغانوں کا رنگ خاندانی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

سندھ میں داڑھی رکھنے کا رواج قدیم ہے۔ موہنجوڈڑو سے جو مُہریں برآمد ہوئی ہیں۔ اُن میں ایسی تصاویر بھی ہیں۔ جس میں مرد کے چہرے پر

(۱) سندھ میں مکرانی لوگ بھی بکثرت ہیں جو حبشی نسل کے ہیں۔

داڑھی دکھائی گئی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل کے انبیاء علیہم السلام کی بھی داڑھی تھی بلکہ ایسی بڑی تھی جو قبضے میں پکڑی جا سکے۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا،

"یا بنؤمّ لا تاخذ بلحیتی ولا براسی ..." ——— (۱)

ترجمہ = (اے میری ماں کے بیٹے (بھائی) میری داڑھی اور میرے سر کو نہ پکڑ)

ظہور اسلام کے بعد داڑھی نے مذہبی حیثیت اختیار کی اور یہ اہم سنن میں شمار ہوئی۔

افغانوں میں اٹھارہویں صدی کے پہلے ربع تک داڑھی رکھنے کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی مگر انگریزی فوج میں بھرتی کے بعد تیزی سے یہ رواج ختم ہوا اور اب روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی عمر کے لوگ البتہ اب بھی داڑھی رکھتے ہیں

شمالی ہند میں انگریزوں اور ہندوؤں کے زیر اثر داڑھی منڈوانے کا رواج پہلے سے ہے۔

رنگ و نسل کا فرق مصنوعی ہے۔ سندھی، افغان اور اردو خواں حضرات ایک نسل ایک ملت اور ایک مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفو، ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ہ ان اللہ علیم خبیر ہ" ——— (۲)

قرآن سورۂ حجرات آیت ۱۳

---

(۱) قرآن حکیم سورۂ طٰہٰ آیت ۹۴

(۲) ترجمہ = اے انسانو ہم نے تم کو ایک نر اور ایک مادے سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو جس میں برتری تقویٰ والوں کے لیے ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے

(۲)
زبان ، جیسا کہ ہمارے اس مقالے کا بنیادی موضوع " سندھی، پشتو اُردو کے لسانی روابط " ہے، مختلف ابواب میں متصل طور پر تینوں زبانوں کی نسلی اور لسانی اشتراک کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ جبکہ معنوی اشتراک میں مشترک ضرب الامثال اور محاورات کو دکھایا گیا ہے۔

لسانی اشتراک کی بات سارے مقالے میں جاری و ساری ہے۔ اس اسے دہرانے کیلئے نہ تو وقت ہے۔ نہ اس کی ضرورت ہے۔ البتہ انتہائی مختصر الفاظ میں اس کا خلاصہ بیان کیا جا سکتا ہے۔

سندھی پشتو اور اُردو تینوں آریائی زبانیں ہیں۔ اور یہ اس اصل آریائی زبان کی بیٹیاں ہیں۔ جس کو مشترک صورت میں آریہ لوگ بولتے ہوئے آئے تھے۔ ہند آکر اس نے ویدی سنسکرت، کلاسیکی سنسکرت، پراکرت، اَپ بھرنش، بھاشا کے ادوار سے گزر کر اُردو کی صورت اختیار کی۔ سندھ میں مقامی اثرات اور بعد کے خارجی اثرات کے زیر اثر جدید سندھی کا روپ دھارا جبکہ مشرقی افغانستان میں اس نے پشتو کی صورت میں اپنے وجود کو برقرار رکھا۔
قدیم نسلی اشتراک کے آثار اب بھی نمایاں ہیں۔ اور بنیادی ڈھانچے کے علاوہ الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ تینوں زبانوں میں قدیم آریائی رشتے کی بنا پر مشترک ہیں۔ جن کا ذکر قدیم روابط کے باب میں ہو چکا ہے۔

اس قدیم ترین تعلق کے بعد سندھی، پشتو اور اُردو یکساں خارجی اثرات سے دوچار ہوئیں۔ عربی مذہبی زبان تھی، فارسی کو حکمرانوں اور درباروں کی حوصلہ افزائی نصیب ہوئی، انگریزی آقاؤں کی زبان تھی (جس سے اب تک چھٹکارا نہیں مل سکا اور اس کے اثرات بڑھ رہے ہیں) اس طرح

اِن تینوں زبانوں کا تینوں زبانوں پر بہت گہرا اثر پڑا - اور انہی اثرات نے کافی حد تک اِن میں یکسانیت پیدا کی - اِس کا ذکر خارجی اثرات کے باب میں آ چکا ہے۔

سندھی، پشتو اور اُردو کے صرف و نحو کا ڈھانچا ایک ہے - الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ مشترک ہے۔ گنتی اور ناپ تول میں مکمل یکسانیت ہے - اور تینوں زبانوں کا رسم الخط ایک ہے - البتہ مخصوص آوازوں کے لیے عربی حروف پر اضافے کیے گئے ہیں۔

مذہبی رشتے

سندھی، پشتون اور اُردو خوان حضرات اسلام کے مقدس دین سے وابستہ ہیں۔ یہی وہ مضبوط رشتہ ہے جس نے تینوں زبانیں بولنے والوں کو بہت قریب کیا ہے

قدیم سندھ کے لوگوں کے مذہب کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ موہنجوداڑو اور ہڑپہ سے جو آثار قدیمہ ملے ہیں۔ وہ وہاں کے مذہب کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے موہنجوداڑو میں ایک مکان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کسی مذہبی رہنما کا مکان ہو سکتا ہے۔ موہنجوداڑو کے لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں سے جو قبریں ملی ہیں اُن میں سے ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں۔ تاہم جب تک قدیم تصویری خط کو پڑھا نہ جائے اس معاملے میں صرف قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے کہ جو بھی ہو اُن کا مذہب فطری قسم کا ہوگا اور مظاہر پرستی اس میں شامل ہوگی

قدیم دور کے بعد ہندومت کا دور آتا ہے۔ اور یہ دور راجہ داہر کے زمانے تک رہتا ہے۔ تاہم اس دور کا ادب یا اس دور کی تاریخ موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کے عقائد کے بارے میں زیادہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

سندھ میں بدھ مت کے آثار کم ملے ہیں۔ اگرچہ یہ مذہب افغانستان سے لیکر چین تک سارے علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ لیکن سندھ میں اس کو زیادہ رواج نہیں ملا۔

اسلام کے ظہور کے بعد برصغیر میں سندھی لوگ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے محمد بن قاسم کی آمد کے بعد منصورہ اور ملتان عربوں کی عظیم ریاست کے صوبے بنے اس طرح بہت بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوتے گئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

سندھ میں مختلف اولیاء، صوفیاء، علماء، شعراء اور ادباء نے اسلام کیلئے بہت کام کیا۔ اس سلسلے میں اسماعیلی رہنما پیر صدرالدین کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنہوں نے اپنی کتابوں (سندھی نظم و نثر) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

سندھ کے قدیم ادب پر مذہبی رنگ کا اثر غالب ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سندھی نثر کا سب سے قدیم نمونہ قرآن پاک کا سندھی ترجمہ ہے۔

پشتونوں کے مذہب اور عقائد پر بات کرنا بہت زیادہ نازک مسئلہ ہے۔ پشتو اور اسلام لازم و ملزوم ہیں۔ ہندو پشتون، سکھ پشتون یا عیسائی پشتون کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پشتون ہوگا تو مسلمان ضرور ہوگا۔ اسلام کو پشتونوں نے من حیث القوم اس لیے بھی اپنایا۔ کہ یہ عقائد ان کے اپنے قبائلی زندگی کے زیادہ قریب تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے مقدس دین سے پہلے پشتونوں کا دین کیا تھا۔ جذبات کو اگر ایک طرف رکھا جائے اور تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ جس طرح خود عرب اسلام کے ظہور سے قبل مسلمان نہیں تھے پشتون بھی نہیں تھے۔ بلکہ یہ عربوں سے بہت بعد میں مسلمان ہوئے۔

قدیم دور میں یہاں آتش پرستی رائج تھی۔ سرخ کوتل (بغلان) سے آتشکدہ ملا ہے، گندھارا کے شہر ٹیکسلا میں بھی آتش پرستی کے آثار پائے گئے۔

یونانیوں کے طویل دور اقتدار میں یہاں کے لوگوں کے عقائد کا کچھ حال معلوم نہیں۔ آخری باختری یونانی دور میں ایک عیسائی پادری یہاں آیا تھا

مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ کسی نے دین مسیحی کو قبول کیا تھا۔
افغانستان اور گندھارا بدھ مت کے بڑے مراکز تھے۔ مانسہرہ، شہباز گڑھی
جلال آباد، ہڈیان، بیماران اور بامیان سے بدھ مت کے آثار کتبات کی
صورت میں ملے ہیں۔ بامیان میں مہاتما بدھ کا سب سے بڑا مجسمہ دستیاب ہوا
ہے۔ پشاور میں شاہ جی کی ڈھیری اور ٹیکسلا میں درسگاہیں قائم تھیں۔
جہاں بودھ مت کی تعلیمات سکھائی جاتی تھیں۔
اسلام یہاں پہنچنے سے قبل ہندومت کو عروج حاصل ہوا۔ پشتونوں کا تمام
علاقہ ہندو راجاؤں کے زیر نگین آیا اور یہ سلسلہ ۷۵۰ء سے ۱۰۰۱ء تک
رہا۔ جب محمود غزنوی نے آخری ہندو راجا انند پال کو شکست دی۔
یہ حقائق تلخ ضرور ہیں۔ مگر تاریخ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ پشتون آتش
پرست بھی رہے ہیں۔ وہ کئی صدیوں تک گوتم بدھ کے مجسمے تراشتے رہے ہیں
مگر جب مسلمان ہوئے تو ایسے کہ اسلام اور پشتون لازم و ملزوم بنے اور پھر
اُنہوں نے اسلام کو پورے ہندوستان تک پہنچایا۔ محمود غزنوی، شہاب الدین
غوری، احمد شاہ ابدالی اور جمال الدین افغانی کے خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا
شمالی ہند کے مسلمانوں میں سے بیشتر کا تعلق وسط ایشیاء، ایران اور افغانستان
سے ہے۔ یہ حکمرانوں کے ساتھ اس وقت آئے جب مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے
البتہ بہت لوگ جو ہندو تھے یا بدھ مت کے پیرو تھے، بعد میں اسلام لائے۔
سندھی، پشتون اور اردو خوان عقیدے کے ایک مقدس رشتے میں
بندھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی معاشرتی زندگی اور رسوم و رواج میں
مکمل ہم آہنگی موجود ہے +

ادبی رشتے

ادب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) عوامی ادب (۲) تخلیقی ادب

عوامی ادب طویل عرصے میں مختلف ذہنوں کا پیداوار ہوتا ہے۔ جو طویل تجربات اور مشاہدات کے بعد سامنے آتا ہے۔ اسے لوک ادب بھی کہتے ہیں۔ اس پر معنوی اشتراک کے باب میں تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ اور تینوں زبانوں کے اشتراک کو نمایاں کیا گیا ہے۔

تخلیقی ادب وہ ہے جو کسی ادیب کی شعوری کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی معاشرے ہی سے جنم لیتا ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ یہاں ایک مخصوص فرد کا ہوتا ہے۔

سندھی، پشتو اور اُردو میں قبل از اسلام کا ادب موجود نہیں۔ سندھی اور پشتون ادیب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ قبل از اسلام یہ زبانیں تحریر میں آئی ہیں۔ مگر یہ سب قیاس پر مبنی ہے۔ اس کے لیے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی گویا تینوں زبانوں کے اشتراک کا ایک ثبوت ہے۔ کہ تینوں میں ظہور اسلام کے بہت بعد ادب تخلیق ہوا۔

سندھی ادب کا آغاز سومروں کے دور (۱۰۵۰ء تا ۱۳۵۰ء) میں ہوتا ہے۔ ابتداء سے سندھی شاعری رزمیہ اور مذہبی رجحانات کی حامل تھی۔ جیسا کہ پیر صدرالدین کے (گنان) سے ظاہر ہے ——— (۱)

---

(۱) سندی ادب جي مختصر تاریخ (عبدالجبار جونیجو) ص ۲۴ حیدرآباد ۱۹۷۳

شاہ لطف اللہ قادری، قاضی قاضن، شاہ عبدالکریم اس ابتدائی دور کے
اہم شاعر ہیں جن کا کلام روایات کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے قلمی صورت میں موجود نہیں
شاہ عبداللطیف بھٹائی (۱۶۸۹ تا ۱۷۵۲ء) سندھ کا پہلا عظیم شاعر ہیں
جن کا مکمل کلام موجود ہے۔ شاہ صاحب زندۂ جاوید شاعر ہیں جن کا کلام
سندھی تہذیب و ثقافت کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ انہوں نے مختلف اصناف
میں طبع آزمائی کی اور سندھی نیم تاریخی داستانوں کو سندھی نظم کا جامہ پہنایا
ان میں عمر ماروی، مومل راٹو، سسئی پنوں زیادہ مشہور ہیں۔
سندھی نثر کی ابتدا اسلام کے بعد ہوئی ہے۔ مختلف محققین اسے راجہ داہر
شاہ کریم، مخدوم نوح اور جعفر بوبکائی وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں مگر ان
کی تحریریں موجود نہیں، مخدوم جعفر کے چند سندھی جملے ملتے ہیں مگر ان کو نثر
نہیں کہا جاسکتا۔ سندھی نثر کی پہلی مکمل کتاب اخوند عزیز اللہ
(۱۷۴۶ تا ۱۸۲۴ء) کا قرآن پاک کا سندھی ترجمہ ہے (۱)
پشتو زبان کا شعری اور نثری ادب سندھی اور اردو دونوں سے
قدیم ہے۔ "پٹہ خزانہ" (۱۱۴۲ ہجری) کی روایت کے مطابق امیر کروڑ
نے ۱۳۹ ہجری میں پشتو شاعری کا آغاز کیا مگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔
پشتو کی پہلی مکمل دریافت شدہ کتاب نثر کی ہے۔ جس کا نام "خیر البیان"
ہے اور اسے پیر روشان بایزید انصاری نے ۹۳۱ھ اور ۹۸۰ھ کے درمیان لکھا (۲)

---

(۱) سنڌي نثر جي مختصر تاريخ ص ۱۰۴ حیدرآباد ۱۹۷۳ء
(۲) خیر البیان بایزید انصاری پیر روشان پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

پشتو شاعری کا سلسلہ "پٹہ خزانہ" نامی کتاب (۲ ۴ ۱۱ ھ) کی روایت کے مطابق ۱۳۹ ھجری تک پہنچتا ہے مگر محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ پہلا اور مکمل دیوان مرزا خان انصاری کا ہے اور یہ (۹۸۸ ھجری اور ۱۰۴۰ھ) کے درمیان مرتب ہوا ہے — (۱)

خوشحال خان خٹک (۱۶۱۳ء تا ۱۶۸۹ء) پشتو کا عظیم شاعر ہے جس کی شاعری قومی اور ملی رجحانات کی حامل ہے اس سلسلے میں ایک دلچسپ اتفاق یہ ہے کہ جس سال (۱۶۸۹ء) میں خوشحال خان خٹک اپنے خالق حقیقی سے جا ملتا ہے اسی سال شاہ عبداللطیف بھٹائی صاحب دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔

اردو ادب کی ابتدا فارسی اور مقامی ادب کے حسین امتزاج سے ہوئی۔ امیر خسرو کبیر داس اور گورونانک کے کلام میں اردو فارسی کا امتزاج نئے ادب کے وجود کا پتہ دیتا ہے مگر اس سلسلے میں سب سے مستند نقش حضرت خواجہ گیسو دراز کی معراج العاشقین ہے جو ۱۴۱۲ء اور ۱۴۲۲ء کے درمیان کی تصنیف ہے۔ شعری تخلیقات میں امیر خسرو کو اولیت حاصل ہے مگر پہلا مکمل کلیات قلی قطب شاہ ۱۵۸۰ء تا ۱۶۱۱ء کا ہے یا ابراہیم عادل شاہ کا مجموعہ نورس ۱۵۹۹ء ہے

ادب میں جدید رجحانات کے سلسلے میں اردو اور سندھی کو اولیت حاصل ہے۔ ناول اور افسانے وغیرہ ان میں پہلے لکھے گئے تاہم بعد میں پشتو زبان میں بھی ناول، افسانے اور ڈرامے کافی تعداد میں لکھے گئے ہیں۔

اس مختصر سے جائزے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح تینوں زبانوں کا ادب ابتدائی دور میں ہم آہنگ رہا۔ اور ساتھ ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتا رہا۔

---

(۱) دیوان مرزا خان انصاری مرتبہ ھمیش خلیل پشاور ۱۹۵۹ء

لوک گیت اور موسیقی

سندھی، پشتو اور اردو تہذیبی اور ثقافتی ورثے سے مالامال ہیں۔ اِن میں
موسیقی اور لوک گیتوں کو اہم مرتبہ حاصل ہے۔

پشتونوں میں قبائلی زندگی کی وجہ سے لوک موسیقی قدیم زمانے سے رائج ہے۔
اس کی سادہ ترین شکل ڈھول سُرنہ (شہنائی) اور قبائلی ناچ ہے۔ اِن
میں خٹک ڈانس کو نمائندہ حیثیت حاصل ہے۔

"ٹپہ" پشتو لوک گیتوں اور موسیقی میں سرِفہرست ہے۔ کون ایسا پشتون
ہے جسے ٹپے نہ آتے ہوں۔ اِن میں بعض ٹپے کئی ہزار سال پرانے معلوم ہوتے ہیں
جو سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں۔

ٹپوں کو مقبول دُھنوں میں گایا جاتا ہے۔ یہ الگ بھی گائے جاتے ہیں اور
دوسرے گیتوں میں ملاکر بھی اِن کو گایا جاتا ہے۔

چاربیتہ، بدلہ (مثنوی)، نیمکئی، لوبہ، بگٹئی، رباعی، سندرہ پشتو کے
لوک گیتوں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔

موسیقی میں رباب، ستار، سرندہ (سارنگی) اور طبلہ (ڈھول) پشتو کے
مقبول ساز ہیں۔ اِن کے علاوہ پہاڑی چرواہے جب تنہائی میں بانسری
بجاتے ہیں۔ تو اس کی آواز کانوں میں رَس گھولتی ہے۔ بانسری کو شپیلئی
یا غوزہ کہتے ہیں۔ جو سندھی کے الغوزہ میں مشترک ہے۔

پشتونوں میں مرد اور عورتوں کے مل کر ناچ گانے کا رواج کہیں بھی کسی صورت
میں بھی نہیں۔ لڑکیاں شادی بیاہ کے موقعوں پر گھڑے یا ڈھول کی تاپ پر
ناچتی ہیں۔ اور گیت گاتی ہیں۔

سندھ میں موسیقی بہت زیادہ مقبول ہے۔ اور اس اعتبار سے اکتارہ، الغوزہ، ستار، طنبورہ وغیرہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

کافی یا وائی سندھی لوک گیتوں میں مقبول ترین صنف ہے۔ اس میں اکثر "ٹپے" کی طرح عشقیہ بیان ہوتا ہے۔ اسے جنگلی زبان "ٹپو" یا "خیال" بھی کہتے ہیں۔ لشتو ٹپہ دو مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، جبکہ کافی یا وائی میں ۸ سے ۱۲ تک مصرعے ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالطیف اور سچل سرمست کی کافیوں کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔

کافی یا وائی کے علاوہ بیت یا ڈوھیڑو (دوہیڑو) بھی عام لوک اصناف میں سے ہیں۔ جنہیں سازوں کے ساتھ گایا جاتا ہے۔

سیارو دیہاتیوں کی مقبول لوک گیت ہے جسے بانسری کے ساتھ ملکر گاتے ہیں۔

شمالی ہند میں لوک موسیقی یا لوک گیتوں کی جگہ موسیقی کا ایک نیا دبستان ہندمسلم تہذیب کے زیر اثر پیدا ہوا۔ جسے کلاسیکی موسیقی کہا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا، کا سہرا امیر خسرو کے سر ہے۔ جن کی تخلیق کردہ دھنوں اور گیتوں کو لوک ورثے کی حیثیت حاصل ہوئی۔ کلاسیکی موسیقی میں ستار اور طبلے کو بنیادی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔

سندھی لشتو اور اردو میں موسیقی اور لوک گیتوں میں روح کے لحاظ سے ہم آہنگی موجود ہے۔ تاہم تینوں زبانوں کے لوک گیت اپنے ماحول کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔

لباس

تہذیب و ثقافت میں لباس کو اہم درجہ حاصل ہے۔ سندھی، پشتون اور اردو خوان
حضرات کے لباس میں بظاہر مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ سندھی اور پشتون سروں
پر پگڑی باندھتے ہیں۔ اور یہ قدیم آریائی دور کی نشانی معلوم ہوتی ہے۔
شمالی ہند میں شروع سے ہی وسط ایشیاء کے زیر اثر ٹوپی پہننے کا رواج
تھا۔ تاہم دیہاتوں میں پگڑیاں بھی باندھی جاتی تھیں اور علماء، سلاطین یا
اراکین سلطنت اپنے سروں پر پگڑیاں باندھتے تھے۔
سندھی اور پشتونوں میں گھنی شلواریں پہننے کا رواج ہے۔ جو آج تک چلا آرہا
ہے شمالی ہند میں تنگ پاجامے اور چوڑی دار پاجامے کا رواج ہوا۔ اب بھی
ہجرت کر کے آنے والے لوگوں میں بڑے بوڑھے پاجامے پہنتے ہیں۔
عورتوں کے لباس میں سندھی اور پشتون عورتوں میں زیادہ مماثلت ہے
بڑی گھیر کی شلواریں، تراش کا مخصوص طرز، کڑھائی والے کام کی قمیص اور
چادریں دونوں میں مشترک ہیں۔ شمالی ہند میں بھاری کپڑے پہننے کا رواج
شروع ہی سے ختم ہوا۔ اور تنگ اور چست کپڑوں اور نئی تراش خراش کو
اپنایا گیا۔
"سندھی ٹوپی" اور "اجرک" سندھ کی مخصوص چیزیں ہیں۔ ٹوپی پر شیشے
کا کام ہوتا ہے اور "اجرک" پھولدار چادر ہوتی ہے۔
پشتونوں میں پہاڑی علاقوں میں مخصوص گرم ٹوپیاں پہنی جاتی ہیں
سردیوں میں پگڑی باندھی جاتی ہے۔ اور گرم چادریں اور کمبل لوگ
اوڑھتے ہیں۔

شادی بیاہ کے رسومات

سندھی پشتون اور مہاجر مسلمان ہیں ۔ لہذا تینوں کے ہاں شادی ایک مذہبی فریضہ سمجھا جاتا ہے ۔ یعنی "نکاح" شادی کا بنیادی جزو ہے ۔ باقی سب رسومات کہلائے جاتے ہیں ۔

منگنی تینوں قوموں میں کی جاتی ہے ۔ سندھی میں یہ "مگڑو" کہلاتی ہے ۔ پشتو اسے "کوژدن" کہتے ہیں اور اردو میں منگنی ۔

شادی منگنی کے کچھ عرصے بعد کی جاتی ہے ۔ سندھی میں دولہا کو "گنوار" اور دلہن کو "گھوٹ" کہتے ہیں ۔ پشتو میں دلہن کو "ناوی" اور دولہا کو "خلمے (زلمے)" کہتے ہیں ۔

سندھی میں رخصتی کو "وہانو" پشتو میں "ڈولئی" یا "ورا" اور اردو میں بارات کہتے ہیں ۔ ڈولا

سندھ میں عموماً "وہانو" رات کو ہوتی ہے ۔ پشتونوں میں اس کا وقت مختلف ہے کبھی صبح سویرے، کہیں بعد از عصر، کہیں شام کو ۔ عام رواج دن کا ہے یعنی بعد از عصر ۔

پشتونوں، سندھیوں اور مہاجرینوں میں شادی پر خوب خرچ کیا جاتا ہے ۔ "ولیمہ" شریعت کی چیز ہے جو لڑکے والوں کی طرف سے رخصتی کے بعد دیا جاتا ہے ۔ تینوں کے شادی بیاہ کے رسومات میں بہت زیادہ یگانگت ہے ۔ دلہن اور دولہا کے گھروں میں ایک دو دن پہلے سے لوگ جمع ہونے لگتے ہیں شادی کی رات لڑکیاں گیت گاتی ہیں اور ڈھول کی تاپ پر ناچتی ہیں ۔ اور پھر دوسرے دن شادی ہو جاتی ہے ۔

معاشرتی زندگی

سندھی اور پشتونوں کی معاشرتی زندگی میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔ اسی طرح اُردو خوان حضرات جو دیہات میں رہتے ہیں۔ یا شمالی ہند کے ریاستوں میں رہتے تھے۔ اِن کے طرز رہائش اور روزمرہ کے معمولات پشتونوں اور سندھیوں سے ملتے جلتے تھے۔

سندھی اور پشتون جن علاقوں میں رہتے ہیں۔ وہ بنیادی طور پر زرعی علاقے ہیں۔ کاشتکاری صدیوں سے اِن کا واحد ذریعہ معاش رہا ہے۔ اس لئے اُن کی زندگی زراعت کے گرد گھومتی ہے۔

پشتون معاشرہ چند بنیادی عناصر سے ملکر بنتا ہے۔

(۱) پشتو (مخصوص طرز زندگی۔ غیرت، عزت) (۲) حُجرہ (۳) جرگہ
(۴) ننواتے (جرگہ) (۵) بدل (۶) تیبرہ (ننگیہ) (۷) روغہ (صلح)
(۸) پنا (دشمن کو پناہ) (۹) مہمان نوازی

تقریباً تمام پشتون قبائل کی زندگی اِن اجزاء سے مرکب ہے۔ اسلام اِن سب کا لازمی جزو ہے پہلے کہا جاچکا ہے۔ کہ پشتون اور اسلام لازم و ملزوم ہیں زراعت کی وجہ سے زمین کو بڑی وقعت حاصل ہے۔ ایک انچ زمین پر بھی کوئی دوسرا ناجائز قبضہ کرے تو سالوں تک اس سلسلے میں جھگڑے چلتے ہیں۔ پھر قتل در قتل اور بدل در بدل کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ خاندان کے خاندان مٹ جاتے ہیں۔

عورت کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پشتونوں کے لیے عورت غیرت کی علامت ہے وہ اُن کی عزت کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔

پشتو نخواہ کی اکثر آبادی دیہاتوں کی ہے۔ اپنی زمینوں اور چرا گاہوں کے قریب مکان بنائے جاتے ہیں۔ یا پھر پہاڑی کے اوپر ایسی جگہ جہاں دشمن آسانی سے نہ پہنچ سکے۔ گاؤں کو "کلے" اور خاندان کو "ٹبر" یا "کہول" کہتے ہیں۔

جاگیردار "خان" کہلاتا ہے۔ اور نمبردار "ملک"، نمبرداری کا نظام مغلوں کے زمانے سے رائج ہے۔ ممکن ہے یہ اس سے بھی قدیم ہو۔

سندھ کی آبادی زیادہ تر دیہات پر مشتمل ہے۔ جسے گوٹ "گوٹھ" کہتے ہیں لفظ گوٹھ پشتو میں "گوٹ" کی شکل میں موجود ہے جس کا معنی ہے گوشہ۔ "ہاری" کسان کہلاتا ہے[1]۔ زراعت کو سندھ میں بھی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی دریائے سندھ کے کنارے ہے۔ دوسرے علاقے جہاں پانی ملتا ہے وہاں زیادہ لوگ آباد ہیں۔

قتل کا بدلہ سندھ میں بھی ضرور لیا جاتا ہے۔ عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جاگیردار وڈیرہ کہلاتا ہے۔ تحصیل کو تعلقہ کہتے ہیں۔ اور عدالتوں کا نظام وہی ہے۔ جو ملک کے دوسرے حصوں میں موجود ہے۔

شمالی ہند کے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کا مخصوص انداز مسلم تہذیب کی عکاسی کرتا ہے بہت سی چیزیں وہ وراثت میں وسط ایشیاء، ترکستان، ایران اور افغانستان سے لائے تھے۔ یہاں سے بہت سی چیزیں مقامی انہوں نے اپنائیں اسطرح نئی مسلم تہذیب نے جنم لیا۔

شمالی جنوبی ہند کی تہذیب پر بات کرتے وقت وہ ریاستیں سامنے آتی ہیں جہاں کے والی، نواب یا جاگیردار مسلمان تھے۔ ان ریاستوں میں دکن،

---

(۱) "ہاری"، حارث سے بنایا گیا ہے۔

بھوپال، رام پور، ٹونک، جاورہ، مراد آباد، بریلی، شاہ جہان پور، فرخ آباد
اودھ وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ اِن علاقوں میں مخصوص طرز زندگی نے جنم لیا
جسے مہاجر حضرات اپنے ساتھ لیکر یہاں آئے۔ اور اب یہاں سندھی، پشتون
اور مہاجر تہذیب ایک نئی مخلوط تہذیب کو جنم دے رہے ہیں۔ اور اسطرح
یہ سلسلہ دُنیا میں جاری رہے گا۔

قبائلی نظام

سندھی اور پشتونوں میں قبائلی نظام صدیوں سے رائج ہے۔ دونوں زبانوں میں اِن کو "قوم" کہتے ہیں ۔ دراصل یہ تقسیم معاشرتی زندگی کی ہے۔ ہر قبیلہ مخصوص نسل اور حالات کی وجہ سے خاص رسم ورواج کی بنا پر مختلف ہوتا۔ پشتون قوم معاشرتی طور پر ایک ہے اور ہر قبیلہ یکساں طرزِ زندگی رکھتا ہے۔ پھر بھی جزوی اختلاف موجود ہے۔

پشتونوں کے بڑے قبیلے درج ذیل ہیں۔

(۱) آفریدی (۲) یوسفزئی (۳) خٹک (۴) مومند (۵) وزیر (۶) مسعود (۷) دوڑ (۸) بیٹنی (۹) اتمانخیل (۱۰) غلجئی (۱۱) ملاخیل (۱۲) منڈیٹ (۱۳) امازئی (۱۴) سالارمنصور (۱۵) اتمان خیل (۱۶) کوہستانی (۱۷) ترکانی (۱۸) بنگش (۱۹) کاکڑ (۲۰) شنواری (۲۱) توری (۲۲) اچکزی (۲۳) اُرمڑ۔

اِن میں سے ہر قبیلہ چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہے۔ یہ شاخیں ہزاروں کی تعداد سے تجاوز کر جاتی ہیں۔

سندھ میں قبائلی تقسیم دوطرح کی ہے۔ ایک تو وہ قبیلے ہیں جو اصل سندھی کہلاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں (مثالیں)

اَبڑو ، ابڑو داوتج ، اچڑو ، اگاٹ ، اگیم ، احمدانی ، اکڑو ، اسرو ، آریسر ، بادل ، بادیپوتو ، بغدو ، بھاٹ ، بھٹ ، باقر ، بجیار ، باکرو ، بنیو ، بندیچو ، بابٹ ، باگو ، بجیڑ ، بیرند ، دل ، ہالیپوتو

جکھڑو، چاموٹ، جوئیجو، کاکو، کلھوڑو، کوریجو، مچھر، ماچی
مہارو، منگریو، میمڻ، میراخور، ہالو، ناریجو، سکرانی، شورو
سومرو، شیدو، اڈیجو، واہرو، وسیو ۔۔۔۔۔۔ (کل ۲۷۸)
ان ۲۷۸ "قوموں" کے نام رچرڈ برٹن نے دیئے ہیں [۱] - صرف چند مشہور
قبیلوں کے نام یہاں درج کئے جا سکے ہیں -

ان خالص سندھی قبیلوں کے علاوہ بہت سے بلوچ قبیلے سندھ میں مستقل
طور سے آباد ہیں۔ اب وہ ہر لحاظ سے سندھی ہیں۔ مگر "بلوچ" انفرادیت ابھی
تک برقرار ہے۔ رچرڈ برٹن نے (۷۹) قبیلوں کے نام دیئے ہیں۔ چند بڑے
قبیلوں کے نام دیئے جاتے ہیں ۔

بدرانی، چانڈیا، گبول، جکرانی، جمالی، جتوئی، کوسا، لغاری،
بجوانی، لاشاری، منگسی، ملک، ماڑکانی، مری، مزاری،
نظامانی، عمرانی، رند، سلمانی، شہوانی، تالپر ۔۔۔ (۷۹)

شمالی ہند کے مسلمانوں میں قبیلوی نظام کا وہ پرانا انداز نہیں رہا۔
پھر مذہبی اثر کے تحت، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، زیدی، رضوی
وغیرہ یا علاقائی مناسبت سے دہلوی، لکھنوی، بریلوی، رامپوری،
بھوپالی، مرادآبادی وغیرہ لکھنے کا رواج ہوا۔ تاہم پٹھان، مغل، راجپوت
وغیرہ کی پہچان مہاجر حضرات میں موجود ہے۔

---

(۱) سندھ "سندھ و ماتڑی" پر وسندڙ قوموں (رچرڈ برٹن / حنیف صدیقی)
ص ص ۲۸۴، ۲۸۵ حیدرآباد
۱۹۷۱ء

جدید روابط

سندھی، پشتو، اردو کے جدید روابط

سندھی پشتو اور اردو تینوں کا رشتہ بہت قدیم ہے۔ تینوں ایک ہی ماں سے پیدا ہوئیں۔ اور مختلف علاقوں میں آ کر ان کے خدوخال میں فرق آتا گیا۔ بعد میں تینوں زبانوں پر ایک ہی قسم کے اثرات پڑے جن سے یہ برابر متاثر ہوتی رہیں۔
زمانۂ قدیم سے سندھی، پشتون اور اردو خوان لوگوں کا قریبی تعلق رہا جن کے بارے میں ہم "قدیم روابط" کے باب میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ اس باب میں آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء سے آج تک (۱۹۷۶) تک کے روابط کا جائزہ لیں گے۔
آزادی کے بعد کراچی کو دارالحکومت کا درجہ ملا۔ جو سندھ کی بندرگاہ اور اہم تجارتی مرکز تھا۔ یہ پورے ملک کے لوگوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا۔ اور اس چھوٹے سے شہر نے دیکھتے دیکھتے عظیم میٹرو پولیس (METROPOLIS) شہر کی صورت اختیار کی۔
ہندوستان سے اردو بولنے والے جو مسلمان ہجرت کر کے آئے۔ اُن میں سب سے زیادہ کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں آباد ہوئے۔ اس طرح کراچی کی صورت میں ایسا بین الاقوامی شہر وجود میں آیا۔ جس میں سندھی، پشتو اور اردو بولنے والے بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ پشتون ملازمت اور روزگار کے لیے سندھ آئے ہیں۔ سندھیوں کا تو مرز بوم ہی سندھ ہے۔ جبکہ مہاجر بھائی مستقل نئے سندھی بن کر آئے ہیں۔ تینوں زبانوں کا یہ ملاپ اس تکون کے مانند ہے۔ جس کے تین کونے باہم مربوط ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں۔ پشتو البتہ سندھ میں ادبی حیثیت اختیار نہ کر سکی مگر بول چال کے اعتبار سے یہ سندھی اور اردو سے کم نہیں۔ اس طرح سندھی پشتو اور اردو سے، پشتو اردو اور سندھی سے اور اردو پشتو اور سندھی سے

کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں تینوں زبانوں کے قریبی تعلق کے علاوہ
تینوں زبانیں مختلف رابطوں سے ایک دوسری سے متاثر ہو رہی ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی
وژن پر سندھی زبان کی خبریں اور پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ جن کو اردو اور
پشتو بولنے والے برابر سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اور ان کا اثر غیر شعوری طور پر اپنا
رہے ہیں۔ اسی طرح اردو کے پروگراموں کا اثر پشتو اور سندھی پر پڑتا جا رہا ہے۔
اور پشتو کے ریڈیو پروگراموں کا اثر سندھی اور اردو پر پڑتا جا رہا ہے۔

آج مہاجروں اور پشتونوں کو سندھ میں اجنبی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ وہ سندھ
کے باشندے ہو کر رہ گئے ہیں۔ قدیم آباد کاروں سے قطع نظر تقسیم کے بعد بے شمار
پشتونوں نے سندھ کی زمینوں کو آباد کیا۔ اور اب اپنے اہل و عیال سمیت مستقل طور پر
یہاں آباد ہیں۔ جو نہ صرف روانی سے سندھی بول سکتے ہیں۔ بلکہ ان کو دیکھ کر یہ گمان
بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ سندھ کے قدیم باشندے نہیں ہیں۔

تقسیم کے بعد پورے ملک میں اردو ذریعہ تعلیم بنی اس طرح سندھی اور پشتون
طالب علم اردو کے ذریعے مختلف علوم حاصل کرنے لگے۔ اردو انٹرمیڈیٹ تک
لازمی اور ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی تک اختیاری مضمون کی حیثیت سے رائج
ہے۔ اس کا اثر پشتو اور سندھی پر پڑنا لازمی ہے۔

اخبارات رسائل اور ڈائجسٹ اردو میں نکلنے لگے۔ کراچی بہت بڑے اشاعتی
مرکز کی حیثیت سے ابھرا۔ ریڈیو، ٹیلی وژن اور فلم میں اردو زبان نمایاں
حیثیت سے سامنے آئی۔ انجمن ترقی اردو کا دفتر کراچی میں منتقل ہوا۔ مرکزی
اردو بورڈ کی شاخیں کراچی اور حیدرآباد میں کھل گئیں۔ اس طرح اردو زبان
کا سندھی کے ساتھ بہت ہی قریبی تعلق پیدا ہوا۔ اس قرب اور نزدیکی تعلق کا

اثر یہ ہوا کہ سندھی ادب اُردو ادب سے براہِ راست متاثر ہوا۔ خصوصاً شاعری میں الفاظ محاورات، ضرب الامثال اور تشبیہات و استعارات کے معاملے میں اُردو کا اثر بڑا واضح ہے۔ اکثر شعرا سندھی اور اُردو دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ چند سندھی ادیبوں کے نام یہ ہیں۔ جو سندھی کے ساتھ اُردو میں بھی لکھتے ہیں۔

"پیر حسام الدین راشدی، شیخ ایاز، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر محمد ابراہیم خلیل، رشید احمد لاشاری، لطف اللہ بدوی، شیخ عبدالرزاق نزار، احسان بدوی، عبداللہ خواب، سرور علی سرور، سرشار عقیلی، غلام محمد گرامی، مظفر حسین جوش اور تنویر عباسی" ---- (۱)

سندھی اور اُردو کے ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک کو دوسری کے قریب لانے میں تراجم کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اِن میں کچھ تو وہ ترجمے ہیں جو وقتاً فوقتاً رسائل اخبارات کے ادبی ایڈیشن یا کالج اور یونیورسٹی کے مجلوں میں ہوتے ہیں۔ اور باقی وہ باقاعدہ ترجمے ہیں جو سندھی سے اُردو یا اُردو سے سندھی میں کئے گئے ہیں ان میں شیخ ایاز کا شیخ عبداللطیف بھٹائی کے (شاہ جو رسالو) کا اردو منظوم ترجمہ قابلِ ذکر ہے۔

شیخ ایاز کے دو طبع زاد اُردو شعری مجموعے "بوئے گل" اور "نالۂ دل" بھی شائع ہو چکے ہیں۔

اِن تراجم سے سندھی اور اُردو ادب کے علاوہ زبانیں بھی ایک دوسرے کی

---

(۱) اُردو سندھی کے لسانی روابط (اصلاح) ص ۹۵ لاہور مئی ۱۹۷۰ء

لغات کا اثر قبول کر رہی ہیں۔

آزادی کے بعد علاقائی زبانوں کی اہمیت کو محسوس کیا گیا۔ اور ملک میں ایسے ادارے قائم کئے گئے جو متعلقہ زبانوں کے ادب کے ساتھ دوسری زبانوں کے ادب کو بھی ترجموں کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب لا رہے ہیں۔ اس طرح سندھی، پشتو اور اردو کا تعلق روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ مختلف ادبی اداروں اور ان کی تصنیفات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) سندھی ادبی بورڈ

سندھی ادبی بورڈ ملک کا مشہور ادارہ ہے۔ جس نے سندھی ادب کے لیے خصوصاً بہت زیادہ کام کیا ہے۔

اگست سنہ ۱۹۴۰ء میں جناب جی۔ ایم سید سندھ حکومت کے وزیر تعلیم تھے جنہوں نے "سندھی ادب (ساہت) لاءِ مرکزي صلاحڪار بورڊ" (سندھی ادب کے لیے مرکزی مشاورتی بورڈ) قائم کیا۔

دسمبر ۱۹۵۱ء میں اسی صلاحکار بورڈ کو سندھی ادبی بورڈ کا نام دیا گیا۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک یہ بورڈ خدمات انجام دے رہا ہے۔

سندھی ادبی بورڈ نے جو کام سندھی زبان کے لیے کیا ہے۔ وہ کسی بھی دوسرے ادبی ادارے نے کسی بھی زبان کے لئے نہیں کیا۔ سندھ کی تاریخ، لوک ادب، ثقافت اور تہذیب پر اس ادارے نے بے مثال کام کیا ہے۔ دوسری زبانوں سے ترجمے کئے ہیں۔ سندھی کے علاوہ اردو، فارسی اور انگریزی زبان میں بھی کتابیں شائع کی ہیں۔ اس طرح بورڈ نے اپنا دائرہ کار سندھی زبان تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ بین الاقوامی زبانوں کی سطح پر کام کیا ہے۔

تاریخ اور ثقافت کے علاوہ ایسی کتابیں جن کا تعلق سندھی زبان سے یا دوسری اسلامی زبانوں سے یہ ہیں۔

(۱) سندھی بوليءَ جي تاريخ :- بھیرومل مہرچند اڈوانی کی کتاب ہے۔ جس میں لسانی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ اس کتاب کو سندھی ادبی بورڈ نے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں سندھی کا تعلق دوسری زبانوں کے ساتھ بھی دکھایا گیا ہے۔

(۲) سنڌي ويا ڪرڻ :- مرزا قلیچ بیگ کی کتاب ہے۔ جسے چار حصوں میں سندھی ادبی بورڈ نے ۱۹۶۰ء میں حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔

(۳) آفتاب ادب :- حکیم فتح محمد سیوہانی کی کتاب ہے۔ جس میں زبان سے متعلق مواد ہے۔ اور صنائع و بدائع کا بیان ہے۔ اسے سندھی ادبی بورڈ نے پہلی بار ۱۹۵۶ء اور دوسری بار ۱۹۶۹ء میں حیدرآباد سندھ سے شائع کیا ہے۔

(۴) جامع سنڌي لغات :- اسے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے مرتب کیا ہے۔ جس کا پہلا حصہ بورڈ کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

(۵) تاریخ معصومی (سندھی) :- میر معصوم کی کتاب ہے۔ جس کا سندھی ترجمہ بورڈ نے ۱۹۵۳ میں شائع کیا ہے۔

تاریخ معصومی کا اردو ترجمہ اختر رضوی نے کیا ہے۔ جسے بورڈ نے شائع کیا ہے۔

(۶) چچ نامو :- سندھی ترجمہ مخدوم امیر احمد نے ۱۹۵۴ء میں کیا ہے۔ اور بورڈ اسے شائع کر چکی ہے۔

چچ نامو کا اردو ترجمہ اختر رضوی نے کیا ہے۔ بورڈ اسے بھی شائع کر چکا ہے۔

(viii) سنڌ ۽ سنڌو ماٿريءَ ۾ وسندڙ قومون۔ رچرڈ برٹن نے انگریزی میں ایک کتاب "Sind & the races that inhabit in the Valley of Indus" لکھی۔ اس کا ترجمہ سندھی میں ۱۹۷۱ میں سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے۔

(ix) "تاریخ تازہ نوائے معارک"۔ مصنف ملا محمد شکار پوری کی تصنیف ہے جس میں احمد شاہ ابدالی اور اس کے بیٹوں کے دور کے حالات ہیں۔ یہ ۱۸۵۷ء / ۱۲۷۱ھ میں فارسی میں لکھی گئی اور اس کو عبدالحئی حبیبی کے حواشی اور تعلیقات کے ساتھ بورڈ نے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا ہے۔

سندھی ادبی بورڈ کا سہ ماہی رسالہ "مهراڻ" پہلے دور میں ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۵ تک اور پھر ۱۹۵۵ سے آج (۱۹۷۶) تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں سندھی زبان و ادب سے متعلق مضامین ہوتے ہیں۔ اور دوسری زبانوں سے ترجمے بھی شامل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سندھی دوسری زبانوں کے ادب سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

(۲) سندھی ادبی بورڈ کے علاوہ سندھی زبان و ادب سے متعلق جو مواد شائع ہوا وہ یوں ہے۔

(i) سندھی ادب۔ سرکاری ادارہ مطبوعات کراچی نے پمفلٹ شائع کیا ہے جس کو پیر حسام الدین راشدی نے لکھا۔ اس میں سندھی زبان و ادب کا مختصر تعارف کیا گیا ہے۔

(ii) "سندھی اردو لغت" اور "اردو سندھی لغت" ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان کا مرتب کردہ لغات ہیں۔ جسے سندھ یونیورسٹی نے مرکزی

وزارت تعلیم کے تعاون سے ۱۹۵۹ اور ۱۹۶۰ میں شائع کیا ہے۔
(iii) تحقیق لغات سندھی ۔ عبدالکریم سندیلو کی کتاب ہے۔ جس میں سندھی لغات کی اصلیت پر تحقیق کی گئی ہے۔
(iv) سنڌي صوتيات = جناب جی۔ اے۔ الانا کی کتاب ہے۔ جس میں سندھی صوتیات سے بحث کی گئی ہے۔ اسے ادبیات پبلیکیشنز حیدرآباد نے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا ہے
(v) سنڌي صورتخطي ۔ سندھی رسم الخط پر ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب کی کتاب ہے۔ جو سندی زبان پبلیکیشن حیدرآباد کی جانب سے ۱۹۶۴ و ۱۹۶۵ اور ۱۹۶۹ میں شائع ہوئی ہے۔
(vi) سنڌي ٻوليءَ جو بڻ بنياد ۔ ڈاکٹر الانا کی کتاب ہے۔ جس میں سندھی زبان کی اصل نسل سے بحث کی گئی ہے ۱۹۷۴ میں زیب ادبی مرکز حیدرآباد نے شائع کی
(vii) علم لسان ۽ سنڌي زبان ۔ علی نواز جتوئی کی کتاب ہے جو ۱۹۶۸ میں مصنف کی طرف سے حیدرآباد سے شائع ہوئی۔
(viii) سنڌي ٻوليءَ جي مختصر تاريخ ۔ ڈاکٹر نبی بخش خان کی کتاب ہے۔ جو مصنف کی طرف سے ۱۹۶۲ میں شائع ہوئی۔
(ix) سنڌي ٻولي ۔ سراج کی کتاب ہے۔ جو ۱۹۶۴ میں عظیم پبلشنگ کی طرف سے شائع ہوئی۔
(x) سنڌي آوازن جا تبادلا ۔ محمد سومار شیخ کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں جو بدین سے شائع ہوئی۔
(xi) سنڌي ادب جي مختصر تاريخ ۔ جناب عبدالجبار جونیجو کی تصنیف ہے۔ جو سرہ کتاب، حیدرآباد کی طرف سے جولائی ۱۹۷۳ میں شائع ہوئی

(xiii) ادبی رابطے لسانی رشتے = اختر انصاری اکبر آبادی نے سندھی اور اُردو کو قریب لانے کے لیے مختلف ادیبوں کی تحریروں کو اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۷۲ء کے لسانی غلط فہمیوں اور کھچاؤ کو ختم کرنے کے لیے اپنی قسم کی عمدہ کوشش ہے۔ لکھنے والوں میں سرکردہ سندھی ادیب شامل ہیں۔ اسے مجلس ترقی ادب حیدر آباد نے شائع کیا۔

اِن نمائندہ کتابوں کے علاوہ مختلف ادبی رسالوں میں سندھی افسانوں کے ترجمے شائع ہوتے ہیں۔ جن سے سندھی الفاظ اور خیالات اُردو کے قارئین تک پہنچے ہیں۔

(۳) پشتو اکیڈمی : سنہ ۱۹۵۵ء میں پشاور میں ایک ادارہ پشتو اکیڈمی کے نام سے قائم کیا گیا۔ جس کا مقصد پشتو زبان و ادب کی ترویج اور ترقی کے لیے کام کرنا تھا۔ تاہم یہ ادارہ پشتو زبان و ادب تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ اس نے ایسا مواد شائع کیا ہے جس سے پشتو اور اُردو و علاقائی زبانوں میں رابطہ پیدا ہو۔ دوسری ادبی تصنیفات کے علاوہ درج ذیل کتابیں پشتو کو دوسری زبانوں خصوصاً اُردو اور سندھی کے ساتھ مربوط کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔

(i) منتخبات خوشحال خان خٹک بمعہ اُردو ترجمہ = جناب ڈاکٹر انوار الحق نے خوشحال خان کے چیدہ چیدہ کلام کا اُردو نثر میں ترجمہ کیا ہے۔

(ii) دیوان رحمٰن بابا معہ منظوم اُردو ترجمہ = پشتو کے مشہور شاعر امیر حمزہ شنواری نے رحمٰن بابا کے مکمل دیوان کا اُردو منظوم ترجمہ کیا ہے۔

(iii) سیرۃ النبی (شبلی) کے جلد اوّل کا ترجمہ مولوی محمد اسرائیل نے کیا ہے۔

(iv) پٹھان = سراولف کیرو کی The Pathans کا اُردو ترجمہ محبوب علی نے

نے کیا ہے ۔ جو ۱۹۶۷ء میں اکیڈمی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

(کالا) بنیادی پشتو = پشتو زبان کے بنیادی پشتو الفاظ کو "بنیادی پشتو" کے نام سے مرتب کیا ہے۔

(lvl) رو ھی متلونہ مع اُردو ترجمہ = پشتو ضرب الامثال کو محمد نواز طائر نے بڑی محنت سے شائع کیا ہے اور اُردو اکیڈمی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

(lvll) اُردو میں پشتو حصّہ = امتیاز علی عرشی رام پور کے افغان ہیں۔ اُس نے بڑی محنت سے اُردو زبان میں پشتو الفاظ، مرکبات، محاورات اور ضرب الامثال کو جمع کیا ہے۔ اسے پشتو اکیڈمی نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے۔

(lvlll) مسدس مدو جزر اسلام کا پشتو منظوم ترجمہ ا۔ جناب غلام محمد پوپلزئی نے حالی کے سدس کا منظوم ترجمہ ۱۸۹۵ء میں کیا۔ یہ پہلی بار دہلی کے مطبع خادم الاسلام میں چھپا۔ بعد میں پشتو اکیڈمی نے اسے شائع کیا۔

پشتو اکیڈمی نے سہ ماہی رسالہ "پښتو" کے نام سے شروع کیا تھا جواب باقاعدگی سے ماہوار چھپ رہا ہے۔ اس میں پشتو زبان میں مضامین ہوتے ہیں مگر اس میں ایسا مواد بھی ہوتا ہے۔ جو دوسری زبانوں کو پشتو کے قریب کرتی ہے۔

(lم) پشتو اکیڈمی کے علاوہ پشتو زبان و ادب سے متعلق وہ مواد جو پشتو زبان کو دوسری زبانوں کے قریب کرتی ہے۔ درج ذیل ہیں۔

(ا) سنگ میل سرحد نمبر = سنگ میل پشاور سے نکلنے والا معیاری رسالہ تھا۔ جو فارغ بخاری اور رضا ہمدانی کی ادارت میں ماہوار شائع ہوتا تھا۔ اس کا "سرحد نمبر" اس علاقے کے ادب پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں پشتو نظموں، افسانوں اور ڈراموں کے اُردو ترجموں کے علاوہ

سرحد کی موسیقی اور لوک گیت پر مضامین شامل تھے۔ اسی سرحد نمبر میں پشتو کے نامور شاعر محمد اجمل خٹک کا ۱۰۷ (ایک سو سات) صفحات پر مشتمل ایک مضمون "پشتو ادب" شامل تھا جس میں ابتدا سے ۱۹۵۰ء تک پشتو ادب کی مختصر مگر جامع تاریخ ہے۔ اپنی نوعیت کا یہ اولین مضمون ہے۔ سنگ میل سرحد نمبر بعد میں "اٹک کے اس پار" کے نام سے شائع ہوئی

(ii) پشتو لوک گیت:- فارغ بخاری کی بیش بہا تصنیف ہے جس میں پشتو لوک گیتوں کے نمونے بھی ہیں۔ اور ان کی فنی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔ اسے پہلی بار ۱۹۵۱ء اور دوسری بار ۱۹۶۱ء میں نیا مکتبہ پشاور سے شائع کیا ہے۔

(iii) ادبیات سرحد (حصہ دوئم) رضا ہمدانی نے قدیم پشتو ادب کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں کیا ہے۔ اسے اردو میں پشتو ادب کے قدیم دور کی تاریخ کہا جا سکتا ہے۔ نیا مکتبہ پشاور نے اسے ۱۹۵۳ میں شائع کیا ہے۔

(iv) ادبیات سرحد (حصہ سوئم) = فارغ بخاری کی تصنیف ہے۔ اس میں سرحد سے تعلق رکھنے والے اردو کے شعراء کا تذکرہ ہے۔

(v) سرحد کے رومان = یہ کتاب ۱۹۵۶ء میں "پٹھانوں کے رومان" کے نام سے اور ۱۹۶۵ میں سرحد کے رومان کے نام سے شائع ہوئی۔ اس میں پشتونوں کی لوک کہانیاں ہیں۔

(vi) پٹھانوں کے رومان۔ پشتونوں کے مشہور رومانوں کو افسانوی چاشنی کے ساتھ فارغ بخاری اور رضا ہمدانی نے بیان کیا ہے۔

(vii) پشتو افسانے:- رضا ہمدانی نے پشتو کے تیرہ چیدہ چیدہ افسانوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ پشتو سے اردو میں ترجمے کی پہلی باقاعدہ کوشش ہے۔ افسانے

ایسے منتخب کئے گئے ہیں۔ جو پشتون ماحول اور ثقافت کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں۔

(viii) خوشحال خان کے افکار ۔ افغان شاعر خوشحال خان خٹک کے منتخب کلام کا اُردو میں منظوم ترجمہ فارغ رضا کی مشترکہ کاوش ہے۔ جو ۱۹۵۱ میں شائع ہوا۔

(ix) رحمٰن بابا کے افکار ۔ صوفی شاعر رحمٰن بابا کے منتخب کلام کا نثر بھی منظوم اُردو ترجمہ فارغ اور رضا نے کیا ہے۔

(x) باچاخان ۔ پشتون رہنما فخر افغان خان عبدالغفار خان کی سوانح حیات ہے۔ جس میں تحریک آزادی کی مکمل داستان ہے۔ اسے فارغ بخاری نے لکھا ہے اور نیا مکتبہ سے ۱۹۵۸ میں شائع کیا ہے۔

(xi) خوشحال و اقبال ۔ میر عبدالصمد نے علامہ اقبال اور خوشحال خان کے کلام کا موازنہ کیا ہے۔ اور دونوں کے خیالات میں ہم آہنگی دکھائی ہے۔

(xii) شاعر انسانیت ۔ رحمٰن بابا کے کلام اور اسکی خصوصیات پر یہ کتاب میر عبدالصمد نے لکھی۔

(xiii) خوشحال خان خٹک ۔ دوست محمد خان کامل کی قابل قدر اور محققانہ تصنیف ہے۔ جس میں خوشحال خان کی زندگی اور اُس کے فن پر تبصرہ ہے منتخب اشعار کا اُردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ اسے ادارہ اشاعت سرحد نے ۱۹۵۱ میں شائع کیا۔

(xiv) پشتو زبان و ادب پر ایک نظر ۔ فقیر حسین ساغر نے مختصر طور پر پشتو ادب کا جائزہ لیا ہے۔ اور ۱۹۶۵ میں خود اسے شائع کیا ہے۔

(xv) لُغات کو اگر تراجم میں شامل کیا جائے۔ تو خیر اللغات پہلی پشتو اردو لغت ہے۔ جو ۱۹۰۶ میں شائع ہوئی۔ یہ قاضی خیر اللہ نے نوشہرہ سے شائع کی۔

(XVI) لغات افغانی :- راحت اللہ راحت زاخیلی نے اس کو ۱۹۲۵ میں شائع کیا۔ پشتو الفاظ کے اُردو معنے دیئے گئے ہیں۔

(XVII) ظفر اللغات :- بہادر شاہ ظفر کا کاخیل کے اس مرتب کردہ لغات میں پشتو کے ساتھ ساتھ اُردو معنے بھی درج ہیں۔

(XVIII) پشتو گرامر :- اُردو زبان میں لکھی گئی حافظ ادریس اور قاضی عبدالحلیم اثر نے سکول کے طالب علموں کیلئے لکھی۔

(XIX) یوسف زئی افغان :- افغان قوم کے یوسف زئی قبیلے کی تاریخ سے متعلق یہ کتاب اللہ بخش یوسفی نے لکھی ہے۔ اسے محمد علی ایجوکیشنل سوسائٹی نے کراچی سے شائع کیا ہے۔

یہ تمام کتابیں پشتو زبان و ادب اور پشتون ثقافت کو اُردو خوان اور سندھی حضرات سے متعارف کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

(۵) مرکزی اُردو بورڈ

یہ حکومت کا قائم کردہ بورڈ ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کا اصل مقصد تو اُردو زبان کی ترویج و ترقی ہے۔ مگر اس نے علاقائی زبانوں کے ادب کو اُردو میں منتقل کر کے اسے اُردو دان اور سندھی حضرات تک پہنچانے کے لیے مفید کام کیا ہے۔

اب تک مرکزی اُردو بورڈ نے سندھی پشتو اور اُردو کو مربوط کرنے کے سلسلے میں جو تصانیف شائع کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) پشتو زبان و ادب کی تاریخ :- پشتو زبان و ادب سے متعلق یہ کتاب محمد شاہ مدنی عباسی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ ۱۹۶۹ء میں مرکزی اُردو بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی۔

(۶) انجمن ترقیٔ اُردو

تقسیم کے بعد مولوی عبدالحق جب کراچی آئے تو اپنے ساتھ انجمن ترقی اُردو بھی لائے اس نے بنیادی طور پر اُردو کے لئے بہت مفید کام کیا۔ تاہم علاقائی زبانیں بھی اس کی توجہ کا مرکز رہیں۔

پشتو شاعری، فارغ بخاری اور رضا ہمدانی کی مشترکہ تصنیف ہے۔ جس میں پشتو کے کلاسیکی شعراء کے حالات زندگی اور ان کے کلام کا منظوم ترجمہ ہے۔ اس پر مصنفین کو انعام بھی مل چکا ہے۔ اسے انجمن ترقی اُردو نے کراچی سے ۱۹۶۷ میں شائع کیا۔

ان نمائندہ اداروں اور ان کی تصنیفات کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی نے "مسلمانوں کا ادب" کے سلسلے کی تیرھویں جلد میں "علاقائی ادب" کو موضوع بنایا ہے۔ اور پشتو اور سندھی ادب کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہ واقعی بہت مفید کام ہے۔ اسے پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۷۰ء میں لاہور سے شائع کیا ہے۔

سندھی، پشتو اور اُردو کے لسانی روابط کے سلسلے میں یہ سب کتابیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اب لوگوں نے ان کتابوں سے استفادہ حاصل کرنا شروع کیا ہے۔ اُمید ہے۔ کہ تینوں زبانیں رفتہ رفتہ ہم آہنگی کی طرف بڑھیں گی۔

ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور فلم

جدید دور میں ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور فلم اہم ذرائع ابلاغ ہیں۔ یہ قوموں کے درمیان ارتباط پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔ سندھی پشتو اور اُردو کو قریب لانے میں ان کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔

کراچی ریڈیو اور حیدرآباد ریڈیو سندھی اور اُردو کے ربط کا اہم ذریعہ ہے جبکہ

پشاور ریڈیو اردو اور پشتو کو باہم ہم آہنگ کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس طرح تینوں زبانیں فضائی لہروں میں منتقل ہو کر ایک دوسری پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ ریڈیو سے وقتاً فوقتاً تقریروں کی صورت میں علاقائی ادب پر تشریحات ہوتی ہیں۔ پشاور سے مضامین کے اس سلسلے میں پشتو ادب پر ضیاء جعفری کی تقاریر قابل ذکر ہیں۔ جو کتابی صورت میں مرکزی محکمہ اطلاعات کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔

کراچی اور حیدر آباد سے سندھی اردو بول چال اور آل انڈیا ریڈیو (پشتو سروس) سے اردو پشتو بول چال کے پروگرام باقاعدگی کے ساتھ نشر ہو رہے ہیں جن سے تینوں زبانیں بولنے والے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ٹیلی ویژن: اب ملک میں ٹیلی ویژن عام ہیں۔ لسانی رابطے میں اس کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کراچی سے سندھی کے پروگرام اور پشاور اور کوئٹہ کے پشتو پروگرام ناظرین کو ایک دوسرے کے زبان و ادب کو سمجھنے میں مدد دے رہے ہیں۔

کراچی سے "لوک تماشا" یا اس نوع کے دوسرے پروگراموں میں چاروں علاقائی زبانوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اب سندھی اور پشتو دھنیں مقبول عام ہو چکی ہیں۔ سندھی اور پشتو دھنوں میں اردو گیت گانے کا رواج بھی عام ہے۔

سندھی پشتو اردو تینوں زبانوں میں فلم بننا شروع ہو چکا ہے۔ کراچی تینوں زبانوں کے فلموں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے۔ سندھی حضرات پشتو اور اردو کی فلمیں دیکھتے ہیں۔ جبکہ پشتون، سندھی اور اردو فلمیں شوق سے

دیکھتے ہیں۔ اُردو خوان حضرات بھی پشتو اور سندھی کی فلمیں دیکھ لیتے ہیں۔ اس طرح تینوں زبانیں ایک دوسری پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

اس سرسری جائزے سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ پشتو، سندھی اور اُردو تینوں زبانیں اپنے اپنے محور کے گرد گھومتی ہوئی تیزی کے ساتھ ایک دوسری کے قریب آرہی ہیں۔ اور ایسا نظر آتا ہے۔ کہ مستقبل قریب میں ایک ایسی مخلوط زبان جنم لے گی۔ جس میں سندھی، پشتو اور اُردو، تینوں زبانوں کے خدوخال نمایاں ہوں گے +

کتابیات

"سندھی"

نمبر	نام کتاب	مصنف	مقام و تاریخ اشاعت
۱	سنڌي ٻوليءَ جي تاريخ	بیرومل مهرچند اڏواڻی	حیدرآباد، ۱۹۵۶ء
۲	سنڌي ٻولي جي مختصر تاريخ	ڈاکٹر بلوچ	" ۱۹۶۲ء
۳	سنڌي ٻولي	سراج الحق میمڻ	" ۱۹۶۴ء
۴	سنڌي ٻوليءَ جو بڻ بنياد	ڈاکٹر غلام علی الانا	" ۱۹۶۴ء
۵	سنڌي صورتخطي	" " "	" ۱۹۶۹ء
۶	سنڌي صوتيات	" " "	" ۱۹۶۷ء
۷	علم اللسان ۽ سنڌي زبان	علی نواز جتوئی	" ۱۹۶۸ء
۸	سنڌي وياڪرڻ I	مرزا قلیچ بیگ	" ۱۹۷۰ء
۹	" " II	"	" ۱۹۷۱ء
۱۰	" " III	"	" ۱۹۷۰ء
۱۱	" " IV	"	" ۱۹۷۱ء
۱۲	آفتاب ادب	حکیم فتح محمد سیوہانی	" ۱۹۶۹ء
۱۳	گل	دیوان کیولرام سلامتراء اڏواڻي	" ۱۹۷۱ء
۱۴	گل شکر	"	" ۱۹۶۸ء
۱۵	سنڌ جي ادبي تاريخ	محمد صدیق میمڻ	" ۱۹۵۴ء
۱۶	سنڌي ادب جي مختصر تاريخ	عبدالجبار جو ٹیجو	" ۱۹۷۳ء
۱۷	چچ نامو	ترجمہ: مخدوم امیر احمد	~~کراچی~~ حیدرآباد ۱۹۵۴ء
۱۸	تاریخ معصومی	ترجمہ: مخدوم امیر احمد	حیدرآباد ۱۹۵۳ء
۱۹	تاریخ ریگستان	رائے چند ہریجن	" ۱۹۵۶ء

نمبر	نام ڪتاب	مصنف	مقام و تاريخ اشاعت
۲۰	قديم سنڌ اُن جا مشهور شهر ۽ ماڻهو	مرزا قليچ بيگ	حيدرآباد ۱۹۶۶ع
۲۱	سنڌ ۽ سنڌو ماٿريءَ ۾ وسندڙ قومون	رچرڊ برٽن	حيدرآباد ۱۹۷۱ع
۲۲	سنڌ جو سفر	لطف الله	حيدرآباد ۱۹۶۵ع
۲۳	يادرفتگان	مخدوم طالب المولیٰ	ہالہ ۱۹۵۳ع
۲۴	رساله مهران خاص ڏهه ساله نمبر (پهريون حصو) ۱۹۵۵ — ۱۹۶۵	سنڌي ادبي بورڊ	حيدرآباد ۱۹۶۵ع
۲۵	سنڌي آوازن جا تبادلا	محمد سومار شيخ	بدين ۱۹۶۹ع

پښتو

نمبر	نام کتاب	مصنف	مقام و تاریخ اشاعت
۱	د پښتو ادبیاتو تاریخ I	عبدالحی حبیبی	کابل ۱۹۴۶ء
۲	د پښتو ادبیاتو تاریخ II	•	کابل ۱۹۴۳ء
۳	د پښتو د ادب تاریخ	صدیق اللہ رښتین	کابل ۱۹۵۴ء
۴	د پښتو ښځوانئ تذکرے	حبیب اللہ رفیع	کابل ۱۹۷۱ء
۵	ژبنۍ څیړنے	نور محمد شاکر	کابل ۱۹۷۱ء
۶	ژبوپېژندنه	کوثر خوریاخیل	پشاور ۱۹۵۱ء
۷	املاء لیکوالے او انشاء	گل پاچا الفت	کابل ۱۹۶۱ء
۸	د پښتو ژبے بنیادی مسئلے	خیال بخاری	پشاور (نامعلوم)
۹	د چارستیر پښتو څیړنے	حبیبی / بېنوا	کابل ۱۹۵۷ء
۱۰	د پښتو قواعد	تقویم الحق / تسنیم الحق	پشاور ۱۹۵۳ء
۱۱	د پښتو قاعدے	راحت زاخیلی	پشاور نامعلوم
۱۲	پښتو ژبے سپوړنه	صدیق اللہ رښتین	کابل ۱۹۶۲ء
۱۳	صرف و نحو پښتو	خیال بخاری	پشاور ۱۹۵۷ء
۱۴	د پښتو مصدرونو لار سپود	صدیق اللہ رښتین	کابل ۱۹۶۵ء
۱۵	روحی متلونه	نواز طاہر (جمع کونکے)	پشاور ۱۹۷۵ء
۱۶	پښتو متلونه	محمد دین ژواک	کابل ۱۹۶۵ء
۱۷	خیر البیان	پیر روښان	پشاور ۱۹۶۷ء
۱۸	مخزن	اخوند درویزه	پشاور ۱۹۶۹
۱۹	روښانیان د مغلو تاریکیان	عبدالاکبر خان اکبر	پشاور ۱۹۶۶ء

نمبر	کتاب	مصنّف	مقام و تاریخ اشاعت
۲۰	دستار نامہ	خوشحال خان خٹک	پشاور ۱۹۵۴ء
۲۱	کلیات خوشحال خٹک	"	پشاور ۱۹۶۰ء
۲۲	د پښتو تاریخ	قاضی عطاء اللہ خان	پشاور ۱۹۶۰ء
۲۳	پښتانۀ د تاریخ په رڼا کښې	بہادر شاہ ظفر کاکاخیل	پشاور ۱۹۶۵ء
۲۴	د افغانستان پخوانے تاریخ	احمد علی کہزاد	کابل ۱۹۵۵ء
۲۵	افغانستان	دائرۃ المعارف	کابل ۱۹۵۸ء
۲۶	پښتو ادب	عبدالحلیم اثر	پشاور ۱۹۵۰ء
۲۷	پښتو گرامر	هربرت پنزل | عبدالرحیم الہام	کابل ۱۹۶۱ء
۲۸	پښتو سیند	گل محمد مهمند	کابل ۱۹۳۷ء
۲۹	ظفر اللغات	بہادر شاہ ظفر	پشاور ۱۹۶۰ء
۳۰	پښتو روسی قاموس	اسلانوف - دریانوف	ماسکو ۱۹۶۶ء
۳۱	د خلکو سندرے	حبیب اللہ رفیع	کابل ۱۹۷۰ء
۳۲	بنیادی پښتو	پریشان خٹک	پشاور ۱۹۷۵
۳۳	ترپیتو	سیال کاکڑ	کوئٹہ - نامعلوم
۳۴	لغوی خیړنه	گل پاچا الفت	کابل ۱۹۴۲ء

کتابیات

اس مقالے کی تیاری کیلئے بہت سی کتابیں میرے مطالعے میں رہیں۔ یہاں صرف اُن کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں۔ جن کے اقتباسات اس مقالے میں شامل ہیں۔

اُردو

نمبر	نام	مصنّف	مقام و تاریخ اشاعت
۱	باغ و بہار	میر امن	کراچی، ۱۹۶۵ء
۲	آبِ حیات	محمد حسین آزاد	لاہور، ۱۹۵۵ء
۳	داستان تاریخ اُردو	حامد حسن قادری	کراچی، ۱۹۶۶ء
۴	مقدمہ تاریخ اُردو	ڈاکٹر مسعود حسین	لاہور، ۱۹۶۶ء
۵	ہندوستانی لسانیات	ڈاکٹر محی الدین زور	لاہور، ۱۹۶۱ء
۶	اُردو زبان کا ارتقاء	ڈاکٹر شوکت سبزواری	ڈھاکہ، ۱۹۵۶ء
۷	اُردوئے قدیم	حکیم سید شمس اللہ قادری	لکھنؤ، ۱۹۳۰ء
۸	قدیم اُردو	مولوی عبدالحق	کراچی، ۱۹۶۶ء
۹	اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کا حصہ	مولوی عبدالحق	کراچی، ۱۹۳۹ء
۱۰	پنجاب میں اُردو	حافظ محمود شیرانی	لاہور، ۱۹۳۹ء
۱۱	دکن میں اُردو	نصیر الدین ہاشمی	لاہور، ۱۹۵۲ء
۱۲	تاریخ نظم و نثر	آغا محمد باقر	لاہور، ۱۹۴۵ء
۱۳	تاریخ زبان و ادب اُردو	صغیر احمد جان	لاہور، نامعلوم

نمبر	نام کتاب	مصنف	مقام و تاریخ اشاعت
۱۴	نقوش سلیمانی	سلیمان ندوی	کراچی، ۱۹۶۷
۱۵	ادب و لسانیات	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	کراچی،
۱۶	سندھی اور اردو کے لسانی روابط	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	لاہور، ۱۹۷۰ء
۱۷	ادبی رابطے، لسانی رشتے	اختر انصاری اکبرآبادی	حیدرآباد، نامعلوم
۱۸	لسانی مسائل	شوکت سبزواری	کراچی ۱۹۶۲ء
۱۹	علمی نقوش	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	
۲۰	قواعد اردو	مولوی عبدالحق	کراچی لاہور ۱۹۵۸
۲۱	جامع القواعد (حصہ صرف)	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	لاہور، ۱۹۷۱ء
۲۲	جامع القواعد (حصہ نحو)	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	لاہور، ۱۹۷۳ء
۲۳	اردو کے صیغے	سونیا چرنیکوا	ماسکو نامعلوم
۲۴	سندھی ادب	پیر حسام الدین راشدی	کراچی
۲۵	اردو میں پشتو کا حصہ	امتیاز علی عرشی	پشاور، ۱۹۶۰ء
۲۶	پشتو ادب	جلیل احمد قدوائی / فضل جعفری	کراچی ۱۹۵۶ء
۲۷	پشتو زبان و ادب کی تاریخ	محمد مدنی عباسی	لاہور، ۱۹۶۹ء
۲۸	پشتو زبان و ادب پر ایک نظر	فقیر حسین ساحر	پشاور، ۱۹۶۵ء
۲۹	ادبیات سرحد	رضا ہمدانی	پشاور ۱۹۵۳ء
۳۰	پشتو لوک گیت	فارغ بخاری	پشاور، ۱۹۶۱ء
۳۱	سرحد کے رومان	خاطر غزنوی	پشاور، ۱۹۶۵ء
۳۲	یوسفزئی پٹھان	اللہ بخش یوسفی	کراچی، ۱۹۶۶ء

نمبر	نام کتاب	مصنف	مقام اشاعت، تاریخ
۳۳	پٹھان	اولف کیرو / ترجمہ محبوب علی	پشاور ۱۹۶۷ء
۳۴	اردو پشتو لغت (جلد اول)	سید انوار الحق	لاہور، ۱۹۷۰ء
۳۵	اردو پشتو لغت (جلد دوم)	سید انوار الحق	لاہور، ۱۹۷۳ء
۳۶	سندھی اردو لغت	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان / ڈاکٹر بلوچ	حیدرآباد ۱۹۵۹ء
۳۷	اردو سندھی لغت	"	" ۱۹۶۰ء
۳۸	پشتو قواعد (اردو)	حافظ ادریس، عبدالحلیم اثر	پشاور، نامعلوم
۳۹	ہفت لسانی لغت	مرکزی اردو بورڈ	لاہور، ۱۹۷۴ء
۴۰	بنیادی اردو سندھی ترجمہ	مرکزی اردو بورڈ	لاہور ۱۹۶۸ء
۴۱	سنگ میل (سرحد نمبر)	مدیر: فارغ بخاری	پشاور ۱۹۵۱ء
۴۲	تاریخ سندھ	ابوظفر ندوی	اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء
۴۳	زبان کا مطالعہ	خلیل صدیقی	مستونگ ۱۹۶۴ء
۴۴	تاریخ افاغنہ (جلد اول)	عبدالمجید افغانی	آگرہ، نامعلوم
۴۵	تاریخ اقوام عالم	مرتضیٰ احمد خان	لاہور، ۱۹۶۲ء

"فارسی"

۱	مادر زبان دری	عبدالحئی حبیبی	کابل ۱۹۶۳ء
۲	پشتو گرامر (جزاول)	صدیق اللہ ریشتین	کابل
۳	تازہ نوائے معارک	منشی عطا محمد شکارپوری حواشی عبدالحئی حبیبی	حیدرآباد -
۴	رسالہ پیام ۵۳	یونسکو	تہران شمارہ ۵۳

ککو

ENGLISH

No	Name of the Book	Author	Place & Date
1.	The story of Languge	Charles Barber	London 1965
2.	General Linguistics	R.H. Robins	London, 1964
3	Outlines of Indian Philology	John Beams	London, 1868
4.	Introduction to Prakrit	A.C. Woolner	Calcutta 1917
5	Linguistic Survey of India Vol: I, VIII & X	Grierson	1927, 1928, 1921.
6.	Indian Palleography	Dr. Dani	
7.	Indian Archeology	H.D. Sinkalia	Bombay, 1962
8.	Cambridge History of India	Rapson.	
9.	World Civilisation	Burns & Ralph	Karachi, 1968
10.	Bulleton of Archeolog Deptt: Peshawar University	Dr. Dani	Peshawar 1964
11.	Incycleopeadea Brit-anica Vol: 17, 20	—	U.S.A 1972
12.	Cultural Heritage	Govt: Publication	Lahore 1955
13.	Afghan Dynasties	Elliot & Dowson	Calcutta 1955
14.	An Accout of Kingdom of Kabul	Elphinton	-
15.	Ueber Die Sprecha Des Afghan	Fredric Muller	Wien 1862

16	Pashto Grammar	Major Raverty	London 1856
17	A Grammar of Pashto	Trumpp:	London 1873
18	A Grammar of Pashto	H.W. Bellew	London 1867
19	Syntax of Colliquial Pashto	D.L. Lorimer	London 1915
20	A Grammar of Pashto	Herbert Penzel	U.S.A 1955